کتاب الصلوٰۃ

حنفی نماز مُدلّل

مؤلفہ: فقیہ اعظم حضرت مولانا ابو یوسف محمد شریف صاحب محدث

فرید بُک سٹال لاہور

قابلِ توجّہ حضراتِ احناف

حضرت مصنّف علیہ الرحمۃ کا لکھا ہُوا دیباچہ

حضرات آپ کو معلوم ہوگا کہ جماعتِ احناف کس قدر مذہب سے بیخبر ہے۔ نہ عبادت کا پتہ ہے، نہ معاملات کی خبر ہے۔ اس جماعت کے بڑے بڑے سن رسیدہ حضرات نماز کے فرائض، واجبات اور سنّن وغیرہ تک نہیں جانتے۔ اِلاّ ماشاء اللّٰہ۔ ان کا شغل لایعنی قصّہ کہانیوں اور فضول جھگڑوں میں رہنا ہے۔ یہ اپنی حقانیت میں کچھ ایسے مست اور بے خبر ہیں کہ انہیں پتہ نہیں کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ مذاہب باطلہ ترقی پر ہیں اور یہ دن بدن کمزور ہو رہے ہیں۔ وہابی، مرزائی، شیعی، چکڑالوی وغیرہ سب کے سب ہاتھ دھو کر پیچھے پڑے ہیں اور چاہتے ہیں کہ دنیا سے حنفیّت کا نام مٹ جائے۔ اسی طرح آریہ، عیسائی تہیّہ کر چکے ہیں کہ اہلِ اسلام کو ہندوستان سے نکال دیا جائے۔ وہ اپنی متفقہ طاقتوں سے زور لگا رہے ہیں۔ اور کامیاب بھی ہو رہے ہیں۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ کیوں حنفی مُسلمان دُوسرے مذاہب میں مل جاتے ہیں۔ اس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ یہ جماعت مذہبی علوم سے ناواقف ہے جب کوئی مخالف شبہ ڈالتا ہے، بہ سبب بے علمی کے فوراً شبہ میں پھنس جاتے

ہیں۔ اور یہاں تک بدظن ہو جاتے ہیں کہ اپنے مذہب کے عالم سے اس شبہ کا حل بھی نہیں چاہتے۔ برخلاف اس کے مذاہب باطلہ کا بچہ بچہ اپنے مذہب کے دلائل سے واقف اور اس کی اشاعت میں سرگرم ہے۔ مگر ایک یہی جماعت ہے جو اس وقت سب سے پیچھے ہے۔ ہم نے محض دینی خدمت سمجھ کر رضاءً لِلّٰہ و حِسبۃً لِلّٰہ چند ایسی کتابیں لکھی ہیں جن کے مطالعہ سے یقین ہے کہ برادرانِ احناف اپنے مذہب کے دلائل سے واقف ہو کر کسی مخالف کے دھوکا میں نہ آسکیں گے۔ پس اگر آپ کو اپنے مذہب کی کچھ بھی محبت ہے، تو ان کتابوں کی اشاعت میں حصہ لیں جن کا کتاب کے آخر میں اشتہار درج ہے تاکہ آپ دوسری نایاب کتابوں سے بھی بہرہ مند ہوسکیں۔

ابو یوسف محمد شریف عفا اللہ عنہ
کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نمازِ مدلّل

بعد حمد و صلوٰۃ فقیر محمد شریف برادرانِ اسلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے
کہ مدّت سے میرے دل میں تمنّا تھی کہ کم علم احباب کے لیے نماز پڑھنے کا طریقہ
مفصل اور مدلّل سلیس اُردو میں بیان کیا جائے اور ہر ایک مسئلہ کو دلیل کے ساتھ
ثابت کیا جائے۔ لیکن بحکم کُلُّ اَمْرٍ مَرْهُوْنٌ بِاَوْقَاتِهَا۔ آج تک التوا رہا۔ آج
بفضلہٖ تعالیٰ اس کا وقت آپہنچا۔ اور فقیر نے متوکلاً علی اللہ اس اہم کام کو شروع کیا۔
امید ہے کہ ناظرین اس سے فائدہ اٹھا کر خاکسار کے حق میں دعائے خیر فرمائیں گے۔
اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اس کتاب کے لکھنے میں میری غرض کسی شخص کی دل آزاری
نہیں۔ بلکہ مقصود صرف رضائے حق سبحانہٗ و تعالیٰ ہے اور ساتھ ہی یہ بھی ظاہر کرنا

مطلوب ہے کہ ہم جس طریق پر نماز پڑھتے ہیں۔ یہ طریق بے دلیل نہیں۔ بلکہ کتاب وسنت میں اس کے دلائل پائے جاتے ہیں۔ اور یہی طریقہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام خصوصاً خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا ہے۔ اور سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی نماز بھی اسی طریق پر تھی۔ وَاللّٰہُ وَلِیُّ التَّوْفِیْقِ وَبِیَدِہٖ اَزِمَّۃُ التَّحْقِیْقِ۔

وضو کا بیان

نماز کے لیے وضوء شرط ہے۔ اس لیے پہلے وضوء کا بیان کیا جاتا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ وضوء میں چار فرض ہیں۔ (۱) منہ کا دھونا (۲) دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک دھونا (۳) سر کا مسح کرنا (۴) پاؤں کا دھونا۔ اصل اس باب میں قول اللہ جل شانہٗ کا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِ۔

فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے اٹھنے لگو تو اپنے مونہوں کو دھو لیا کرو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک اور اپنے سروں پہ (تر) ہاتھ پھیرا کرو۔ اور اپنے پیروں کو ٹخنوں تک (دھویا کرو)۔

وضوء میں باقی جتنے کام ہیں، وہ سب سنت یا مستحب ہیں۔ وضوء کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے نیت کرے۔ اور بسم اللہ پڑھ کر تین دفعہ ہاتھوں کو پہنچوں تک دھوئے۔

پھر مسواک کرے ۔ پھر منہ میں تین بار کلی کرے ۔ پھر تین بار ناک میں پانی ڈالے ۔ پھر تین بار منہ کو دھوئے ۔ پھر تین بار داہنے ہاتھ کو کہنیوں تک دھوئے ۔ پھر تین بار بائیں ہاتھ کو کہنیوں تک دھوئے ۔ پھر سر کا مسح کرے ۔ پھر کانوں کا مسح کرے پھر گردن کا مسح کرے ۔ پھر دائیں پاؤں کو ٹخنوں سمیت تین بار دھوئے ۔ پھر بائیں پاؤں کو تین بار ٹخنوں کے سمیت دھوئے ۔ اب ہم ان امور کو ذرا تفصیل کے ساتھ مع دلائل لکھتے ہیں ۔

وضوء میں نیّت کرنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا اُس نے ۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ ۔ (الحدیث متفق علیہ) یعنی سوائے اس کے نہیں کہ اعمال (کا ثواب) نیتوں پر ہے ۔

اس حدیث کو بخاری و مسلم و دیگر صاحبانِ صحاح نے روایت کیا ۔ (مشکوٰۃ صـ۱۳)

چونکہ وضوء بھی ایک عمل ہے ۔ اس لیے بغیر نیّت کے گو وضوء صحیح ہو جائے گا ۔ لیکن اس کا ثواب نہیں ہوگا ۔ البتہ نیّت کرنا وضوء میں فرض نہیں سنّت ہے

وضوء سے پہلے بِسمِ اللہ پڑھنا

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ اِذَا تَوَضَّاْتَ فَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاِنَّ حَفَظَتَكَ لَا تَبْرَحُ تَكْتُبُ لَكَ

الْحَسَنَاتِ حَتّٰی تَحْدِثَ مِنْ ذَالِكَ الْوُضُوْءِ -

(رواہ الطبرانی فی الصغیر۔ قال الھیثمی اسنادہ حسن)

(مجمع الزوائد۔ صہ ۲۹ جلد ۱)

ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا انہوں نے۔ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ اے ابوہریرۃ! جب تو وضوء کا ارادہ کرے تو کہے بسم اللہ والحمد للہ (اس لیے کہ اس کے کہنے سے) تمہارے محافظین فرشتے ہمیشہ تیرے لیے نیکیاں لکھتے رہیں گے اس وضوء کے ٹوٹنے تک۔

اس حدیث کو طبرانی نے معجم صغیر صفحہ ۳۸ میں روایت کیا۔ حافظ ہیثمی نے کہا کہ اس کی سند حسن ہے۔ (آثار السنن صفحہ ۳۰) تلخیص صفحہ ۲۶ علامہ شامی نے رد المختار صفحہ ۱۱۳ جلد اوّل میں عینی شرح ہدایہ سے اس حدیث کی سند کا حسن ہونا نقل کیا ہے۔

عَنْ سَعِیْدِ بْنِ زَیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا وُضُوْءَ لِمَنْ لَّمْ یَذْکُرِ اسْمَ اللّٰہِ عَلَیْہِ -

(رواہ الترمذی وابن ماجہ)

سعید بن زید سے روایت ہے، کہا اس نے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا وضوء نہیں جس نے وضوء پر اللہ کا نام ذکر نہیں کیا۔ اس حدیث کو ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔ (مشکوٰۃ صہ ۳۸) نیز اس حدیث کو امام احمد ابوداؤد نے ابوہریرہ سے اور دارمی نے ابوسعید خدری

سے روایت کیا ہے۔ اور مراد اس سے یہ ہے کہ اس کا وضوء کامل نہیں جو بسم اللہ نہ پڑھے۔ اور اس حدیث میں محدثین نے کلام کیا ہے۔ اس لیے قائلین وجوب کے پاس کوئی دلیل قوی نہیں۔ نیز مشکوٰۃ صفحہ ۴۹ میں ابوہریرۃ وابن مسعود و ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ تَوَضَّاءَ وَذَكَرَ اسْمَ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ يُطَهِّرُ جَسَدَهٗ كُلَّهٗ وَمَنْ تَوَضَّاَ وَلَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ لَمْ يُطَهِّرْ اِلَّا مَوْضِعَ الْوُضُوْءِ۔ (رواہ الدارقطنی)

یعنی جس نے وضوء کیا۔ اور اس پر اللہ کا نام بھی لیا۔ یعنی بسم اللہ پڑھی تو اس کا یہ وضوء اس کے تمام بدن کا پاک کرنیوالا ہوگا۔ اور جس نے وضو کیا اور اللہ کا نام نہ لیا۔ تو اس کا وضوء صرف اس کے اعضاء وضوء کا پاک کرنے والا ہوگا۔ اس حدیث کو دارقطنی نے روایت کیا۔

معلوم ہوا کہ بسم اللہ پڑھنا واجب نہیں۔ اگر بسم اللہ واجب ہوتی تو بدن اس کے کچھ بھی پاک نہ ہوتا۔ کیونکہ وضوء ہی نہ ہوتا۔

صفتِ وضوء

عَنْ حُمْرَانَ مَوْلٰی عُثْمَانَ اَنَّهٗ رَاٰی عُثْمَانَ ابْنَ عَفَّانٍ دَعَا بِاِنَاءٍ فَاَفْرَغَ عَلٰی كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ اَدْخَلَ يَمِيْنَهٗ فِی الْاِنَاءِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلَاثًا وَيَدَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ

ثَلَاثَ مِرَارٍ ثُمَّ مَسَحَ بِرَاْسِهٖ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّاءَ نَحْوَ وُضُوْئِیْ هٰذَا ثُمَّ صَلّٰی رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيْهِمَا نَفْسَهٗ غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔

رواہ الشیخان (آثار السنن صفحہ ۳۰۔ مشکوٰۃ صفحہ ۳۱)

حمران مولا عثمان سے روایت ہے کہ اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے برتن منگوایا اور ہاتھوں پر تین بار پانی ڈالا۔ اور ان کو دھویا۔ پھر دایاں ہاتھ برتن میں ڈال کر پانی لیا اور مضمضہ اور استنشاق کیا۔ یعنی منہ اور ناک میں پانی ڈالا۔ پھر تین بار چہرہ کو دھویا اور تین بار ہاتھوں کو کہنیوں تک۔ پھر سر کا مسح کیا۔ پھر دونوں پاؤں تین بار ٹخنوں تک دھوئے۔ پھر کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص وضوء کرے میرے اس وضوء کی طرح۔ پھر پڑھے دو رکعتیں نہ بات کرے دل اپنے سے اس نماز میں بخشا جاتا ہے، واسطے اس کے جو پہلے کیا گناہ سے۔" اس حدیث کو بخاری و مسلم نے روایت کیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضوء کے بعد نماز پڑھنا مستحب ہے۔ خیال اللہ ہی کی طرف لگائے رکھے۔ دل میں دنیا کی باتیں نہ کرے۔ اگر خطرات آویں تو ان کو دفع کرے۔ نیز وضوء کے پہلے دونوں ہاتھوں کا پہنچوں تک تین بار

دھونا پھر کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا۔ پھر چہرہ کا تین بار دھونا۔ پھر ہاتھوں کا کہنیوں تک تین بار دھونا۔ پھر سر کا مسح کرنا۔ پھر پاؤں کا تین بار دھونا ٹخنوں تک۔ ان سب امور کا ثبوت اس حدیث میں موجود ہے۔

وضو میں دونوں ہاتھوں کا پہنچوں تک دھونا

عَنْ اَبِیْ عَلْقَمَۃَ اِنَّ عُثْمَانَ دَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ فَاَفْرَغَ بِیَدِہِ الْیُمْنٰی عَلَی الْیُسْرٰی ثُمَّ غَسَلَھُمَا اِلَی الْکُوْعَیْنِ۔

(الحدیث) رواہ ابوداؤد وسکت عنہ)

ابوعلقمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان نے پانی منگایا۔ پھر وضو کیا اس طور پر کہ اوّل اپنے داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا پھر دونوں ہاتھوں کو پہنچوں تک دھویا۔ (تمام حدیث تک) اس کو ابوداؤد نے صہ۲۶ جلد اوّل میں روایت کیا اور اس پر سکوت فرمایا۔

نیز صحیح مسلم مطبوعہ انصاری کے جلد اوّل صفحہ ۱۳۶ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے:

اِذَا اسْتَیْقَظَ اَحَدُکُمْ مِنْ نَوْمِہٖ فَلَا یَغْمِسْ یَدَہٗ فِی الْاِنَاءِ حَتّٰی یَغْسِلَھَا ثَلَاثًا فَاِنَّہٗ لَا یَدْرِیْ اَیْنَ بَاتَتْ یَدُہٗ۔

یعنی جب کوئی تم میں سے سونے کے بعد اُٹھے۔ اُس کو چاہیئے کہ جب تک اپنے ہاتھوں کو تین بار نہ دھولے۔ برتن میں نہ ڈالے۔

کیوں کہ اس کو یہ خبر نہیں کہ سوتے وقت اس کا ہاتھ کہاں تک پہنچا ہو۔"

علاوہ اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وضوء کے پہلے دونوں ہاتھوں کا پہنچوں تک دھونا صحاح ستہ میں طرق متعددہ سے ثابت ہے۔ علامہ زیلعی نے تخریج ہدایہ میں مفصل ذکر کیا ہے۔

وضوء میں مسواک کرنا

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُهُمْ بِتَاخِیْرِ الْعِشَآءِ وَبِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ۔ (متفق علیہ)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا انہوں نے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر میں مشکل نہ جانتا اپنی امت پر البتہ ان کو حکم کرتا ساتھ تاخیر عشاء کے۔ اور ساتھ مسواک کرنے کے نزدیک ہر نماز کے۔ اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا۔

(مشکوٰۃ ص ۳۶)

امام احمد کی روایت میں لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ وُضُوْءٍ۔ آیا ہے۔ اور صحیح بخاری میں تعلیقاً عِنْدَ كُلِّ وُضُوْءٍ ہے۔ یعنی اگر میں اپنی امت پر مشکل نہ جانتا تو ہر وضوء کے ساتھ یا ہر وضوء کے نزدیک مسواک کا حکم کرتا نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْقُدُ مِنْ لَيْلٍ وَلَا نَهَارٍ فَيَسْتَيْقِظُ إِلَّا يَتَسَوَّكُ قَبْلَ أَنْ يَتَوَضَّأَ۔ (رواہ احمد و ابو داؤد)

یعنی تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ سوتے رات کو نہ دن کو۔ پس جاگتے مگر وضو کرنے سے پہلے مسواک کرتے۔ اس کو امام احمد اور ابوداؤد نے روایت کیا۔ (مشکوٰۃ صد ۴۴)

امام منذری ترغیب صفحہ ۵۰ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت لائے ہیں کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسواک والی نماز بغیر مسواک سے ستر حصہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دو رکعت نماز مسواک والی بہت پسند ہے۔ بلا مسواک ستر رکعت سے۔ اس کی سند کو امام منذری نے جید فرمایا ہے۔

مسواک کس طرح کرے

تعلیق المجلی حاشیہ منیۃ المصلی کے صفحہ ۲۳ میں اور تلخیص صفحہ ۲۳ میں ہے:۔

أَخْرَجَ أَبُو نُعَيْمٍ مِنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَاكُ عَرْضًا لَا طُولًا۔

یعنی رسولِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم دانتوں کے عرض میں مسواک کرتے تھے۔ طول میں نہیں کرتے تھے۔

مراسیل ابوداؤد میں بطریق عطا مرفوعاً آیا ہے۔

اِذَا شَرِبْتُمْ فَاشْرِبُوْا مَصًّا وَاِذَا اسْتَکْتُمْ فَاسْتَاکُوْا عَرْضًا۔

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ جب پانی پیو تو تھوڑا تھوڑا پیو۔ یعنی سانس لے لے کر پیو۔ اور جب مسواک کرو تو دانتوں کے عرض میں کرو۔

یہ حدیث تلخیص الحبیر صفحہ ۲۳ جلد اوّل اور عزیزی شرح جامع صغیر کے صفحہ ۱۵۰ میں ہے۔ کہا عزیزی نے قال الشیخ حدیث حسن یعنی شیخ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔

نیز عزیزی صفحہ ۱۱۷ جلد ثالث میں ہے۔ کَانَ یَسْتَاکُ عَرْضًا وَیَشْرَبُ مَصًّا وَیَتَنَفَّسُ ثَلَاثًا۔ (الحدیث) یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کرتے تھے عرض میں۔ اور پانی پیتے تھے تھوڑا تھوڑا، اور سانس لیتے تھے تین بار۔ اس حدیث کو بغوی اور ابن قانع طبرانی اور ابن السنّی اور اور ابونعیم نے طب نبوی میں بہز سے اور بیہقی نے ربیعہ بن اکثم سے روایت کیا ہے۔ چونکہ فضائل میں حدیث ضعیف بھی معتبر ہوتی ہے۔ اس لیے اس حدیث کی سند میں اگرچہ کلام ہے تاہم مقامِ فضائل ہے۔ پس کوئی حرج نہیں۔ علاوہ اس کے حافظ ابن حجر نے فتح الباری صفحہ ۱۷۷ جلد اوّل میں حدیث

عطا کے ذکر کے آگے لکھا ہے ۔ وله شاهد موصول عند العقيلي في الضعفاء یعنی عقیلی نے ضعفاء میں اس کا ایک شاہد موصول روایت کیا ہے البتہ زبان پر مسواک طولاً کرنی چاہیئے حافظ ابن حجر تلخیص صفحہ ۲۳ جلد ۱ میں فرماتے ہیں

اما في اللسان فيستاك طولاً كما في حديث ابي موسىٰ في الصحيحين و لفظ احمد و طرف السِّوَاكِ عَلٰى لِسَانِهٖ يَسْتَنُّ اِلٰى فَوْقٍ قَالَ الرَّاوِىُ كَاَنَّهٗ يَسْتَنُّ طُوْلاً ۔

یعنی زبان پر مسواک طول میں کرے ۔ جیسا کہ ابو موسیٰ کی حدیث میں صحیحین میں آیا ہے اور احمد کے یہ لفظ ہیں کہ مسواک کا کنارہ آپ کی زبان پر ہوتا اور مسواک کرتے اوپر کی طرف ۔ راوی کہتا ہے گویا کہ مسواک کرتے طول میں ۔

مسواک نہ ہو تو انگلی سے دانتوں کو ملے

اگر مسواک نہ ہو تو انگلی اس کے قائم مقام ہو سکتی ہے ۔

چنانچہ حدیث میں آیا ہے ۔ يُجْزِئُ مِنَ السِّوَاكِ الْاَصَابِعُ مسواک سے انگلیاں کفایت کرتی ہیں ۔ اس کو ابن عدی ، اور دارقطنی اور بیہقی نے روایت کیا ۔ تلخیص صفحہ ۲۵ میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں ۔

وَاَصَحُّ مِنْ ذَالِكَ مَا رَوَاهُ اَحْمَدُ فِىْ مُسْنَدِهٖ مِنْ حَدِيْثِ عَلِيِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ اَنَّهٗ دَعَا بِكُوْزٍ مِنْ مَّاءٍ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ وَ كَفَّيْهِ ثَلَاثًا وَّ تَمَضْمَضَ فَاَدْخَلَ بَعْضَ اَصَابِعِهٖ فِىْ فِيْهِ (الْحَدِيْثِ) وَفِىْ اٰخِرِهٖ هٰذَا وُضُوْءُ رَسُوْلِ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پانی کا کوزہ مانگا۔ پھر اپنا چہرہ دھویا اور دونوں ہتھیلیوں کو تین بار اور کلی کی۔ اور اپنی بعض انگلی کو منہ مبارک میں داخل کیا۔ پھر فرمایا۔ یہ وضوء ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ اس حدیث میں جو انگلی کا منہ میں داخل کرنا آیا ہے، اس سے مراد وہی مسواک کی جا بجا دانتوں کا ملنا ہے۔ واللہ اعلم۔

مضمضہ اور استنشاق کا الگ الگ کرنا

عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ شَقِیْقِ بْنِ سَلْمَۃَ قَالَ شَهِدْتُ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ وَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانٍ تَوَضَّآ ثَلَاثًا وَ اَفْرَدَ الْمَضْمَضَۃَ مِنَ الْاِسْتِنْشَاقِ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَاَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاءَ ۔ (رواہ ابن السکن فی صحاحہ)

شقیق بن سلمہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت علی اور عثمان رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے تین تین بار وضوء کیا یعنی اعضاء وضوء کو تین تین بار دھویا اور مضمضہ اور ستنشاق کو جُدا کیا۔ پھر دونوں نے کہا کہ ہم نے اسی طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو وضوء کرتے دیکھا ہے۔ اس حدیث کو ابو علی ابن

السکن نے اپنی صحاح میں روایت کیا ہے۔
حافظ ابن حجر نے تلخیص صفحہ ۲۸ میں یہ حدیث نقل کر کے فرمایا ہے۔ فھذا صریح فی الفصل۔ یہ حدیث (مضمضہ واستنشاق کے) فصل میں صریح ہے۔

عَنْ اَبِیْ حَیَّۃَ قَالَ رَاَیْتُ عَلِیًّا تَوَضَّأَ فَغَسَلَ کَفَّیْہِ حَتّٰی اَنْقَاھُمَا ثُمَّ تَمَضْمَضَ ثَلَاثًا وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا وَغَسَلَ وَجْھَہٗ ثَلَاثًا وَذِرَاعَیْہِ ثَلَاثًا وَمَسَحَ بِرَاْسِہٖ مَرَّۃً ثُمَّ غَسَلَ قَدَمَیْہِ اِلَی الْکَعْبَیْنِ ثُمَّ قَامَ فَاَخَذَ فَضْلَ طَھُوْرِہٖ فَشَرِبَہٗ وَھُوَ قَائِمٌ ثُمَّ قَالَ اَحْبَبْتُ اَنْ اُرِیَکُمْ کَیْفَ کَانَ طُھُوْرُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ (رواہ الترمذی والنسائی)

ابوحیہ فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وضوء کرتے دیکھا۔ انہوں نے اپنے دونوں کف دست کو دھویا۔ یہاں تک کہ خوب پاک کیا ان کو۔ پھر تین بار کلی کی۔ پھر تین بار ناک میں پانی ڈالا۔ اور منہ کو تین بار دھویا۔ اور اپنے بازوؤں کو تین بار دھویا۔ اور ایک بار سر کا مسح کیا۔ پھر دونوں پاؤں کو ٹخنوں تک دھویا۔ پھر کھڑے ہوئے اور اپنے وضوء کا زائد پانی پینا شروع کیا در آنحال کہ آپ کھڑے تھے، پھر فرمایا کہ میں دوست رکھتا ہوں کہ دکھاؤں تم کو کس طرح تھا وضو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ اس حدیث کو ترمذی اور نسائی نے روایت

کیا۔ اور ترمذی نے اس کو صحیح کہا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۸)

اس حدیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ مضمضہ اور استنشاق الگ الگ ہے اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ابوداؤد میں آیا ہے۔ اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے طبرانی نے اوسط سے روایت کیا ہے۔ (آثار السنن جلد اول صفحہ ۳۲) اور جن روایتوں میں مضمضہ و استنشاق جمع آیا ہے وہ محمول جواز پر ہیں۔ (عینی شرح ہدایہ۔ جلد اول صفحہ ۹۳ کشوری) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔ صفحہ ۳۰۹۔ جلد ۱۔

مضمضہ اور استنشاق میں مبالغہ کرنا

کلی اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا چاہیئے۔ یعنی کلی میں اچھی طرح غرغرہ کرے۔ اور ناک میں بھی پانی یہاں تک کھینچے کہ خیشوم تک پہنچ جائے۔ لیکن اگر روزہ دار ہو۔ تو مبالغہ نہ کرے۔ احیاء السنن صفحہ ۱۹ میں بحوالہ نیل الاوطار جلد اول صفحہ ۱۳۷ لکھا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِذَا تَوَضَّأْتَ فَاَبْلِغْ فِی الْمَضْمَضَةِ وَالْاِسْتِنْشَاقِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ صَائِمًا۔

کہ جب وضوء کرے تو مضمضہ اور استنشاق میں مبالغہ کر۔ ہاں اگر تو روزہ دار ہو (تو ایسا نہ کر) ابن قطان نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور یہ حکم ایک دوسری حدیث میں بھی آیا

ہے۔ جو تخلیل اصابع میں ذکر جائے گی۔

داڑھی کا خلال کرنا

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا تَوَضَّأَ خَلَّلَ لِحْيَتَهُ بِالْمَاءِ

(رواہ احمد باسناد حسن)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب وضوء کرتے، اپنی داڑھی (مبارک) کو پانی کے ساتھ خلال کرتے اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔ کہا حافظ ابن حجر نے تلخیص صفحہ ۳۱ میں کہ اس کی سند حسن ہے۔ کہا ہیثمی نے مجمع الزوائد میں کہ اس کے رجال ثقہ ہیں۔ (آثار السنن صفحہ ۳۲، جلد ۱)

عَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُخَلِّلُ لِحْيَتَهُ فِي الْوُضُوْءِ

(رواہ الترمذی والدارمی) وصححہ ابن خزیمہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی کا خلال کیا کرتے تھے وضو اس حدیث کو ترمذی اور دارمی نے روایت کیا اور ابن

نے صحیح کہا۔

یہ حدیث مشکوٰۃ صفحہ ۳۸ میں موجود ہے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ وَضَّأْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَدْخَلَ تَحْتَ حَنَكِهٖ فَخَلَّلَ لِحْيَتَهٗ فَقُلْتُ مَا هٰذَا فَقَالَ بِهٰذَا اَمَرَنِىْ رَبِّىْ عَزَّ وَجَلَّ.

(رواہ الطبرانی فی الاوسط ورجالہ ثقوا)

(مجمع الزوائد) حیاء السنن صفحہ ۲۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا اس نے میں نے وضوء کرایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو آپ نے (منہ دھوتے وقت) اپنی تھوڑی کے نیچے ہتھیلی داخل کی۔ پھر اپنی ریش مبارک میں خلال کیا۔ میں نے عرض کیا۔ یہ کیا ہے۔ فرمایا۔ میرے رب نے مجھ کو اس کا حکم فرمایا ہے۔ اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا۔

انگلیوں کا خلال کرنا

عَنْ عَاصِمِ بْنِ لَقِيْطِ بْنِ صَبِرَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَخْبِرْنِىْ عَنِ الْوُضُوْءِ قَالَ اَسْبِغِ الْوُضُوْءَ وَخَلِّلِ الْاَصَابِعَ وَبَالِغْ فِى الْاِسْتِنْشَاقِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ

صَائِمًا ۔ (رواہ الاربعہ وصححہ الترمذی وابن خزیمۃ والبغوی وابن القطان)

لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ۔ میں نے عرض کی ۔ یا رسول اللہ ! خبر دو مجھ کو وضوء سے ۔ آپ نے فرمایا ۔ کامل کر وضوء کو اور خلال کر انگلیوں کو ۔ اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کر ۔ مگر جبکہ تو روزہ دار ہو ۔

اس حدیث کو ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے روایت کیا ۔ اور ترمذی اور ابن خزیمہ اور بغوی اور ابن القطان نے اس کو صحیح کہا ۔ (مشکوٰۃ صہ ۳۸)

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا تَوَضَّأْتَ فَخَلِّلْ اَصَابِعَ یَدَیْكَ وَ رِجْلَیْكَ ۔ (رواہ احمد وابن ماجہ وترمذی)

ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ جب تو وضوء کرے پس ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کر ۔

اس کو احمد، ابن ماجہ، ترمذی نے روایت کیا ۔ بخاری نے اس حدیث کو حسن کہا ہے ۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۸) (آثار السنن صفحہ ۳۳)

عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا تَوَضَّأَ خَلَّلَ اَصَابِعَ رِجْلَیْہِ بِخِنْصِرِہٖ ۔ (رواہ الترمذی)

مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ۔ کہ اس نے ۔

میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ جب وضوء کرتے تو اپنے پاؤں کی انگلیوں کو اپنی چھنگلیا سے خلال کرتے۔

کہنیوں اور ٹخنوں کا دھونا

قرآن کریم نے دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک دھونا ارشاد فرمایا ہے۔ حدیث حمران مولے عثمان اور حدیث ابی حبہ میں ہاتھوں کے دھونے کا ذکر آچکا ہے۔ لیکن یہ بات کہ کہنیوں کو بھی دھونا لازم ہے۔ اس کا ثبوت بیان کیا جاتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ تَوَضَّأَ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ فَاَسْبَغَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ غَسَلَ یَدَهُ الْیُمْنٰی حَتّٰی اَشْرَعَ فِی الْعَضُدِ ثُمَّ غَسَلَ یَدَهُ الْیُسْرٰی حَتّٰی اَشْرَعَ فِی الْعَضُدِ ثُمَّ مَسَحَ رَاْسَهٗ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْیُمْنٰی حَتّٰی اَشْرَعَ فِی السَّاقِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْیُسْرٰی حَتّٰی اَشْرَعَ فِی السَّاقِ ثُمَّ قَالَ هٰکَذَا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتَوَضَّأُ وَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْتُمُ الْغُرُّ الْمُحَجَّلُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنْ اِسْبَاغِ الْوُضُوْءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمْ فَلْیُطِلْ غُرَّتَهٗ وَتَحْجِیْلَهٗ (رواہ مسلم)

روایت ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے وضو کیا اور اپنے چہرہ کو دھویا اور وضوء کو کامل کیا۔ پھر دائیں ہاتھ کو دھویا یہاں تک کہ بازو کو دھونے میں داخل کیا۔ پھر بائیں ہاتھ کو دھویا یہاں تک کہ بازو کا دھونا شروع کیا۔ پھر سر کا مسح کیا پھر دایاں پاؤں دھویا۔ یہاں تک کہ پنڈلی کو دھونے میں داخل کیا۔ پھر بایاں پاؤں دھویا۔ یہاں تک کہ پنڈلی کو دھونے میں داخل کیا۔ پھر کہا ابوہریرہ نے، اسی طرح میں میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وضوء کرتے دیکھا ہے اور کہا۔ فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تم قیامت کے دن وضوء کامل کرنے کے سبب پانچ کلیاں ہوں گے۔ (یعنی اس گھوڑے کی مانند جس کا ماتھا اور دونوں پاؤں دونوں ہاتھ سفید ہوں۔) پس جو شخص تم میں سے طاقت رکھے وہ اپنے ماتھے اور ہاتھ پاؤں کی سفیدی کو زیادہ کرے۔"

اس کو مسلم نے صحیح صفحہ ۱۲۶ جلد ۱ میں روایت کیا۔ امام نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں۔

قوله اشرع فی العضد و اشرع فی الساق معناه ادخل الغسل فیهما۔

یعنی حدیث میں اشرع فی العضد و اشرع فی الساق کے معنے یہ ہیں کہ ان دونوں یعنی بازو اور پنڈلی کو دھویا۔

اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ کہنیوں اور ٹخنوں کو دھونا چاہیئے۔ عزیزی شرح جامع الصغیر جلد ۳ کے صفحہ ۱۳۰ میں ہے۔

كَانَ اِنَا تَوَضَّأَ اَدَارَ الْمَاءَ عَلٰى مِرْفَقَيْهِ۔

(رواہ الدار قطنی عن الجابر)

یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب وضوء فرماتے تو اپنی دونوں کہنیوں پر پانی بہاتے۔

اس کو دار قطنی نے جابر سے روایت کیا۔ کہا عزیزی نے قال الشیخ حدیث حسن لغیرہ۔ یعنی شیخ نے کہا کہ یہ حدیث حسن لغیرہٖ ہے۔

دار قطنی میں حضرت عثمان کی وہ حدیث جو وضوء کی صفت میں ہے اس میں یہ الفاظ ہیں۔

فَغَسَلَ يَدَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ حَتّٰى مَسَّ اَطْرَافَ الْعَضُدَيْنِ۔

یعنی دھویا دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک یہاں تک کہ بازوؤں کے اطراف کو ہاتھ پھیرا۔

اس سے بھی ثابت ہوا کہ کہنیوں کو دھو کر بازوؤں کے اطراف پر ہاتھ پھیرنا چاہیئے۔ اس حدیث کی سند کو حافظ ابن حجر نے فتح الباری صفحہ ۱۴۶ جزء اوّل میں حسن لکھا ہے۔ کہا ابن حجر رحمہ اللہ نے۔

وَفِي الْبَزَّارِ وَالطَّبْرَانِيِّ مِنْ حَدِيْثِ وَائِلِ بْنِ حَجْرٍ فِي صِفَةِ الْوُضُوْءِ وَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ حَتّٰى جَاوَزَ

الْمِرْفَقَ وَ فِی الطِّحَاوِیْ وَالطِّبْرَانِیْ مِنْ حَدِیْثِ ثعلبۃ بْنِ عباد عَنْ اَبِیْہِ مَرْفُوْعًا ثُمَّ غَسَلَ ذِرَاعَیْہِ حَتّٰی یَسِیْلَ الْمَاءُ عَلٰی مِرْفَقَیْہِ فَھٰذِہِ الْاَحَادِیْثِ یقوی بعضھا بعضا۔ (فتح الباری صفحہ ۱۴۶ جلد ۱)

یعنی بزاز وطبرانی میں وائل بن حجر کی حدیث میں ہے کہ دھوئے دونوں بازو اپنے یہاں تک کہ کہنیوں سے تجاوز کیا (دھونے میں) اور طحاوی وطبرانی میں ثعلبہ کی حدیث میں ہے کہ پھر آپ نے اپنے دونوں بازوؤں کو دھویا۔ یہاں تک کہ پانی کہنیوں پر بہہ گیا۔ پس یہ حدیثیں ایک دوسری کو قوت دیتی ہیں۔

پس آیت میں جو لفظ الٰی ہے اس میں دونوں احتمال تھے کہ بمعنی غایت ہو یا بمعنی مع ہو۔ تو سنت نے بیان کر دیا کہ آیت میں الٰی بمعنی مع ہے۔ قالہ اسحاق بن راھویہ۔ میں کہتا ہوں کہ ٹخنوں کا حکم مثل کہنیوں کے ہے۔ یہ بھی فرض غسل میں داخل ہیں۔ بحر الرائق، شرح کنز میں اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے کتاب الاُم میں فرمایا ہے۔ لَا نَعْلَمُ مُخَالِفًا فِیْ اِیْجَابِ دُخُوْلِ الْمِرْفَقَیْنِ فِی الْوُضُوْءِ۔ یعنی کہنیوں کے داخل ہونے کے ایجاب میں ہم کوئی مخالفت نہیں جانتے۔ فقہاء نے امام زفر کو اس کا مخالف لکھا ہے۔ ابن حجر فرماتے ہیں۔ فَزُفَرُ مَحْجُوْجٌ بالاجماع قبلہ۔ یعنی زفر کے پہلے اجماع ہونا امام زفر پر حجت ہے۔ واللہ اعلم۔

چوتھائی سر کا مسح کافی ہونا

اگرچہ سارے سر کا مسح کرنا سنت ہے لیکن چوتھائی سر کا مسح بھی کافی ہے اس سے کم درست نہیں۔ صحیح مسلم کے صفحہ ۱۳۴ جلد اول میں حدیث مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ میں آیا ہے۔

وَمَسَحَ بِنَاصِيَتِهٖ وَعَلَى الْعِمَامَةِ وَعَلٰى خُفَّيْهِ۔

یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح کیا ناصیہ (یعنی پیشانی کے بالوں پر) اور پگڑی اور موزوں پر۔ ناصیہ یعنی سر کا اگلا حصہ بقدر چوتھائی سر کے ہوتا ہے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّاُ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ قِطْرِيَّةٌ فَاَدْخَلَ يَدَهٗ مِنْ تَحْتِ الْعِمَامَةِ فَمَسَحَ مُقَدَّمَ رَاْسِهٖ فَلَمْ يَنْقُضِ الْعِمَامَةَ۔ (رواہ ابوداؤد)

انس بن مالک فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا۔ ان کے سر پر قطریہ پگڑی تھی۔ آپ نے پگڑی کے نیچے اپنے ہاتھ کو داخل فرمایا اور اگلے سر کی جانب کو مسح کیا اور پگڑی کو نہ توڑا۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا۔

علامہ زیلعی نصب الرایہ جلد اول کے صفحہ ۲ میں فرماتے ہیں کہ ابوداؤد اور منذری نے اس حدیث پر سکوت کیا اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا۔ اور اس پر

سکوت کیا۔ انتہی۔ حافظ ابن حجر تلخیص میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں نظر ہے۔ میں کہتا ہوں اگرچہ اس کی سند میں کلام ہے مگر پہلی حدیث کی تو یہ پہنچتی ہے۔ اسی طرح بیہقی اور شافعی نے عطاء سے مرسلاً روایت کیا ہے۔

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ فَحَسَرَ الْعِمَامَةَ عَنْ رَأْسِهِ وَمَسَحَ مُقَدَّمَ رَأْسِهِ أَوْ قَالَ نَاصِيَتَهُ بِالْمَاءِ۔

یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو عمامہ کو ہٹا کر سر کی اگلی جانب کا مسح فرمایا۔ یہ حدیث مسند شافعی کے صفحہ ۶ میں ہے۔ لیکن اس میں بجائے فَحَسَرَ کے فَحَسَرَ ہے۔ فتح الباری صفحہ ۲۴۱ جلد اوّل میں لفظ فَحَسَرَ ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہے۔ لیکن حدیث انس رضی اللہ عنہ (جو ہم نے اوپر لکھی ہے) متصل ہے تو اس مرسل کو اس متصل سے اور اس متصل کو اس مرسل سے قوت حاصل ہو گئی۔ پھر فرماتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی مسح بعض حصہ سر کا ہوا ہے۔ اور کسی صحابی سے اس پر انکار منقول نہیں ہوا تو اس سے بھی اس مرسل کو قوت حاصل ہو گئی۔ (فتح الباری صفحہ ۲۴۱ جلد اوّل)

اس بیان سے معلوم ہوا کہ سر کا مسح بمقدار ربع سر فرض ہے۔ اگر اس سے کم درست ہوتا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی واسطے بیان جواز کے کرتے۔ واللہ اعلم۔

کانوں کا مسح کرنا

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَسَحَ بِرَاْسِہٖ وَ اُذُنَیْہِ بَاطِنَھُمَا بِالسَّبَّابَتَیْنِ وَظَاھِرَھُمَا بِاِبْھَامَیْہِ۔ (رواہ النسائی)

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کا اور کانوں کا مسح کیا۔ کانوں کے اندر کا مسح شہادت کی دونوں انگلیوں کے ساتھ کیا اور ان کے ظاہر کا دونوں انگوٹھوں کے ساتھ۔ اس کو نسائی نے روایت کیا۔ (مشکوٰۃ صہ ۳۸)

اس حدیث کو ابن خزیمہ اور ابن مندہ نے صحیح کہا (آثار السنن صفحہ ۳۳) علی قاری رحمہ اللہ نے مرقاۃ صفحہ ۳۱۶ جلد اوّل میں بحوالہ ابن حجر اس کی سند کو حسن لکھا ہے۔

سر کے بچے ہوئے پانی سے کانوں کا مسح کرنا

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ فَغَرَفَ غُرْفَۃً فَغَسَلَ وَجْھَہٗ ثُمَّ غَرَفَ غُرْفَۃً فَغَسَلَ یَدَہُ الْیُمْنٰی ثُمَّ غَرَفَ غُرْفَۃً فَغَسَلَ یَدَہُ الْیُسْرٰی ثُمَّ غَرَفَ غُرْفَۃً فَمَسَحَ بِرَاْسِہٖ وَاُذُنَیْہِ دَاخِلَھُمَا بِالسَّبَّابَتَیْنِ وَخَالَفَ بِاِبْھَامَیْہِ اِلٰی ظَاھِرِ اُذُنَیْہِ فَمَسَحَ ظَاھِرَھُمَا

وَبَاطِنَهُمَا ثُمَّ غَرَفَ غُرْفَةً فَغَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى ثُمَّ غَرَفَ غُرْفَةً فَغَسَلَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى۔

(رواہ ابن حبان فی صحیحہ)

کہا ابن حجر نے تلخیص صفحہ ۳۳ میں کہ اس کو ابن خزیمہ و ابن مندہ نے صحیح کہا۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا۔ ایک چلو پانی لیا تو اپنا منہ دھویا۔ پھر ایک چلو پانی لیا تو اپنا دایاں ہاتھ دھویا۔ پھر ایک چلو پانی لیا تو بایاں ہاتھ دھویا۔ پھر ایک چلو پانی لیا تو سر کا اور کانوں کا مسح کیا۔ کانوں کے اندر کا شہادت کی انگلی سے اور کانوں کے باہر کا پیچھے کی جانب سے اپنے انگوٹھوں سے دونوں اندر و باہر سے مسح کیا۔ پھر ایک چلو پانی لیا تو دائیں پاؤں کو دھویا۔ پھر ایک چلو پانی لیا تو اپنے بائیں پاؤں کو دھویا۔ اس کو ابن حبان نے روایت کیا۔

اس حدیث میں سر اور کانوں کے لیے ایک چلو پانی لینے کا ذکر ہے جس سے ثابت ہوا کہ سر اور کانوں کا مسح ایک ہی پانی سے کیا جائے۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْاُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ۔ (رواہ دارقطنی)

تخریج زیلعی صہ۱ میں ہے کہ ابن قطان نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ ابن ماجہ نے عبد اللہ بن زید سے مرفوعاً اسی حدیث کو روایت کیا ہے۔ یعنی فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دونوں کان سر میں سے ہیں۔ اس کو

دار قطنی نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ سر کے پانی سے کانوں کا مسح کرنا چاہیئے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ دونوں کان سر میں سے ہیں۔ یا تو بیان حقیقت کے لیے ہے۔ لیکن رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے مبعوث نہیں ہوئے تھے۔ علاوہ اس کے یہ ظاہر مشاہد ہے اس کے بیان کی ضرورت نہیں۔ ہر شخص جانتا ہے کہ کان سر میں ہیں۔ پھر اس بات کے بیان کی حضور علیہ السلام کو کیا ضرورت تھی۔ البتہ ہو سکتا ہے کہ حضور کا فرمان اس لیے ہے کہ دونوں کان بھی سر کی طرح مسح کیے جاتے ہیں۔ یعنی جیسے سر ممسوح ہے ویسے کان بھی ممسوح ہیں۔ لیکن اس پر یہ اعتراض ہوگا کہ کسی امر میں دو چیزوں کا اشتراک اس بات کو واجب نہیں کرتا کہ ایک ان دونوں کا دوسرے میں سے ہو۔ جیسے پاؤں اور منہ کہ دونوں دھونے میں مشترک ہیں اور موزہ اور سر کہ دونوں مسح میں مشترک ہیں تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ پاؤں منہ میں سے ہیں یا موزہ سر میں سے ہیں۔ البتہ یہ ارشاد اس صورت میں صحیح ہو سکتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مراد اس فرمان سے یہ ہے کہ دونوں کان سر میں سے ہیں۔ یعنی سر کے بچے ہوئے پانی سے ان دونوں کا مسح کیا جائے۔ ہاں اگر پانی بچا ہوا نہ ہو تو نیا پانی ان کے لیے لے سکتا ہے۔ اور جس حدیث میں نیا پانی لینا کانوں کے لیے آیا ہے۔ وہ اسی پر محمول ہے۔

(عنایہ۔ صفحہ ۲۴۔ جلد اوّل)

سارے سر کا مسح کرنا

حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضوء فرمایا کرتے تھے۔ تو انہوں نے پانی کا برتن منگایا۔ اور وضوء کر کے فرمایا۔

هٰكَذَا كَانَ وُضُوْءُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

یعنی اس طرح تھا وضوء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

اس حدیث میں سر کا مسح اس طرح آیا ہے۔

فَاَقْبَلَ بِهِمَا وَ اَدْبَرَ بَدَءَ بِمُقَدَّمِ رَاْسِهٖ ثُمَّ ذَهَبَ بِهِمَا اِلٰى قَفَاهُ ثُمَّ رَدَّهُمَا حَتّٰى رَجَعَ اِلَى الْمَكَانِ الَّذِىْ بَدَءَ مِنْهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ

یعنی مسح سر کا شروع کیا۔ سر کی اگلی جانب سے۔ پھر لے گئے ان کو سر کی پچھلی طرف۔ پھر پھیر لائے ان کو اس مکان تک جہاں سے شروع کیا تھا۔ پھر دونوں پاؤں کو دھویا۔

اس حدیث کو بخاری، مسلم نے روایت کیا۔ (مشکوٰۃ ص ۴۷)

پگڑی پر مسح کرنا

حدیث مغیرہ بن شعبہ میں آیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسح کیا۔ پیشانی کے بالوں پر۔ اور پگڑی اور موزوں پر۔ اس حدیث سے

معلوم ہوا کہ بقدر ناصیتہ سر کا مسح کر کے باقی کو پگڑی پر تکمیل کرے۔ اگر صرف پگڑی پر مسح کرے اور سر کے کسی حصہ کا مسح نہ کرے تو امام اعظم اور امام مالک و امام شافعی و جمہور علماء کے نزدیک جائز نہیں۔ البتہ امام احمد اور ایک جماعت سلف کی جائز کہتے ہیں۔ مگر وہ شرط کرتے ہیں کہ پگڑی طہارت کامل پر پہنی ہو۔ اور اس کے اتارنے میں مشقت ہو۔ قالہ ابن حجر فی الفتح صہ۲۵۴ جلد اوّل۔ والعینی فی شرح البخاری صہ ۸۵۵ جلد اول۔ علامہ عبد الحیٔ لکھنوی عمدۃ الرعایہ صہ۱۲۱، جلد اوّل میں فرماتے ہیں کہ پگڑی اور ٹوپی اور برقعہ پر مسح کرنا خلافِ قیاس ہے۔ تو جس موقع پر شرع میں وارد ہوا ہے اسی پر اقتصار کیا جائے گا۔ اور شریعت میں ان چیزوں کے مسح پر اکتفا کرنا وارد نہیں ہوا اور اس میں رائے کا دخل نہیں کہ موزوں پر قیاس کیا جاوے۔ کیونکہ موزوں پر مسح کرنا خود خلافِ قیاس ہے اور یہی قول جمہور کا ہے۔ اور امام احمد و اوزاعی و اسحاق نے جواز مسح کو پسند فرمایا۔ اس لیے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پگڑی پر مسح کرنا ثابت ہے۔ جیسا کہ بخاری و مسلم وغیرہ میں ہے۔ لیکن جمہور اس کا جواب دیتے ہیں کہ پگڑی کے مسح کی احادیث میں یہ دلالت نہیں کہ سر کا مسح نہیں کیا۔ اور مسح عمامہ پر اکتفا کیا۔ بلکہ بعض روایات میں تصریح ہے کہ آپ نے مسح ناصیہ پر کیا اور عمامہ پر جیسا کہ حدیث مسلم میں ہے۔ (میں کہتا ہوں جن روایات میں سر کے مسح کا ذکر نہیں اور پگڑی کے مسح کا ذکر ہے، ان روایات کی یہ حدیث مغیرہ بن شعبہ مفسر ہو گی بخلاف موزوں کے مسح کے، کہ اس میں بہت روایات ہیں جو

دلالت کرتی ہیں اکتفا مسح خفین پر۔ واللہ اعلم۔

علاوہ اس کے علی قاری رحمہ اللہ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ صفحہ ۱۳۱ جلد ۱
میں بعض شراحِ حدیث سے نقل کیا ہے کہ احتمال ہو سکتا ہے کہ حضور علیہ
الصلوٰۃ والسلام نے ناصیہ پر مسح کر کے پگڑی کو برابر کیا ہو تو راوی نے اس کو
مسح گمان کر لیا ہو۔ میں کہتا ہوں نصِ قرآن نے مسحِ سر کا فرض کیا ہے۔ پس جو
شخص صرف پگڑی پر مسح کرے۔ اس نے سر پر مسح نہیں کیا۔ اور حدیث کو نصِ
کتاب پر مقدم نہیں کیا جاتا۔ اور نہ یہ حدیث متواتر ہے۔ بلکہ خبرِ واحد ظنّی ہے۔
جب تک حدیث متواتر نہ ہو، جیسے کہ مسحِ خفین میں ہے کتاب پر زیادتی
درست نہیں۔ علاوہ اس کے حدیث مغیرہ بن شعبہ میں صاف تصریح ہے
کہ ناصیہ پر مسح کر کے پگڑی پر مسح کیا۔ تو جن احادیث میں صرف پگڑی پر ہی
مسح کرنے کا ذکر ہے ان احادیث کی یہ حدیث مفسر ہو گی کہ تکمیلاً للسنّۃ پگڑی
پر مسح کیا۔ نیز امام احمد رحمہ اللہ نے موطا صد، میں لکھا ہے۔

اَخْبَرَنَا مَالِكٌ قَالَ بَلَغَنِيْ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ
سُئِلَ عَنِ الْعِمَامَةِ فَقَالَ لَا حَتّٰى يُمِسَّ الشَّعْرَ الْمَآءُ

یعنی امام مالک فرماتے ہیں کہ ہمیں جابر بن عبداللہ رضی اللہ
عنہ سے پہنچا ہے کہ ان کو پگڑی کے مسح کے متعلق پوچھا گیا تو
آپ نے فرمایا۔ جائز نہیں۔ تاکہ پہنچے بالوں کو پانی۔

یعنی جب تک سر کے حصّہ کا مسح نہ کیا جاوے، پگڑی پر مسح جائز نہیں۔ امام
محمد فرماتے ہیں۔ ہمارا عمل بھی اسی پر ہے اور یہی قول ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ

کا علامہ عبدالحئی تعلیق الممجد صنہ میں لکھتے ہیں۔

قَالَ سُفْیَانُ اِذَا قَالَ مَالِكٌ بَلَغَنِیْ فَهُوَ اِسْنَادٌ قَوِیٌّ كَذَا قَالَ الْقَارِیُّ ....

یعنی سفیان فرماتے ہیں کہ جب امام مالک بَلَغَنِیْ کہے تو وہ اسناد قوی ہوتی ہے۔ نیز امام محمد مؤطا میں فرماتے ہیں۔

بَلَغَنَا اَنَّ الْمَسْحَ عَلَى الْعِمَامَةِ كَانَ فَتُرِكَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَ الْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا.

یعنی ہمیں پہنچا ہے کہ پگڑی پر مسح پہلے تھا پھر متروک ہو گیا اور یہی قول ہے ابو حنیفہ اور اکثر فقہاء رحمہم اللہ کا۔

علامہ عبدالحئی نے لکھا ہے کہ ہمیں پگڑی کے مسح کے منسوخ ہونے کی آج تک کوئی دلیل نہیں ملی۔ لیکن علماء نے ذکر کیا ہے کہ امام محمد کی بلاغات مسندہ ہیں۔ (یعنی امام محمد جب فرماتے ہیں کہ ہمیں ایسا پہنچا ہے تو وہ متصل سند سے ہوتا ہے۔ اس لیے شاید امام محمد علیہ الرحمۃ کو اس کی سند مل گئی ہو۔ انتہٰی۔ واللہ اعلم۔

گردن کا مسح کرنا

عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّهٗ رَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَمْسَحُ رَأْسَهٗ حَتّٰى بَلَغَ الْقَذَالَ وَمَا يَلِيْهِ مِنْ مُّقَدَّمِ الْعُنُقِ۔ (رواہ احمد)

طلحہ اپنے باپ سے، وہ اس کے جدّ سے روایت کرتا ہے کہ اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا سر کا مسح کرتے یہاں تک کہ قذالؔ تک پہنچ جاتے اور جو متصل ہے اگلی جانب گردن کو۔ اس کو امام احمد نے روایت کیا۔

اس حدیث کو ابن تیمیہ نے منتقی صفحہ ۱۸ میں ذکر کیا ہے۔ اور اس سے مسح گردن کے ثبوت پر استدلال کیا ہے۔ نیز امام طحاوی نے بھی اس حدیث کو شرح معانی الآثار کے ص۱۷ میں اخراج کیا ہے۔ اس حدیث سے گردن کے مسح پر دلیل پکڑی جاتی ہے۔ اور گردن کا مسح ہمارے نزدیک صحیح یہی ہے کہ مستحب ہے اور بعض نے سنّت بھی کہا ہے۔ نیز ابو نعیم نے تاریخ اصبہان میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عُنُقَهٗ لَمْ يُغَلَّ بِالْاَغْلَالِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

(تلخیص صفحہ ۳۴)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص وضو کرے اور گردن کا مسح کرے۔ وہ دن قیامت کے طوق نہیں پہنایا جائیگا نیز دیلمی نے مسند الفردوس میں حدیث ابن عمر کی روایت کی ہے۔

ؔ قذال بفتح قاف گدی کے اوّل کو کہتے ہیں۔ ۱۲ منہ م

مَسْحُ الرَّقْبَةِ اَمَانٌ مِنَ الْغُلِّ۔

کہ گردن کا مسح دوزخ کے طوق سے امان ہے۔ (تحفۃ الطلبہ ص۲)

نیز ابو عبید کتاب الطہور میں موسیٰ بن طلحہ سے روایت کرتے ہیں۔

اَنَّہٗ قَالَ مَنْ مَسَحَ قَفَاہُ مَعَ رَأْسِہٖ وَقِیَ الْغُلَّ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔

کہا اس نے کہ جو شخص اپنی قفا (پشت گردن) کا مسح سر کے ساتھ کرے۔ وہ قیامت کے دن طوق (نار) سے محفوظ رہے گا۔

یہ حدیث تلخیص صفحہ ۳۴، تحفۃ الطلبہ صفحہ ۳ میں ہے ابن حجر تلخیص ص۳۴ میں اس حدیث کو ذکر کر کے لکھتے ہیں۔

قُلْتُ فَیَحْتَمِلُ اَنْ یُّقَالَ ھٰذَا وَاِنْ کَانَ مَوْقُوْفًا فَلَہٗ حُکْمُ الرَّفْعِ لِاَنَّ ھٰذَا لَا یُقَالُ مِنْ قِبَلِ الرَّایِ فَھُوَ عَلٰی ھٰذَا مُرْسَلٌ.....

یعنی حدیث موسےٰ بن طلحہ کی نسبت احتمال ہے کہ کہا جائے یہ اگرچہ موقوف ہے لیکن اس کو حکم رفع کا ہے۔ کیونکہ یہ (امر کہ قیامت کے دن طوق سے محفوظ رہے گا) رائے سے نہیں کہا جا سکتا (بلکہ شارع علیہ السلام سے سنکر ایسے امر کی نسبت کہہ سکتے ہیں) پس وہ اس پر مرسل ہے۔

مولانا وصی احمد سورتی حاشیہ نیۃ المصلی ص۲۵

میں علی قاری محدث مکی سے نقل فرماتے ہیں۔

وَالْحَدِيْثُ مَوْقُوْفٌ اِلَّا اَنَّهٗ فِیْ حُكْمِ الْمَرْفُوْعِ لِاَنَّ مِثْلَهٗ لَا يُقَالُ بِالرَّاْيِ وَيُقَوِّيْهِ مَا رُوِیَ مَرْفُوْعًا فِیْ مُسْنَدِ الْفِرْدَوْسِ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ بِسَنَدٍ ضَعِيْفٍ اِلَّا اَنَّ الضَّعِيْفَ يُعْمَلُ بِهٖ فِیْ فَضَائِلِ الْاَعْمَالِ بِالْاِتِّفَاقِ۔ انتہیٰ۔

یعنی اگرچہ یہ حدیث موقوف ہے مگر حکماً مرفوع ہے۔ اس لیے کہ اس کی مثل رائے سے نہیں کہا جاتا۔ اور اس حدیث کو قوی کرتی ہے۔ وہ حدیث جو مرفوعاً مسند الفردوس میں ابن عمر کی حدیث سے روایت کی گئی۔ اس کی سند ضعیف تو ہے لیکن فضائل اعمال میں بالاتفاق ضعیف روایت پر عمل کیا جاتا ہے۔

علاوہ اس کے شیخ ابن الہمام فتح القدیر صفحہ ۹ میں حدیث وائل رضی اللہ عنہ کی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے وضوء کی حکایت میں لایا ہے۔ جس میں یہ لفظ ہے۔

ثُمَّ مَسَحَ عَلٰی رَاْسِهٖ ثَلٰثًا وَظَاهِرَ اُذُنَيْهِ ثَلٰثًا وَّظَاهِرَ رَقَبَتِهٖ۔ (الحدیث)

اس حدیث سے بھی ظاہر گردن کا مسح ثابت ہوتا ہے۔ فتح القدیر میں اس حدیث کو ترمذی کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ شاید کاتب کی غلطی ہے یا علامہ موصوف کا وہم۔ ترمذی کے نسخ متداولہ میں یہ حدیث نہیں۔ البتہ علامہ عینی نے شرح ہدایہ صفحہ ۹۱ میں اور زیلعی نے تخریج ہدایہ صفحہ ۸ میں اور ابن حجر نے درایہ

میں اس حدیث کو بحوالہ مسند بزار نقل کیا ہے۔ کما فی تحفۃ الکملہ، صفحہ ۵۔

خلاصۂ کلام یہ کہ مسح گردن مستحب ہے، بدعت نہیں۔ کیوں کہ حدیث میں آیا ہے اور جو امر ضعیف حدیث سے بھی ثابت ہو۔ بدعت نہیں ہوتا اور سنت بھی نہیں کہ حدیث صحیح سے ثابت نہیں۔ نہ دوام ثابت ہے۔ اگر زیادہ تحقیق منظور ہو تو شیخ عبدالحیؒ لکھنوی کا رسالہ تحفۃ الطلبہ اس باب میں کافی ہے۔ واللہ اعلم۔

دونوں پاؤں کا دھونا

اس بارہ میں احادیث متواترہ آئی ہیں۔ اور صحابہ کرام کا اس پر اجماع ہے کہ پاؤں کو وضوء میں دھویا جائے۔ حافظ ابن حجر فتح الباری صفحہ ۲۱۳ جلد ۱ میں فرماتے ہیں۔

قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ اَبِیْ لَیْلٰی اَجْمَعَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی غَسْلِ الْقَدَمَیْنِ۔ (رواہ سعید بن منصور)

ۓ مولوی ثناء اللہ اہلحدیث مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۴۲ء کے پرچہ میں ایک سوال کے جواب میں لکھتا ہے۔ جو امر کسی غیر صحیح روایت میں آوے اس کی سنیت ثابت نہیں ہوسکتی۔ لیکن اس کو بدعت بھی نہیں کہہ سکتے۔ اس کی مثال مسح گردن ہے۔ جو صحیح روایت ثابت نہ ہونے کی وجہ سے سنت نہیں۔ لیکن بدعت بھی نہیں۔

(انتہٰی۔ منہ عفی عنہ)

یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے پاؤں کے دھونے پر اجماع کیا ہے۔ اس کو سعید بن منصور نے روایت کیا۔

اور پاؤں کے دھونے کی احادیث ہم پیچھے نقل کر آئے ہیں۔ فلا نعیدہا۔

وضو میں کوئی جگہ خشک نہ رہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا اس نے دیکھا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی آدمی کو۔ کہ اس کے پاؤں میں بقدر ناخن پانی نہ پہنچا تھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اِرْجِعْ فَاَحْسِنْ وُضُوْءَكَ۔ پھر جا اپنا وضو اچھا کر۔ اس حدیث کو ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا۔ مشکوٰۃ صد ۳۸ میں حضرت عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے۔ کہا اس نے کہ ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مکہ شریف سے مدینہ شریف کی طرف پھرے۔ یہاں تک کہ راستے میں ایک پانی پر پہنچے تو ایک قوم نے عصر کی نماز کے لیے وضوء کرنے میں جلدی کی۔ پس پہنچے ہم طرف ان کی اور ایڑیاں ان کی چمک رہی تھیں۔ نہیں پہنچا تھا ان کو پانی تو فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے وَيْلٌ لِّلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ اَسْبِغُوا الْوُضُوْءَ۔ ویل ہے ایڑیوں کے لیے آگ سے۔ کامل کرو وضوء۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا۔

معلوم ہوا کہ وضوء کے اعضاء میں سے کوئی جگہ خشک رہ جائے۔ تو وضوء درست نہیں نہ نماز۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پاؤں دھونے چاہئیں۔ مسح کافی نہیں۔ اس حدیث میں شیعہ مذہب کی تردید ہے کہ وہ پاؤں پر مسح کرتے

ہیں حالانکہ علی رضی اللہ عنہ سے پاؤں کا دھونا فریقین کی کتب سے ثابت ہے۔ (دیکھو کافی کلینی)

وضو میں داہنی طرف کا پہلے دھونا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا اس نے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اِذَا تَوَضَّأْتُمْ فَابْدَءُوْا بِمَيَامِنِكُمْ۔ جب تم وضو کرو۔ تو داہنی طرف کو پہلے شروع کرو۔ اس حدیث کو ابوداؤد، ترمذی، انسائی، ابن ماجہ نے روایت کیا۔ اور ابو خزیمہ نے صحیح کہا۔
آثار السنن صہ۲۳ مشکوٰۃ صہ۳۸

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ کہا انہوں نے
كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ فِيْ شَانِهٖ كُلِّهٖ فِيْ طُهُوْرِهٖ وَتَرَجُّلِهٖ وَتَنَعُّلِهٖ۔ (متفق علیہ)
یعنی تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم دوست رکھتے داہنی طرف سے شروع کرنے کو جب تک ہو سکتا اپنے سب کاموں میں اپنی طہارت میں، کنگھی کرنے میں، پاپوش پہننے میں۔ اس کو بخاری مسلم نے روایت کیا۔ (مشکوٰۃ صہ۳۸)

اعضاء کا تین تین بار دھونا

صفت وضوء میں حدیث حمران بیان ہو چکی ہے جس میں منہ اور ہاتھوں

اور پاؤں کا تین تین بار دھونا مذکور ہے۔ علاوہ اس کے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

دَعَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِوُضُوْءٍ فَغَسَلَ وَجْھَہٗ وَیَدَیْہِ مَرَّۃً وَرِجْلَیْہِ مَرَّۃً وَقَالَ ھٰذَا وُضُوْءُ مَنْ لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ مِنْہُ غَیْرَہٗ وَیَدَیْہِ مَرَّتَیْنِ مَرَّتَیْنِ ثُمَّ قَالَ ھٰذَا وُضُوْءُ مَنْ یُّضَاعِفُ اللّٰہُ لَہُ الْاَجْرَ ثُمَّ مَکَثَ سَاعَۃً وَدَعَا بِوُضُوْءٍ فَغَسَلَ وَجْھَہٗ ثَلٰثًا وَیَدَیْہِ ثَلٰثًا ثُمَّ قَالَ ھٰذَا وُضُوْءُ نَبِیِّکُمْ وَوُضُوْءُ النَّبِیِّیْنَ قَبْلَہٗ اَوْ قَالَ قَبْلِیْ۔ (رواہ ابوعلی بن السکن فی صحیحہ تلخیص جلد ۱ صفحہ ۳۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضوء کے لیے پانی منگایا تو اپنا منہ اور دونوں ہاتھوں کو ایک بار اور دونوں پاؤں کو ایکبار دھویا۔ اور فرمایا۔ یہ وضوء اس شخص کا ہے جس سے نہیں قبول کرتا اللہ تعالیٰ سوائے اس کے (یعنی ایک ایک بار دھونا فرض ہے۔ اس سے کم مقدار اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا) پھر ٹھہرے ایک ساعت اور وضوء کے لیے پانی منگایا تو منہ اور ہاتھوں کو دو دو بار دھویا۔ اور فرمایا۔ یہ وضوء اس شخص کا ہے جس کو اللہ تعالیٰ دُگنا ثواب عطا فرمایا ہے (کیونکہ اس نے مقدار فرض سے زیادہ کیا۔ اس لیے ثواب بھی زیادہ ہوگا) پھر آپ ایک ساعت اور ٹھہرے اور وضوء

کے لیے پانی منگایا۔ اور اپنے منہ اور دونوں ہاتھوں کو تین بار دھویا۔ پھر فرمایا۔ یہ وضوء ہے تمہارے نبی کا (یعنی میرا) اور وضو ہے ان انبیاء کا جو اس سے پہلے ہو لئے۔ راوی کو شک ہے کہ یا آپ نے فرمایا مجھ سے پہلے۔ اس حدیث کو ابو علی نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ تین بار دھونا افضل اور مسنون ہے۔ گو ایک بار یا دو بار بھی جائز ہے۔

تین بار سے زیادہ اور ایک بار سے کم دھونا نہیں چاہیے

تلخیص الحبیر صفحہ ۳۰ جلد اوّل میں ابوداؤد و نسائی و ابن خزیمہ و ابن ماجہ کے حوالہ سے لکھا ہے:

اِنَّ رَجُلاً اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ الطَّھُوْرُ فَدَعَا بِمَاءٍ فِیْ اِنَاءٍ فَغَسَلَ کَفَّیْہِ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ وَجْھَہٗ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ ذِرَاعَیْہِ ثَلَاثًا ثُمَّ مَسَحَ بِرَاْسِہٖ ثُمَّ اَدْخَلَ اِصْبَعَیْہِ فِیْ اُذُنَیْہِ وَمَسَحَ بِاِبْھَامَیْہِ عَلٰی ظَاھِرِ اُذُنَیْہِ وَ بِالسَّبَّابَتَیْنِ بَاطِنَ اُذُنَیْہِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَیْہِ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ ھٰکَذَا الْوُضُوْءُ مَنْ زَادَ عَلٰی ھٰذَا اَوْ نَقَصَ فَقَدْ اَسَاءَ وَ ظَلَمَ۔

یعنی ایک شخص حضور علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور کہا یا رسول اللہ!
وضو کس طرح ہے۔ پس آپ نے ایک برتن میں پانی منگایا۔ اور
اپنی دونوں ہتھیلیوں کو تین بار دھویا۔ پھر منہ کو تین بار پھر دونوں
ہاتھوں کو تین بار دھویا۔ پھر سر کا مسح کیا۔ پھر اپنی دو انگلیوں کو دونوں
کانوں میں داخل کیا۔ اور دونوں انگوٹھوں سے ظاہر کانوں کا اور
دونوں انگشت شہادت سے باطن کانوں کا مسح کیا۔ پھر دونوں
پاؤں کو تین تین بار دھویا۔ پھر فرمایا۔ اسی طرح ہے وضو، جو شخص اس
پر زیادہ کرے یا کمی کرے تو اس نے بُرا کیا اور ظلم کیا۔

اس حدیث میں بحالتِ نقصان ظلم و اساءۃ کا بیان ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بے شک جو شخص ایک بار دھونے میں نقص رکھے۔ یعنی کوئی لُمعہ خشک جگہ نہ رہ جائے تو اس نے ظلم کیا۔ نہ یہ کہ تین بار سے کم دھونا منع ہے۔ کیونکہ بالاتفاق ایک بار دو بار دھونا جائز ہے۔ اور ایک حدیث سے اس مطلب کی تائید ہوتی ہے جو احیاء السنن کے صفحہ ۲۸ میں مرفوعاً مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

اَلْوُضُوْءُ مَرَّةً مَرَّةً وَثَلٰثًا فَاِنْ نَقَصَ مِنْ وَاحِدَةٍ اَوْ
زَادَ عَلٰی ثَلٰثَةٍ فَقَدْ اَخْطَاءَ۔

یعنی وضوء ایک ایک بار ہے اور تین تین بار۔ پس اگر ایک
بار سے کوئی کم کرے یا تین بار سے زیادہ کرے تو اس نے
خطا کی۔

اور صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ یہ وعید اس شخص کے حق میں ہے جو تین بار کو عدد مسنون نہ سمجھ کر کم یا زیادہ کرے۔ اور ہدایہ کے حواشی میں ہے کہ اگر تین بار سے زیادہ بقصدِ وضوء بر وضو کرے یا دل کے اطمینان کے لیے جب کہ اس کو کچھ شک ہو۔ اور تین بار سے کم کسی حاجت کے لیے ہو۔ مثلاً پانی کم ہو تو کوئی ڈر نہیں۔

وضوء کی دُعائیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا اس نے، فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُبْلِغُ اَوْ فَيُسْبِغُ الْوُضُوْءَ ثُمَّ يَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اِلَّا فُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةِ يَدْخُلُ مِنْ اَيِّهَا شَاءَ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَ التِّرْمِذِيُّ وَ زَادَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَ اجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ۔ (مشکوٰۃ ص ۳۸)

نہیں کوئی تم میں سے کہ وضوء کرے۔ پس مبالغہ کرے یعنی نہایت کو پہنچائے (یا فرمایا) پورا کرے وضوء کو پھر کہے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ

اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ۔ مگر کھولے جاتے ہیں اس کے لیے بہشت کے آٹھوں دروازے جس سے چاہے داخل ہو۔ اس کو مسلم نے روایت کیا اور ترمذی نے شہادتیں پر یہ بھی زیادہ کیا۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ

اور نسائی اور حاکم کی روایت میں بعد اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ کے سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ۔ بھی آیا ہے۔ کذا فی مظاہر حق ۱۲۳۔ وشرح سفر صفحہ ۴۰ مفتاح الصلوٰۃ صفحہ ۷ میں جمع الجوامع سے بروایت حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک حدیث لکھی ہے جس میں ہر ایک عضو کے واسطے الگ الگ دُعا مذکور ہے۔ لیکن محدثین نے اس کو صحیح نہیں مانا۔ البتہ مشائخ رحمہم اللہ نے اُسے پسند فرمایا ہے کہ فضائل میں ضعیف بھی مقبول ہے۔

بعض روایات میں سورۃ اِنَّآ اَنْزَلْنَا کا بعد وضوء کے پڑھنا بھی آیا ہے اور بعض میں درود شریف کا پڑھنا وضوء کے بعد مروی ہے۔ پہلی حدیث بحوالہ دیلمی۔ دوسری بحوالہ طبرانی کبیر کنز العمال میں مذکور ہے۔

(احیاء السنن صفحہ ۴۸)

وضوء کا ثواب

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا اس نے فرمایا رسولِ خدا

صلی اللہ علیہ وسلم نے:

اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰی مَا يَمْحُوا اللّٰهُ بِهٖ الْخَطَايَا وَ يَرْفَعُ بِهٖ الدَّرَجَاتِ قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَى الْمَكَارِهِ وَكَثْرَةُ الْخُطَا اِلَى الْمَسَاجِدِ وَ اِنْتِظَارُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَذَالِكُمُ الرِّبَاطُ۔ (رواہ مسلم)

یعنی کیا نہ بتلاؤں میں تم کو وہ چیز کہ دور کرے اللہ تعالیٰ بسبب اس کے گناہ اور بلند کرے بسبب اس کے درجے یعنی مراتب جنتوں میں۔ کہا اصحاب نے۔ ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! فرمایا پورا کرنا وضوء کا وقت مشقت کے یعنی بیماری میں یا بہت جاڑے میں۔ اور کثرت سے رکھنا قدموں کا طرف مسجدوں کے یعنی بسبب دور ہونے مسجد کے گھر سے۔ اور انتظار کرنا نماز کا بعد نماز کے۔ پس یہ ہے رباط۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا۔

(مشکوٰۃ۔ صفحہ ۳۰)

وَعَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ جَسَدِهٖ حَتّٰى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ اَظْفَارِهٖ۔

(متفق علیہ۔ مشکوٰۃ صفحہ ۳۰)

فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص وضوء کرے پس

اچھا وضوء کرے۔ یعنی وضوء کی سنتوں اور مستحبوں کی رعایت کرے۔
اس کے گناہ اس کے بدن سے نکل جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ
اس کے ناخنوں کے نیچے سے نکل جاتے ہیں۔
یعنی وضوء کرنے والے کے ہر ایک عضو کے گناہ وضوء کرنے سے معاف ہو
جاتے ہیں۔ اس حدیث کو بخاری و مسلم نے روایت کیا۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ اَوِالْمُؤْمِنُ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ خَرَجَ مِنْ وَجْهِهٖ كُلُّ خَطِيْئَةٍ نَظَرَ اِلَيْهَا بِعَيْنَيْهِ مَعَ الْمَاءِ اَوْمَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ فَاِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَ مِنْ يَدَيْهِ كُلُّ خَطِيْئَةٍ كَانَ بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ اَوْمَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ فَاِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَ كُلُّ خَطِيْئَةٍ مَشَتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَاءِ اَوْمَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ حَتّٰى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِنَ الذُّنُوْبِ - (رواہ مسلم)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا اس نے فرمایا
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بندہ مسلمان (یا فرمایا مومن)
وضوء کا ارادہ کرتا ہے تو منہ دھوتا ہے۔ نکلتا ہے اس کے
منہ سے ہر گناہ کہ دیکھا تھا طرف اس کی ساتھ آنکھوں اپنی کے
ساتھ پانی کے یا فرمایا ساتھ آخر قطرہ پانی کے۔ پس جس وقت

ہاتھوں کو دھوتا ہے تو نکلتا ہے اس کے ہاتھوں سے ہر گناہ کہ پکڑا تھا اس کو اس کے ہاتھوں نے ساتھ پانی کے۔ یا فرمایا ساتھ آخر قطرہ پانی کے۔ پس جب دھوتا ہے پاؤں اپنوں کو تو نکلتا ہے ہر گناہ کہ چلے تھے اس کی طرف پاؤں اس کے ساتھ پانی کے۔ یا فرمایا ساتھ آخر قطرہ پانی کے یہاں تک کہ نکل آتا ہے وضوء کرنے والا پاک گناہوں سے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا۔

معلوم ہوا کہ وضوء کرنے والا گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اور اس کی نماز بلندئ درجات کا سبب ہوتی ہے۔

غسل کا بیان

اللہ جل شانہٗ نے فرمایا۔ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا۔ یعنی اگر تم جنبی ہو۔ تو غسل کرو۔ (پ۶)

اس آیت میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے حالتِ جُنب میں غسل کرنے کا حکم فرمایا غسل مرد اور عورت پر واجب ہے جب کہ شہوت کے ساتھ منی[1] نکلے خواہ احتلام میں نکلے یا جماع سے۔ یا کسی اور طریق سے منی کا نکلنا غسل کو واجب کرتا ہے۔ اور التقاء ختانین سے بھی غسل لازم ہے یعنی

---

[1] امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک منی کا اپنے مکان سے جدا ہونا شہوت کے ساتھ موجب غسل ہے۔ امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ بوقت خروج منی بہ شہوت شرط فرماتے ہیں۔

حشفہ کے غائب ہونے سے اگرچہ انزال نہ ہو۔ اور خاص عورت کو حیض اور نفاس کے انقطاع سے غسل لازم ہے۔

طریق غسل یہ ہے کہ پہلے اپنے دونوں ہاتھوں کو دھوئے پھر شرمگاہ کو اور اگر بدن پر نجاست ہو تو اس کو دور کرے۔ پھر وضو کرے جس طرح کہ نماز کے لیے کیا جاتا ہے۔ پھر سر پر پانی ڈالے۔ پھر سارے بدن پر پانی بہائے اور کوئی جگہ خشک نہ رہے مضمضہ اور استنشاق میں خوف مبالغہ کرے۔ پھر الگ ہو کر پاؤں کو دھوئے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ بَدَءَ فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثُمَّ يَتَوَضَّاءُ كَمَا يَتَوَضَّاءُ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ يُدْخِلُ اَصَابِعَهٗ فِي الْمَاءِ فَيُخَلِّلُ بِهَا اُصُوْلَ شَعْرِهٖ ثُمَّ يَصُبُّ عَلٰى رَأْسِهٖ ثَلٰثَ غَرَفَاتٍ بِيَدَيْهِ ثُمَّ يُفِيْضُ الْمَاءَ عَلٰى جِلْدِهٖ۔ متفق علیہ۔ وفی روایۃ لمسلم۔ يَبْدَءُ فَيَغْسِلُ يَدَيْهِ قَبْلَ اَنْ يُّدْخِلَهُمَا الْاِنَاءَ ثُمَّ يُفْرِغُ بِيَمِيْنِهٖ عَلٰى شِمَالِهٖ فَيَغْسِلُ فَرْجَهٗ ثُمَّ يَتَوَضَّاءُ

(مشکوٰۃ شریف صہ ۴۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ کہا اس نے تھے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل کرتے جنابت سے تو شروع

میں دونوں ہاتھ دھوتے۔ پھر وضوء فرماتے جس طرح نماز کے لیے وضوء کیا کرتے تھے۔ پھر اپنی انگلیاں پانی میں ڈالتے اور ان سے بالوں کی جڑوں کا خلال فرماتے۔ پھر اپنے ہاتھ سے اپنے سر پر تین لپ پانی ڈالتے۔ پھر اپنے تمام جسم پر پانی بہاتے (اس کو بخاری، مسلم نے روایت کیا) اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ شروع میں دونوں ہاتھ دھوتے۔ برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے۔ پھر دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالتے۔ اور شرمگاہ کو دھوتے پھر وضوء فرماتے۔

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَتْ مَيْمُوْنَةُ وَضَعْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُسْلًا فَسَتَرْتُهُ بِثَوْبٍ وَصَبَّ عَلٰى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ صَبَّ بِيَمِيْنِهٖ عَلٰى شِمَالِهٖ فَغَسَلَ فَرْجَهٗ فَضَرَبَ بِيَدِهِ الْاَرْضَ فَمَسَحَهَا ثُمَّ غَسَلَهَا فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهٗ وَذِرَاعَيْهِ ثُمَّ صَبَّ عَلٰى رَاْسِهٖ وَاَفَاضَ عَلٰى جَسَدِهٖ ثُمَّ تَنَحّٰى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ فَنَاوَلْتُهٗ ثَوْبًا فَلَمْ يَاْخُذْهُ فَانْطَلَقَ وَهُوَ يَنْفُضُ يَدَيْهِ۔ (متفق علیہ واللفظ للبخاری مشکوٰۃ صفحہ ۴۷)

ابن عباس سے روایت ہے۔ کہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غسل کا پانی رکھی

برتن میں) رکھا۔ اور کپڑے کے ساتھ آپ کو پردہ کیا۔ آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا اور ران کو دھویا۔ پھر ڈالا۔ اور دھویا۔ پھر دائیں ہاتھ کے ساتھ بائیں پر پانی ڈالا اور شرمگاہ کو دھویا۔ پھر اپنا ہاتھ زمین پر مارا اور مٹی پر ملا۔ پھر اس کو دھویا۔ پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔ اور منہ دھویا اور دونوں بازوؤں کو دھویا۔ پھر سر پر پانی ڈالا۔ اور باقی تمام جسم پر پانی بہایا۔ پھر اس مکان سے جدا ہو کر دونوں پیر دھوئے۔ پھر میں آپ کے پاس کپڑا لائی۔ سو آپ نے نہ لیا اور ہاتھوں کو جھاڑتے ہوئے نکلے۔

غسل میں مضمضہ اور استنشاق فرض ہے

اللہ تعالیٰ نے آیت وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا میں جمیع بدن کے پاک کرنے کا امر فرمایا ہے۔ پس بدن کے ہر حصہ میں جہاں جس جگہ پانی کا پہنچانا مشکل ہو جیسے آنکھوں کے اندر، تو وہ جگہ اس حکم میں داخل نہیں۔ منہ اور ناک میں پانی بلاحرج پہنچ سکتا ہے۔ اس لیے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا اس حکم میں داخل ہوگا۔

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَكَ مَوْضِعَ شَعْرَةٍ مِنْ جَنَابَةٍ لَمْ يَغْسِلْهَا فُعِلَ بِهَا كَذَا وَكَذَا مِنَ النَّارِ قَالَ عَلِيٌّ فَمِنْ ثَمَّ عَادَيْتُ رَأْسِيْ فَمِنْ ثَمَّ

عَادَیْتُ رَأْسِیْ فَمِنْ ثَمَّ عَادَیْتُ رَأْسِیْ وَکَانَ یَجُزُّ شَعْرَہٗ۔

(رواہ ابو داؤد جلد ا صفحہ ۱۱۳۔ مع عون المعبود۔ ابن حجر نے تلخیص ص ۵۲ جلد ا میں اس کی سند کو صحیح لکھا ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۴۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص جنابت میں ایک بال کی جگہ بھی بغیر دھوئے چھوڑ دے تو اس کے ساتھ ایسا اور ایسا کیا جائے گا۔ عذاب دوزخ سے کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی واسطے میں سر کے بالوں کا دشمن ہو گیا۔ اسی واسطے میں سر کے بالوں کا دشمن ہو گیا۔ اسی واسطے میں سر کے بالوں کا دشمن ہو گیا۔ اور وہ (حضرت علی) بالوں کو کٹوا دیا کرتے تھے۔ اس کو ابو داؤد نے روایت کیا۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ناک میں پانی پہنچانا جنبی کو واجب ہے کیونکہ ناک میں بھی بال ہوتے ہیں۔ اور حدیث میں جو بال کی جگہ مذکور ہے وہ ناک کے بالوں کی جگہ بھی شامل ہے۔ لہذا یہ حدیث ناک کے باطن کے دھونے کی فرضیت ؎ پر دلالت کرتی ہے۔

عَنْ اَبِیْ ذَرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

؎ مراد فرض سے فرض عملی ہے۔ کیونکہ یہ حدیث خبر واحد ہے۔ اور خبر واحد سے فرض اعتقادی نہیں ثابت ہوتا۔ ۱۲ منہ

وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الصَّعِيْدَ الطَّيِّبَ طَهُوْرُ الْمُسْلِمِ وَ اِنْ لَّمْ يَجِدِ الْمَآءَ عَشْرَ سِنِيْنَ فَاِذَا وَجَدَ الْمَآءَ فَلْيُمِسَّهُ بَشَرَتَهُ فَاِنَّ ذَالِكَ خَيْرٌ۔

(رواہ الترمذی وحسنہ۔ (ترمذی صہ۱۸ ج ۱)

ابوذر سے روایت ہے۔ کہا اس نے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مٹی پاک مسلمان کی طہارت ہے۔ یعنی وضو اور غسل کے عوض اس سے بوقت ضرورت تیمم کر سکتا ہے۔ اگرچہ دس سال پانی نہ پائے۔ پس جب پانی پائے تو اُسے اپنے ظاہر جلد پر پہنچائے کیونکہ یہ اس کے لیے بہتر ہے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا اور حسن کہا۔

اس حدیث میں لفظ بشرہ ہے جس کے معنی ظاہر جلد کے ہیں جس میں منہ اور ناک کی جلد بھی داخل ہے۔ کیونکہ وہ بھی بعض احوال میں ظاہر نظر آتی ہے تو اس حدیث سے مضمضہ اور استنشاق غسل میں واجب ثابت ہوا۔ اگر وضوء میں ان دونوں کی عدم فرضیت کی دلیل نہ ہوتی تو وضوء میں بھی مضمضہ واستنشاق اس حدیث سے فرض ثابت ہوتا۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ كُلِّ شَعْرَةٍ جَنَابَةٌ فَاغْسِلُوا الشَّعْرَ وَاَنْقُوا الْبَشَرَةَ۔

(رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ۔ (مشکوٰۃ صہ۴۸)

ابوہریرہ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر بال کے نیچے جنابت ہے۔ پس دھوؤ بالوں کو۔ اور پاک کرو ظاہر چمڑا کو۔ اس کو ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ نے روایت کیا۔

اس حدیث میں بھی لفظ بشرہ ہے جس کے معنی ظاہر چمڑا کیا گیا ہے۔ اس سے بھی ناک اور منہ کے جلد کے پاک کرنے کا حکم ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ بھی ظاہر جلد ہے۔ نیز ناک کے بالوں کے نیچے بھی جنابت ثابت ہوئی۔ پس دھونا لازم ہوا۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْاِسْتِنْشَاقَ فِي الْجَنَابَةِ ثَلَاثًا۔

(رواہ الدارقطنی فی صفحہ ۴۳۔ جلد ۱)

محمد بن سیرین تابعی سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنابت کے غسل میں ناک میں تین[1] بار پانی ڈالنے کا امر فرمایا۔ اس کو دارقطنی نے روایت کیا۔

فائدہ: ہم نے سَنَّ کے معنی اَمَرَ کے اس لیے کیے ہیں کہ دارقطنی کے صفحہ ۴۳ جلد ۱ میں یہی حدیث بروایت عبید اللہ مروی ہے اس میں بجائے سَنَّ کے اَمَرَ ہے۔ وَالْحَدِيْثُ يُفَسِّرُ بَعْضُهٗ بَعْضًا۔

---

[1] تین بار کی قید مزید صفائی کے لیے ہے کیونکہ تین بار دھونے کا وجوب کسی کے نزدیک صحیح نہیں۔ ۱۲ منہ

اس حدیث سے غسل میں استنشاق لازم ثابت ہوا۔ کیوں کہ ظاہر امر وجوب کے لیے ہوتا ہے۔ اور یہ حدیث اگرچہ مرسل ہے اور مرسل ہمارے نزدیک حجت ہے۔ لیکن محمد بن سیرین کی مراسل صحیح ہیں۔ (جوہر النقی صفحہ ۳۴۳۔ جلد ۱)

نیز امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے عثمان بن راشد سے۔ اس نے عائشہ بنت عجرد سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جو شخص مضمضہ اور استنشاق بھول جائے وہ نماز کا اعادہ نہ کرے۔ ہاں اگر جنبی ہو تو نماز کا اعادہ کرے۔ (دار قطنی صہ ۴۳۔ جلد ۱) ابن عباس کا یہ فتوے حکماً مرفوع ہے۔

عورت پر غسل میں گوندھے ہوئے بالوں کا کھولنا واجب نہیں

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اِمْرَاَۃٌ اَشُدُّ ضَفْرَ رَاْسِیْ اَفَاَ نْقُضُہٗ لِغُسْلِ الْجَنَابَۃِ قَالَ لَا اِنَّمَا یَکْفِیْکِ اَنْ تَحْثِیَ عَلٰی رَاْسِکِ ثَلٰثَ حَثَیَاتٍ ثُمَّ تُفِیْضِیْنَ عَلَیْکِ الْمَاءَ . . . . فَتَطْھُرِیْنَ۔ (رواہ مسلم صہ ۱۴۹۔ جلد ۱۔ مشکوۃ صہ ۴۸)

وفی روایۃ لَہٗ اَفَاَنْقُضُہٗ لِلْحَیْضَۃِ وَ الْجَنَابَۃِ فَقَالَ لَا۔ (مسلم صہ ۱۵۰)

اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ کہا اس نے میں نے عرض کی۔ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ایک عورت ہوں کہ سر کو سخت گوندھتی ہوں۔ تو کیا غسل جنابت کے لیے اس کو کھولا کروں؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ تم کو صرف یہ کافی ہے۔ کہ اپنے سر پر تین لپیں (پانی کی) ڈال لو۔ پھر اپنے بدن پر پانی بہا لو پاک ہو جاؤ گی۔ اس کو مسلم نے روایت کیا۔ اور مسلم کی ایک روایت میں آیا ہے کہ کیا میں حیض اور جنابت کے (غسل کے) لیے اس کو کھولوں۔ تو آپ نے فرمایا۔ نہیں۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عورت پر غسلِ حیض و جنابت کے لیے بالوں کا کھولنا واجب نہیں۔ البتہ اگر کھول لے تو بہتر ہے۔ ہاں بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچانا لازم ہے۔ اگرچہ حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا اس شرط سے ساکت ہے۔ لیکن حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا اور اثر جابر رضی اللہ عنہ میں اس کی تصریح ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اِنَّ اَسْمَاءَ سَئَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ غُسْلِ الْمَحِيْضِ فَقَالَ تَأْخُذُ اِحْدَيْكُنَّ مَاءَهَا وَسِدْرَتَهَا فَتَطَهَّرُ فَتُحْسِنُ الطُّهُوْرَ ثُمَّ تَصُبُّ عَلٰى رَأْسِهَا فَتَدْلُكُهُ دَلْكًا شَدِيْدًا حَتّٰى تَبْلُغَ شُئُوْنَ رَأْسِهَا ثُمَّ تَصُبُّ عَلَيْهِ الْمَاءَ۔ (الحدیث)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ کہ اس نے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حیض کے غسل کے متعلق سوال کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ کوئی تم میں سے پانی اور بیری کے پتے (ملا کر جوش دے) پھر طہارت کرے اور اچھی طرح کرے۔ پھر سر پہ پانی ڈالے اور اس کو سخت ملے یہاں تک کہ پانی سر کے بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے۔ پھر اس پر پانی ڈالے۔ (آخیر حدیث تک)

پھر اسی حدیث میں حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔

سَئَلْتُهُ عَنْ غُسْلِ الْجَنَابَةِ فَقَالَ تَأْخُذُ مَاءً فَتَطَهَّرُ فَتُحْسِنُ الطُّهُوْرَ اَوْ تُبْلِغُ الطُّهُوْرَ ثُمَّ تَصُبُّ عَلٰى رَأْسِهَا فَتَدْلُكُهُ حَتّٰى تَبْلُغَ شُئُوْنَ رَأْسِهَا ثُمَّ تُفِيْضُ عَلَيْهَا الْمَاءَ۔

(رواہ مسلم۔ جلد اوّل صفحہ ۱۵۰)

میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے غسلِ جنابت کے متعلق پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ عورت پانی لے اور طہارت کرے اور اچھی طرح کرے۔ یا یہ فرمایا۔ کہ طہارت کو کامل کرے۔ پھر اپنے سر پہ پانی ڈالے اور اس کو ملے۔ یہاں تک کہ سر کے بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچائے۔ پھر اپنے بدن پر پانی بہائے اس کو مسلم نے روایت کیا۔

اور جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث دارمی صفحہ ۱۳۷ میں ہے:

عَنْ اَبِیْ الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اِذَا اغْتَسَلَتِ الْمَرْأَۃُ مِنَ الْجَنَابَۃِ فَلَا تَنْقُضُ شَعْرَھَا وَلٰکِنْ تَصُبُّ الْمَاءَ عَلٰی اُصُوْلِہٖ وَ تَبُلُّہٗ۔

کہا جابر رضی اللہ عنہ نے کہ جب عورت جنابت سے غسل کرے تو نہ کھولے اپنے بالوں کو لیکن گرائے پانی کو جڑھوں پر اور تر کرے اس کو۔ (دارمی)

غسل کے بعد وضو کرنا ضروری نہیں

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَتَوَضَّأُ بَعْدَ الْغُسْلِ۔ رواہ خمسۃ واسناد صحیح۔

(آثار السنن ص۲۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم غسل کے بعد وضوء نہیں کیا کرتے تھے۔

یعنی غسل کے پہلے جو وضوء کیا جاتا ہے وہی کافی سمجھتے تھے۔ اگر کسی شخص کا ہاتھ غسل کرتے ہوئے شرمگاہ کو الگ جائے تو بعد غسل کے احتیاطاً وضوء کر لے تو بہتر ہے۔

موجبات غسل کے بیان میں

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً فَسَئَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِذَا حَذَفْتَ فَاغْتَسِلْ مِنَ الْجَنَابَةِ وَ اِذَا لَمْ تَکُنْ حَاذِفًا فَلَا تَغْتَسِلْ ۔ (رواہ احمد فی مسندہ ص۱۰۷ جلد۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا انہوں نے میں بہت مذی والا شخص تھا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا۔ جب تم (منی کو) پھینکو تو جنابت کا غسل کرو اور جب تم (اس طرح) نہ پھینکو تو غسل نہ کرو۔ اس کو امام احمد نے مسند میں روایت کیا۔

معلوم ہوا کہ جب منی دفق اور شہوت سے نکلے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا جَلَسَ بَیْنَ شُعَبِهَا الْاَرْبَعِ ثُمَّ جَهَدَهَا فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ وَ فِیْ حَدِیْثِ مطرٍ ۔ وَاِنْ لَمْ یُنْزِلْ ۔ (رواہ مسلم)

جب کوئی شخص عورت کے اطراف اربعہ کے درمیان بیٹھ جائے پھر اس پہ اپنی طاقت صرف کرے۔ یعنی جماع کرے۔ تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ اور مطر کی حدیث میں ہے۔ اگرچہ انزال نہ

ہو۔ اس کو مسلم نے روایت کیا۔

معلوم ہوا کہ جماع کرنے سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔ اگرچہ انزال نہ ہو۔

ترمذی جلد ۱ صـ۱۶ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ اِذَا جَاوَزَ الْخِتَانُ الْخِتَانَ وَجَبَ الْغُسْلُ۔ یعنی جب مرد کے ختنہ کا مقام عورت کے ختنہ کے موقع سے تجاوز کر جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔

ابن ماجہ کی روایت میں وَ تَوَارَتِ الْحَشْفَةُ آیا ہے۔ یعنی حشفہ غائب ہو جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔

صحیح بخاری جلد اوّل صفحہ ۴۶ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فاطمہ بنت ابی جیش کو استحاضہ آتا تھا۔ انہوں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا۔

ذَالِكِ عِرْقٌ وَلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ فَاِذَا اَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلٰوةَ وَ اِذَا اَدْبَرَتْ فَاغْتَسِلِي وَ صَلِّيْ۔ (رواہ البخاری)

یعنی یہ ایک رگ کا خون ہے حیض نہیں۔ جب حیض آوے تو نماز چھوڑ دیا کرو۔ اور جب ختم ہو جائے تو غسل کر لیا۔ اور نماز پڑھ لیا کرو۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

معلوم ہوا کہ جب حیض بند ہو تو غسل واجب ہے۔

کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۹۹ میں بحوالہ مستدرک حاکم معاذ رضی اللہ عنہ

سے مرفوعاً مروی ہے۔

إِذَا مَضٰی لِلنُّفَسَاءِ سَبْعُ ثُمَّ رَاتِ الطُّهْرَ فَلْتَغْتَسِلْ وَلْتُصَلِّ۔

جب نفاس والی عورت پر مثلاً سات روز گزریں۔ پھر وہ طہر دیکھے تو غسل کرے اور نماز پڑھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفاس سے پاک ہونے کے بعد غسل واجب ہے لیکن حدیث میں سات دن کی قید اتفاقی ہے۔ بالاجماع مراد یہ ہے کہ جب طہر دیکھ لے خواہ ایک دن کے بعد ہو۔ اس پر نماز پڑھنے کے لیے غسل واجب ہو جائے گا۔

نماز کا بیان

نماز میں نیّت کرنا

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَ اِنَّمَا لِاِمْرِئٍ مَا نَوٰی

(الحدیث متفق علیہ مشکوٰۃ ص۱۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا اس نے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ نہیں معتبر ہوتے اعمال مگر ساتھ نیتوں کے۔ اور نہیں واسطے مرد کے مگر وہ جو اس نے نیت کی۔ آخر حدیث تک اس کو بخاری، مسلم نے روایت کیا۔

امام محمد نے صفحہ ۱۴۱ میں بلفظ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّتِ روایت کیا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر نیت کے کوئی عمل مقبول نہیں۔ اور نماز کی نیت جو کہ نماز کی شرط ہے۔ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے نماز کا خلوص کے ساتھ ارادہ کرنا قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرمایا ہے۔

وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ۔

یعنی نہیں حکم کیے گئے لوگ مگر یہ کہ عبادت کریں اللہ تعالیٰ کی خالص کر کے واسطے اس کے دین کو۔"

اس آیت شریفہ میں اخلاص کا حکم ہے۔ اور اخلاص بجز نیت ہو نہیں سکتا تو معلوم ہوا کہ عبادت کے لیے نیت کی نہایت ضرورت ہے۔ ابن منذر وغیرہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ کہ نماز بدوں نیت صحیح نہیں۔ اور اس میں کسی نے خلاف نہیں کیا۔ واللہ اعلم۔

زبان سے نیت کرنا

اس میں کوئی شک نہیں کہ حقیقت نیت کی قصدِ قلبی ہے۔ اور دل کا کام ہے۔ زبان سے کہنا ضروری نہیں ہے۔ اگر زبان سے کہے اور دل کا قصد

نہ ہو۔ تو معتبر نہیں۔ البتہ اگر احضارِ قلب سے حاضر ہو تو فعلِ زبان سے اس کے خلاف نکل جائے تو کوئی ڈر نہیں۔ چونکہ دل کی نیّت صحیح ہے نماز صحیح ہوگی۔

علماء کا اختلاف ہے کہ زبان سے نیّت کرنا شرطِ صحت نماز ہے یا نہیں۔ صحیح یہی ہے کہ نہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح سفر السعادت کے صفحہ ۳۶ میں ایسا ہی لکھا ہے۔ لیکن فقہاء علیہم الرحمۃ نے لکھا ہے کہ اگر زبان سے بھی نیت کرے تو بہتر بلکہ مستحب ہے تاکہ زبان دل کے ساتھ موافق ہو جائے اور اس کا ظاہر اس کے باطن کے ساتھ مطابق ہو۔ نیز نیّت کے معنوں کا دل میں حاضر کرنا اور اس کا سمجھنا آسان ہو۔ فقیر غفرلہٗ القدیر کہتا ہے، کہ زبان کو دل کے ساتھ موافق کرنے کی تاکید ایک حدیث میں آئی ہے۔ جس سے اس وجہ کی تائید نکلتی ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ فقہاء نے جو زبان کو دل کے ساتھ موافق ہونے کے لیے زبان سے نیّت کرنا مستحسن لکھا ہے وہ بے دلیل نہیں۔ ترغیب امام منذری کے صفحہ ۵۳۴ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے:

اِنَّ الرَّجُلَ لَا یَکُوْنُ مُؤْمِنًا حَتّٰی یَکُوْنَ قَلْبُہٗ مَعَ لِسَانِہٖ سَوَاءً وَیَکُوْنُ لِسَانُہٗ مَعَ قَلْبِہٖ سَوَاءً وَلَا یُخَالِفُ قَوْلُہٗ عَمَلَہٗ وَیَاْمَنُ جَارُہٗ بَوَائِقَہٗ۔

(رواہ الاصبہانی باسناد فیہ نظر)

یعنی آدمی مومن نہیں ہوتا یہاں تک کہ اس کا دل زبان کے ساتھ، اور زبان دل کے ساتھ برابر نہ ہو۔ اور اس کا قول اس کے عمل کے خلاف ہو۔ اور اس کے شر سے اس کا ہمسایہ امن میں نہ ہو۔ معلوم ہوا کہ دل کو زبان کے ساتھ اور زبان کو دل کے ساتھ برابر کرنا چاہیئے اور وہ نیت میں جبھی ہو سکتا ہے کہ جو دل میں ارادہ ہو۔ وہ زبان سے بھی کہے۔ اس حدیث کو اصبہانی نے روایت کیا۔ لیکن امام منذری رحمہ اللہ اس کی اسناد میں کچھ شبہ فرماتے ہیں۔

فقیر کہتا ہے کہ اگر یہ حدیث از روئے سند ضعیف بھی ہو تو بھی کچھ حرج نہیں اس لیے کہ جو امر حدیث ضعیف سے بھی ثابت ہو جائے۔ وہ بھی بدعت نہیں ہوتا۔ جیسا کہ مسح گردن کے بیان میں گذرا۔ البتہ یہ شرط ہے کہ کسی حدیث صحیح کے خلاف نہ ہو۔ اور یہاں کسی حدیث صحیح میں نیت زبان سے کرنے کی ممانعت نہیں آئی۔ تو معلوم ہوا کہ زبان سے نیت کرنا بدعت نہیں۔ بلکہ زبان کو دل کے ساتھ موافق کرنے کے لیے مستحسن ہے۔ علاوہ اس کے اس حدیث کی تائید میں ایک اور حدیث ہے جس کو منذری نے ترغیب صفحہ ۴۷۱ میں بروایت احمد و ابن ابی الدنیا نقل کیا ہے کہ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے:

لَا يَسْتَقِيمُ إِيمَانُ عَبْدٍ حَتّٰى يَسْتَقِيمَ قَلْبُهٗ وَ لَا يَسْتَقِيمُ قَلْبُهٗ حَتّٰى يَسْتَقِيمَ لِسَانُهٗ۔

یعنی کسی بندہ کا ایمان مستقیم نہیں ہوتا۔ جب تک اس کا دل مستقیم نہ ہو۔ اور دل مستقیم نہیں ہوتا۔ جب تک زبان مستقیم نہ ہو۔

نیز ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس بات کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔ اس حدیث کو امام محمد نے اپنے مؤطا کے صفحہ ۱۴۰ میں مرفوعاً لکھا ہے۔ علامہ عبدالحیٔ لکھنوی نے تعلیق الممجد صفحہ ۱۴۱ میں ابن جوزی کی کتاب العلل سے اس حدیث کی ایک سند مرفوع بھی لکھی ہے۔ جو ضعیف ہے بہرحال یہ حدیث مرفوع حقیقتاً تو صحیح سند سے ثابت نہیں لیکن حضرت عبداللہ مسعود رضی اللہ عنہ پر موقوف ثابت ہے جو مسند امام احمد میں موجود ہے۔ جس کے مختصر الفاظ یہ ہیں۔

فَمَا رَاٰهُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ وَمَا رَاٰهُ سَيِّأً فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ سَيِّئٌ۔

اس کو بزار وطیالسی وطبرانی و ابونعیم نے روایت کیا ہے اور یہ بات مسلّم ہے کہ قولِ صحابی ایسے امور میں کہ رائے کا دخل نہ ہو، حکماً مرفوع ہوتا ہے۔ اصول حدیث میں یہ قاعدہ مصرح ہے۔ پس یہ قول اگرچہ مرفوع ثابت نہ ہو۔ چونکہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے اور اس میں رائے اور اجتہاد کا دخل بھی نہیں۔ اس لیے حکماً مرفوع ثابت ہوگا۔ فصحیح الاستدلال به۔

رہی یہ بات کہ ماراہ المسلمون میں کون سے مسلمان مراد ہیں۔ جن کا اچھا سمجھنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھا ہے اور بُرا سمجھنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بُرا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جو لامِ المسلمون میں ہے جنس کے لیے تو ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ اس وقت لازم آتا ہے کہ اگر ایک مسلمان بھی کسی شئے کا اچھا سمجھے تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھی ہو اگرچہ جمہور کے خلاف ہو۔ اور اس کا کوئی قائل نہیں

تو لامحالہ لام عہد کے لیے ہوگا یا استغراق کے لیے۔ پس اگر عہد کے لیے ہو تو معہود وہ مسلمان مراد ہوں گے جو صفت اسلام میں کامل ہوں۔ کیونکہ مطلق سے بوقت عدم قرینہ فرد کامل مراد ہوتا ہے۔ چنانچہ علی قاری شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

اَلْمُرَادُ بِالْمُسْلِمِيْنَ زُبْدَتُهُمْ وَ عُمْدَتُهُمْ وَهُمُ الْعُلَمَاءُ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ الْاَتْقِيَاءُ عَنِ الشُّبْهَةِ وَالْحَرَامِ۔

یعنی المسلمون میں وہ مسلمان مراد ہیں جو برگزیدہ اور عمدہ ہوں اور وہ کتاب وسُنّت کے عالم ہیں۔ جو حرام اور شبہ حرام سے بچنے والے ہیں۔ نقلہ الشیخ عبد الحئیؒ فی التعلیق صـ۱۴۱۔ اور اگر لام استغراق کے لیے ہو، تو استغراق حقیقی کا مفاد ہوگا کہ جس امر کو جمیع اہل اسلام اچھا جانیں، وہ اچھا ہوگا۔ تو اس صورت میں یہ حدیث دلیل اجماع ہوگی۔ لیکن اگر استغراق عرفی مراد لیا جائے تو پھر مقصود حاصل ہے کہ مراد اس سے مسلمان کاملین ہیں۔

اسی حدیث کی تائید میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت ہے۔ جس کی سند جیّد ہے جس کو نسائی نے صفحہ ۲۶۴ جلد ۲ میں روایت کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

فَمَنْ عَرَضَ لَهٗ مِنْكُمْ قَضَاءٌ بَعْدَ الْيَوْمِ فَلْيَقْضِ

بِمَا فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ فَاِنْ جَاءَہٗ اَمْرٌ لَیْسَ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ فَلْیَقْضِ بِمَا قَضٰی بِہٖ نَبِیُّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِنْ جَاءَہٗ اَمْرٌ لَیْسَ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ وَلَا قَضٰی بِہٖ نَبِیُّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلْیَقْضِ بِمَا قَضٰی بِہِ الصَّالِحُوْنَ فَاِنْ جَاءَہٗ اَمْرٌ لَیْسَ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ وَلَا قَضٰی بِہٖ ۔ نَبِیُّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَا قَضٰی بِہِ الصَّالِحُوْنَ فَلْیَجْتَہِدْ رَاْیَہٗ ۔

3/17 مقدمہ 167

نسائی 5397 کتاب آداب القضاۃ الحکم

یعنی جس شخص کو کسی مسئلہ کا فیصلہ پیش آوے۔ اسے چاہیئے کہ پہلے کتاب اللہ کے ساتھ فیصلہ کرے۔ اگر ایسا امر ہو کہ کتاب اللہ میں نہ مل سکے۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر فیصلہ کرے۔ اگر ایسا امر ہو کہ کتاب اللہ و سنّت رسول اللہ میں نہ مل سکے۔ تو صالحین لوگوں کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ کرے۔ اگر ان سے بھی نہ ملے تو اپنی رائے سے اجتہاد کرے۔

یہ حدیث اگرچہ قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہے۔ لیکن حکماً مرفوع ہے۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے آیا ہے کہ انہوں نے شریح (قاضی) کی طرف لکھا۔

اَنِ اقْضِ بِمَا فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ فَبِسُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ وَلَا فِیْ سُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ فَاقْضِ

بِمَا قَضٰی بِہٖ الصَّالِحُوْنَ۔ (نسائی ص۲۲۵ جلد ۲)

اب ہم دیکھتے ہیں کہ زبان سے نیت کرنا کن لوگوں نے لکھا ہے۔ اگر وہ اسلام میں کاملین اور عاملین بالکتاب والسنّتہ تھے۔ تو ان کے صالحین ہونے میں کوئی شک نہیں۔ پھر تو ان کو حَسَن سمجھنا ضرور ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک حَسَن ہوگا۔ اگر وہ علماء صالحین میں سے نہیں تو دیکھا جائیگا کہ ان کا حَسَن کہنا اصول شرعیہ کے کسی اصل کے ماتحت میں داخل ہے یا نہیں اور قرآن شریف یا حدیث صحیح کے خلاف ہے یا نہیں۔ درصورت خلاف ہونے کے اور نہ داخل ہونے کے اصول شرعیہ میں کسی اصل کے تحت میں وہ قبول نہ ہوگا۔ لیکن زبان سے نیت کرنا ان علماء نے لکھا ہے جو اسلام میں کامل اور صالح تھے اور ان کا حَسَن کہنا اصولِ شرعیہ کے اصل کے ماتحت بھی ہے۔

(۱) صاحب درمختار فقیہہ محدث عالم فاضل نحوی حافظ احادیث و مرویات طلیق اللسان فصیح البیان جید التقریر و التحریر جامع معقول و منقول صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔ آپ نے تئیس جز میں صحیح بخاری پر تعلیقات لکھیں۔ آپ کے استاد شیخ خیر الدین رملی نے آپ کی بہت تعریف کی۔ سن وفات میں صحیح بخاری کے درس شروع کرنے سے پہلے اور آخر درس میں فاتحہ پڑھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ بھیجتے تھے۔ درمختار ملتقی الابحر۔ شرح منار۔ شرح قطر اور مختصر فتاویٰ صوفیہ آپ کی تصانیف سے ہیں۔ مفصل حال آپ کا طرب الاماثل ص۲۰۱ اور حدائق الحنفیہ صفحہ ۴۲۲ میں مذکور ہے۔ آپ درمختار میں فرماتے ہیں:

والتلفظ عند الارادة بها مستحب هو المختار وقیل سنة یعنی احبة السّلف او سنة علمائنا اذ لم ینقل عن المصطفیٰ و لا التابعین بل قیل بدعة۔

یعنی زبان سے نیت کرنا مستحب ہے اور یہی مختار ہے۔ اور بعض نے کہا کہ سنت ہے۔ یعنی اس کو سلف نے اچھا سمجھا۔ ہمارے علماء کی سنت ہے۔ کیونکہ رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلم، اور صحابہ کرام اور تابعین سے منقول نہیں بلکہ کہا گیا ہے کہ بدعت ہے۔

میں کہتا ہوں۔ عدم نقل عدم وقوع کو مستلزم نہیں۔ کما فی فتح القدیر اور بدعت سے یہاں مراد بدعتِ حسنہ ہے۔

(۲) علامہ طحطاوی نے در مختار کے قول قِیْلَ بِدْعَۃٌ کے تحت میں لکھا ہے۔ لکنھا حسنة علی المعتمد لا سیّئة۔ یعنی بدعت بھی ہے تو حسنہ ہے سیّئہ نہیں۔ یہ علامہ فقیہہ عصر وحید دہر محدّث جید علّامہ محقق فاضل مدقق تھے۔ مدت تک مصر کے مفتی رہے۔ در مختار کا حاشیہ ایسی تحقیق سے لکھا کہ مقبول انام ہوا بہت سے رسائل وکتب آپ نے تصنیف فرمائے۔ وفات ۱۲۳۳ھ میں ہوئی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

(۳) علامہ شامی صفحہ ۳۰۵ میں فرماتے ہیں۔

قال فی الحلیہ ولعل الاشبہ انّہ بدعۃ حسنۃ صفۃ عند قصد جمع العزیمہ لان الانسان قد یغلب علیہ تفرق خاطرہ و قد استفاض ظہور العمل بہ فی کثیرۃ من الاعصار فی عامۃ الامصار فلا جرم انّہ ذھب فی المبسوط والھدایہ والکافی الیٰ انہ ان فعلہ لیجمع عزیمۃ قلبہ فحسن فیندفع ما قیل انہ یکرہ۔

یعنی صاحب حلیہ فرماتے ہیں کہ اشبہ یہ ہے کہ تلفظ نیت بوقت قصد موافقت بارادہ قلبی بدعت حسنہ ہے۔ کیونکہ انسان پر کبھی دل کی پراگندگی غالب آجاتی ہے۔ یعنی دل کی پراگندگی دور کرنے کے لیے زبان سے نیت کرنا بدعت حسنہ ہے۔ اور اکثر شہروں میں مدت سے اس پر عمل ہوتا چلا آرہا ہے۔ اسی واسطے صاحب مبسوط و ہدایہ و کافی اس طرف گئے ہیں۔ کہ ارادہ کی موافقت کے واسطے زبان سے نیت کرے تو اچھا ہے۔ پس جو مکروہ کہتے ہیں۔ ان کا قول مندفع ہوگیا۔

(۴) علامہ شرنبلالی حاشیہ درر غرر میں فرماتے ہیں۔

التلفظ بہا مستحب یعنی طریق حسن احبہ المشائخ لا انہ من السنۃ لانہ لم یثبت عن رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم من طریق صحیح ولا ضعیف ولا عن احد من الصحابۃ والتابعین ولا عن احد من الائمۃ الاربعۃ بل المنقول انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا اقام الی الصلوٰۃ کبر فھذہ بدعۃ حسنۃ۔

یعنی زبان سے تلفظ کرنا مستحب ہے۔ یعنی اچھا طریقہ ہے اس کو مشائخ نے محبوب رکھا ہے۔ سنت نہیں، اس لیے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی طریق صحیح یا ضعیف سے ثابت نہیں اور نہ کسی صحابی سے نہ تابعین سے نہ ائمہ اربعہ سے۔ بلکہ روایت یہ ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے پس یہ زبان سے نیت کرنا بدعتِ حسنہ ہے۔

دیکھو علامہ شرنبلانی یہ بات مان کر کہ نیت زبان سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وصحابہ وتابعین وآئمہ اربعہ سے ثابت نہیں۔ پھر بھی اس کو بدعتِ حسنہ فرماتے ہیں۔ جس سے ثابت ہوا کہ حَسَن ہونے کے لیے منقول ہونا لازم نہیں۔

(۵) فقیہہ حلبی رحمۃ اللہ علیہ شرح کبیر میں فرماتے ہیں:۔

ھذہ بدعۃ لکن عدم النقل وکونہ بدعۃ لا یۃ فی کونھا حسنۃ۔

یعنی اس کے بدعت ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ نیک نہ ہو۔

(۶) فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ فان قصد و ذکر بلسانہ کان افضل۔ یعنی نیت اگر زبان سے کرے تو افضل ہے۔

(۷) ملتقی الابحر میں ہے۔ وضم اللفظ الی القصد افضل یعنی قصد قلبی کے ساتھ تلفظ کا ضم کرنا افضل ہے۔

(۸) ہدایہ شریف میں ہے۔ ویحسن ذلک لاجتماع العزیمۃ یعنی زبان سے نیت کرنا حسن ہے۔ اس لیے کہ زبان اس کے ارادہ کے ساتھ موافق ہو جاتی ہے۔

(۹) فتاویٰ عالمگیری صفحہ ۵۰ جلد ۱ میں ہے فان فعلہ لتجتمع عزیمۃ قلبہ فھو حسن کذا فی الکافی۔ یعنی اگر زبان سے نیت کرے تاکہ ارادہ قلبی موافق ہو جائے تو نیک ہے۔ ایسا ہی کافی میں ہے۔

(۱۰) شرح وقایہ صہ ۱۵۹ جلد اول میں ہے۔ والقصد مع لفظہ افضل۔ یعنی قصد قلبی کے ساتھ زبان کا تلفظ افضل ہے۔

(۱۱) اسی طرح مختصر وقایہ میں ہے۔

(۱۲) جامع الرموز صہ ۶۱ میں ہے۔ والمختار استحباب التکلم کما فی المنیۃ۔ یعنی مختار یہ ہے کہ زبان سے نیت کرنا مستحب ہے۔ جیسا کہ منیہ میں ہے۔

(۱۳) منیہ صہ ۲۲۱ میں ہے۔ و المستحب ان ینوی بقلبہ و

یتکلّم باللّسانِ ھذا ھوالمختار۔ یعنی مستحب یہ ہے کہ دل اور زبان سے نیت کرے اور یہی مختار ہے۔

میں کہتا ہوں مجتبٰی میں اسی کو صحیح کہا ہے۔ اور اختیار میں امام محمد بن حسن رحمہ اللہ کی طرف نسبت کی ہے کہ وہ سنت فرماتے ہیں۔ اسی طرح محیط اور ہدایہ میں ہے۔ اور تجنیس میں بھی یہی مصرح ہے۔

(۱۴) علامہ علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ صـ۳۶ جلد اول میں فرماتے ہیں۔ فالاکثرون علیٰ ان الجمع بینھما مستحبّ لیسھل تعقل معنی النیّۃ و استحضارھا۔ یعنی اکثر اس طرف ہیں کہ زبان اور دل میں جمع کرنا مستحب ہے تاکہ نیت کا معنی معلوم کرنا۔ اور اس کا حاضر کرنا آسان ہو۔

(۱۵) شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں صـ۳۶ میں فرماتے ہیں "لیکن فقہا گفتہ اند کہ اگر بزبان نیز گوید بہتر است و مستحب۔ تا زبان با دل موافق و ظاہر با باطن مطابق بود و نیز تعقل معنی نیّت و استحضار آں در دل بذکر الفاظ آسان باشد۔"

شرح سفر السعادت صفحہ ۴۷ میں فرماتے ہیں: "از قواعد شرح و بضرورت عقل نیز معلوم شُد کہ اگر زبان با دل جمع شود اتم و اکمل بود۔ و ازیں جاست کہ فقہا گفتہ اند کہ اگر بلفظ نیز گوید بہتر بود فافہم۔"

اسی طرح شیخ محقق نے مدارج النبوہ صـ۲۰۰، جلد اوّل میں لکھا ہے:۔

(۱۶) علامہ قسطلانی مواہب لدنیا صفحہ ۲۱۷ جلد ۲ میں شافعی مذہب بیان کرتے ہیں۔ والذی استقر علیہ اصحابہ استحباب النطلق بھا۔ یعنی زبان سے نیت کرنے کے استحباب ہونے پر ہمارے اصحاب نے قرار پکڑا ہے۔

(۱۷) حضرت غوث الاعظم محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ غنیہ مترجم فارسی کے صفحہ ۸۶۴ میں فرماتے ہیں۔ و ان تلفظ ذالک بلسانہ کان احسن۔ یعنی اگر زبان سے نیت کرے تو بہتر ہے اور بیان وضوء میں فرماتے ہیں۔ و ان تلفظ بہ مع اعتقاد بقلبہ کان افضل صہ ۱۷ اگر زبان سے نیت کرے۔ باوجود اعتقاد قلبی کے تو افضل ہے۔ اور نماز جنازہ کے متعلق فرماتے ہیں۔ و صفتھا ان یقول اُصلّی علیٰ ھٰذا المیّت فرضا علی الکفایۃ۔ یعنی کہے نماز پڑھتا ہوں۔ اس میّت پر فرض کفایہ۔

یہ چند حوالجات جو لکھے گئے ہیں، ان کے مطالعہ سے اہل انصاف پر روشن ہو جائے گا کہ نیت زبان سے کہنا بڑے بڑے اکابر علماء نے مستحسن لکھا ہے۔ خصوصاً حضرت پیر صاحب قدس سرہٗ جن کو مخالفین بھی مانتے ہیں۔ اور جن لوگوں نے بدعت کہا ہے۔ اس سے بھی مراد بدعت حسنہ ہے۔ کما مرّ نہ بدعت سیّئہ۔ کیوں کہ حضرات فقہا علیہم الرحمۃ کی ہرگز یہ شان نہیں کہ بدعت سیئہ کے مروج ہوں۔ ان پر ایسا گمان کرنے والا

ؔ علامہ عبدالحیؒ حاشیہ ہدایہ میں فرماتے ہیں کہ اصح یہ ہے کہ بدعت حسنہ ہے۔ ۱۲ منہ

یقیناً گستاخ اور بے ادب ہوگا۔

مزید توضیح کے لیے ہم مختصر الفاظ میں ان حضرات کا حال بیان کرتے ہیں۔ تاکہ ناظرین کو ان کے علم و فضل کی وسعت کا اندازہ معلوم ہو جائے۔

علّامہ طحطاوی سید احمد طحطاوی فقیہہ عصر۔ وحید دہر، محدث جید، علامہ محقق، فاضل مدقق تھے۔ مدت تک مصر کے مفتی رہے۔ در مختار کا حاشیہ ایسی تحقیق سے لکھا کہ مقبول انام ہوا۔ اور بہت سے رسائل و کتب آپ نے تصنیف فرمائے۔ وفات آپ کی سنہ ۱۲۳۳ھ میں ہوئی۔

علّامہ شامی اپنے زمانہ کے علّامہ، فہامہ، فقیہہ، محدّث، محقق، مدقق، جامع علوم عقلیہ و نقلیہ تھے۔ علوم سید شیخ سعید حلبی و شیخ ابراہیم حلبی سے پڑھے۔ حدیث اور فقہ کی سندیں حاصل کیں۔ وفات سنہ ۱۲۶۰ھ۔

علّامہ شرنبلالی حسن بن عمار مصری شرنبلالی اعیان فقہا اور اعلم فضلا میں سے مشہور زمانہ اور معتبر فی الفتاوی تھے۔ بہت کتابیں آپ نے تصنیف کیں۔ وفات سنہ ۱۲۶۹ھ میں ہوئی۔

علّامہ حلبی شارح منیہ علوم عربیہ کے عالم تھے۔ تفسیر حدیث قرأت کے ماہر تھے۔ محدث، فاضل، فقیہہ، محقق حلب کے رہنے والے تھے۔ آپ کو فقہ اور اصول میں بڑا ملکہ

تھا۔ بڑے متقی، پرہیزگار، عابد، زاہد تھے۔ بہت لوگوں نے ان سے فیض حاصل کیا۔ ہمیشہ گھر میں یا مسجد میں علم میں مشغول رہتے تھے۔ وفات آپ کی سنہ ۹۵۶ھ میں ہوئی۔ (طرب الاماثل)

قاضی خان امام مجتہد سلطان شریعت بُرہانِ طریقت، فخر الدین، قاضی خاں بڑے امام تھے۔ معانی دقیقہ کے غواص فروع اصول میں بحرِ عمیق تھے۔ طبقہ مجتہدین فی المسائل میں آپ کو معدود کیا گیا ہے۔ علامہ قاسم بن قطلوبغا نے لکھا ہے کہ جس مسئلہ کی قاضی خاں تصحیح کرے۔ وہ غیر کی تصحیح پر مقدم ہے۔ کیوں کہ وہ بذاتہٖ فقیہہ ہے۔ وفات سنہ ۵۹۲ ہجری میں ہوئی۔

صاحب ہدایہ اپنے وقت کے امام، فقیہہ، حافظ، محدث، مفسر، جامع علوم، ضابطہ، فنون، متقن، محقق، مدقق، نظار، زاہد، اورع، بارع، فاضل، ماہر اصولی، ادیب، شاعر تھے۔ معرفتِ مذہب میں آپ کو دست گاہِ کامل حاصل تھی۔ آپ کی بزرگی اور تقدم کا آپ کے معاصرین مثل "قاضی خان اور محمود بن احمد مؤلف محیط و ذخیرہ و شیخ زین الدین وظہیر الدین محمد بن احمد بخاری مؤلف فتاوی ظہیریہ نے اقرار کیا۔ آپ کو طبقہ اصحاب ترجیح سے شمار کیا گیا ہے۔ وفات سنہ ۵۹۳ھ میں ہوئی۔

صاحب شرح وقایہ علامہ عبدالحئی مقدمہ عمدۃ الرعایہ میں کفوی سے نقل کرتے ہیں کہ صدر الشریعۃ عبید اللہ

بن مسعود صاحب شرح وقایہ و امام متفق علیہ۔ علاّمہ حافظ قوانین شریعت شیخ فروع و اصول عالم معقول و منقول فقیہہ۔ اصولی، خلافی جدلی محدّث مفسر، نحوی، لغوی، ادیب، نظّار، متکلّم، منطقی، عظیم القدر جلیل المحل کثیر العلم تھے۔ وفات ۷۴۷ھ ہجری میں پائی۔

الغرض ملّا علی قاری و شیخ عبد الحق محدث دہلوی و حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہم کے حالات خواص و عام پر روشن ہیں۔ پس ایسے ایسے فضلائے امت کا بنیت کو مستحسن لکھنا۔ بحکم ماراہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن ضرور عند اللہ حسن ہوگا۔

تکبیر تحریمہ کیوقت

کانوں تک ہاتھ اُٹھانا اور اللہ اکبر کہنا

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اپنے مسند صـ۲۴۴ میں بروایت عاصم بن وائل بن حجر روایت کرتے ہیں:

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ یُحَاذِیْ بِھِمَا شَحْمَۃَ اُذُنَیْہِ ۔ وَفِیْ رِوَایَۃٍ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ حَتّٰی یُحَاذِیْ بِھِمَا شَحْمَۃَ اُذُنَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ ۔ عَنْ وَائِلٍ اَنَّہٗ رَاَی النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ فِی الصَّلٰوۃِ حَتّٰی یُحَاذِیَ

شَحْمَةَ اُذُنَيْهِ -

حضرت وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ (بوقت تکبیر تحریمہ) دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے۔ یہاں تک کہ کانوں کی لو تک برابر ہو جائے۔

و اُخرج الطحاوی فی شرح معانی الآثار فی صـ۱۵۲ جلد ۱ عن وائل بن حجر قال رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ يُكَبِّرُ لِلصَّلٰوةِ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حِيَالَ اُذُنَيْهِ۔

وائل فرماتے ہیں۔ میں نے دیکھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بوقت تکبیر تحریمہ اُٹھاتے دونوں ہاتھوں اپنے کو برابر کانوں کے۔

وعن مالک بن الحویرثِ مثله اِلَّا اَنَّهُ قال حتّٰی یحاذی بهما فوق اُذنيهِ - (اخرجه الطحاوی صـ ۱۱۶)

یعنی حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ مگر اس میں یہ لفظ ہیں کہ یہاں تک ہاتھ اُٹھاتے کہ برابر کرتے دونوں ہاتھوں کو کانوں کے اُوپر۔

صحیح مسلم کے صـ۱۷۳ جلد ۱ میں بروایت وائل آیا ہے۔

اَنَّهُ رَاٰی النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِيْنَ دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ كَبَّرَ وَصَفَ هَمَّامُ حِيَالَ اُذُنَيْهِ - الحديث -

یعنی حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے دونوں ہاتھ اُٹھائے۔ جب نماز میں داخل ہُوئے تکبیر کہی۔ ہمام نے بیان کیا کہ برابر کانوں کے۔

وَعَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِيَالَ اُذُنَيْهِ قَالَ ثُمَّ اَتَيْتُهُمْ فَرَاَيْتُهُمْ يَرْفَعُوْنَ اَيْدِيَهُمْ اِلٰى صُدُوْرِهِمْ فِيْ افْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ وَعَلَيْهِمْ بَرَانِسُ وَ اَكْسِيَةٌ ۔ (رواہ ابوداؤد وآخرون)

وائل فرماتے ہیں۔ میں نے دیکھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب شروع کیا نماز کو اُٹھائے۔ دونوں ہاتھ مقابل کانوں کے۔ کہا وائل نے پھر آیا میں پاس ان کے۔ پس دیکھا میں نے ان کو اٹھاتے اپنے ہاتھوں کو سینوں تک شروع نماز میں اور ان پر بارانیاں اور لوئیاں تھیں۔

یعنی سردی کے سبب ہاتھوں کو باہر نہیں نکالتے تھے۔ تو اس حدیث سے معلوم ہو گیا۔ کہ جن روایتوں میں مونڈھوں کے برابر ہاتھ اُٹھانا آیا ہے۔ وہ حالتِ عذر سردی میں تھا۔ امام طحاوی نے اسی طرح تطبیق دی ہے۔ اور امام نووی شرح صحیح مسلم صہ ۱۶۸ جلد ا میں فرماتے ہیں کہ ہاتھ اس طرح اٹھانا چاہیئے کہ ہاتھ برابر مونڈھوں کے ہوں۔ اور ہاتھوں کی انگلیاں کانوں کے اوپر کے حصہ تک پہنچ جاویں۔ اور دونوں انگوٹھے کانوں کی لو تک اور

ہاتھوں کی تلیاں مونڈھوں کے برابر۔ اسی طرح ہاتھ سے سب روایتوں پر عمل ہو جاتا ہے اور یہی تطبیق امام شافعی رحمۃ اللہ سے منقول ہے۔ یہ صورت بھی ایک حدیث سے مستفاد ہوتی ہے۔ جو حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے ابوداؤد میں ہے۔

اِنَّہٗ اَبْصَرَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ قَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَرَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی کَانَتَا حِیَالَ مَنْکِبَیْہِ وَحَاذٰی بِاِبْھَامَیْہِ اُذُنَیْہِ۔

یعنی دیکھا وائل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس وقت کھڑے ہوئے طرف نماز کی۔ پس اٹھائے دونوں ہاتھ اپنے یہاں تک کہ ہو گئے مقابل مونڈھوں کے اور برابر کیا دونوں ابہاموں کو اپنے کانوں کے۔"

یہ روایت ملا علی قاری نے شرح مسند امام کے صفحہ ۴۴۲ میں کی ہے۔ تو اس صورت میں ہمارا اور شافعی کا اس مسئلہ میں اتفاق ہوا۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ کَبَّرَ ثُمَّ رَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی یُحَاذِیَ بِاِبْھَامَیْہِ اُذُنَیْہِ۔

(رواہ البیھقی فی السنن الکبیرہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب شروع کرتے نماز کو تکبیر کہتے۔ پھر اٹھاتے

دونوں ہاتھ اپنے یہاں تک کہ برابر کرتے اپنے انگوٹھوں کو اپنے کانوں کے۔ اس کو بیہقی نے سنن کبیرہ میں روایت کیا۔

کہا علی قاری نے شرح مسند میں قال ابو الفرج اسنادہ کلھم ثقات یعنی ابو الفرج فرماتے ہیں کہ اس کی سند کے کل راوی ثقہ ہیں۔

(شرح مسند صہ ۲۴۴)

اور عورت بوقت تکبیر تحریمہ اپنے مونڈھوں کے برابر ہاتھ اُٹھاوے۔ کیونکہ ہر امر میں ان کے لیے ستر کا حکم ہے۔ اور بہ نسبت کانوں تک ہاتھ اٹھانے کے مونڈھوں کے برابر ہاتھ اٹھانا عورت کے لیے زیادہ ستر ہے۔ ہدایہ میں اسی کو صحیح لکھا ہے۔

علامہ عبد الحیٔ نے عمدۃ الرعایہ میں لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں ایک حدیث بھی آئی ہے۔ لیکن اس کے الفاظ انہوں نے نہیں لکھے۔ کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۷۵ میں وہ حدیث بایں الفاظ لکھی ہے۔

اخرج الطبرانی عن وائل بن حجر مرفوعا یا وائل بن حجر اذا صلّیت فاجعل یدك حِذاءَ اُذنَیكَ وَالْمَرْءَةَ یَجْعَلُ یَدَھَا حذاء ثدییھا۔ انتھٰی

یعنی اے وائل جب تو نماز پڑھے تو ہاتھ اپنے کانوں کے برابر کر اور عورت سینے کے برابر کرے۔

علامہ عینی نے شرح ہدایہ صفحہ ۶۰۲ جلد ۱ میں لکھا ہے۔

وَعَنْ اُمِّ الدَّرداءِ وعَطَاء والزُّھري وحمَّادٍ و

غیرِھِمْ اَنَّ الْمَرْءَۃَ تَرْفَعُ یَدَیْھَا اِلٰی ثَدْیَیْھَا۔

یعنی حضرت ام الدرداء اور عطاء اور زہری اور حماد وغیرہم سے روایت ہے کہ عورت دونوں ہاتھوں کو اپنے پستانوں تک اُٹھاوے اور امام اعظم رحمۃ اللہ سے اس طرح بھی آیا ہے کہ عورت اس حکم میں مثل مرد کے ہے۔ واللہ اعلم۔

داہنے ہاتھ کا بائیں پر رکھنا

عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ النَّاسُ یُؤْمَرُوْنَ اَنْ یَّضَعَ الرَّجُلُ الْیَدَ الْیُمْنٰی عَلٰی ذِرَاعِہِ الْیُسْرٰی فِی الصَّلٰوۃِ۔

(رواہ البخاری، مشکوٰۃ صفحہ ۶۷)

یعنی تھے لوگ حکم کیے جاتے یہ کہ رکھے آدمی داہنا ہاتھ اُوپر بائیں ہاتھ اپنے کے نماز میں۔ روایت کی یہ بخاری نے۔

امام محمد کتاب الآثار صفحہ ۲۸ میں روایت کرتے ہیں۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَعْتَمِدُ بِاِحْدٰی یَدَیْہِ عَلَی الْاُخْرٰی فِی الصَّلٰوۃِ یَتَوَاضَعُ لِلّٰہِ تَعَالٰی۔

یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ایک ہاتھ کو دوسرے پر اعتماد فرماتے تھے۔ خدا تعالیٰ کی جناب میں عاجزی کرتے تھے

امام محمد اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

وَيَضَعُ بَطْنَ كَفِّهِ الْاَيْمَنِ عَلٰى رُسْغِهِ الْاَيْسَرِ تَحْتَ السُّرَّةِ فَيَكُوْنُ الرُّسْغُ فِيْ وَسْطِ الْكَفِّ۔

یعنی داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کے بند پر نیچے ناف کے رکھے تو ہاتھ کا بند ہتھیلی کے میانہ ہو جائے۔

وَعَنْ وَائِلِ بْنِ حَجْرٍ اَنَّهٗ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِيْنَ دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ وَ كَبَّرَ ثُمَّ الْتَحَفَ بِثَوْبِهٖ ثُمَّ وَضَعَ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى۔

(رواہ احمد و مسلم)

وائل بن حجر نے دیکھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ اٹھائے دونوں ہاتھ اپنے اس وقت کہ داخل ہوئے نماز میں اور تکبیر کہی۔ پھر ڈھانک لیے ہاتھ کپڑے اپنے میں۔ پھر رکھا دایاں ہاتھ اپنا بائیں ہاتھ پر۔ اس کو امام احمد اور مسلم نے روایت کیا۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ كَانَ يُصَلِّيْ فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرٰى عَلَى الْيُمْنٰى فَرَاٰهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى۔

(رواہ ابو داؤد فی صفحہ ۲۷۴، والنسائی وابن ماجہ)

یعنی عبداللہ بن مسعود نماز پڑھتے تھے۔ پس رکھا انہوں نے ہاتھ اپنا بایاں اُوپر دائیں کے۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا۔ تو اس کا دایاں ہاتھ اُس کے بائیں پر رکھ دیا۔ اس کو ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ نے روایت کیا۔

عون المعبود شرح سنن ابوداؤد کے صفحہ ۲۷۴ میں حافظ ابن حجر سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے۔

ہاتھوں کا ناف کے نیچے باندھنا

آج کل یہ مسئلہ نہایت معرکۃ الآراء ہو رہا ہے۔ حالانکہ ناف کے نیچے ہاتھوں کا باندھنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔

عن وائل بن حجر رضی اللہ عنہ قال رَأَیت النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَضَعُ یَمِیْنَہٗ عَلٰی شِمَالِہٖ تَحْتَ السُّرَّۃِ۔ (رواہ ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ)

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رکھتے ہوئے اپنا داہنا ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر نیچے ناف کے۔

اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں روایت کیا ہے۔ (عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ صفحہ ۱۶۵ جلد ۱)

یہ حدیث صحیح ہے۔ علامہ قاسم بن قطلوبغا نے اس کی سند کو جید فرمایا۔ سندھی نے اس کے رجال کو ثقہ کہا ہے۔ محمد مدنی نے اس کی سند کو قوی فرمایا۔

اس حدیث کی سند یہ ہے:

حدثنا وکیع عن موسیٰ بن عمیر عن علقمہ بن وائل عن ابیہ قال رایت النبی صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ (الحدیث)

مؤلف بلاغ المبین نے اس حدیث پر جرح کی ہے کہ سماع علقمہ کا باپ اپنے سے ثابت نہیں۔ اس لیے یہ حدیث ضعیف ہے۔ میں کہتا ہوں کہ سماع علقمہ کا اپنے باپ سے ثابت ہے۔ خود مؤلف نے صفحہ ۲۲۵ میں نسائی کی حدیث لکھی ہے جس میں علقمہ اپنے باپ سے بلفظ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ روایت کرتا ہے جو سماع پر دال ہے اور صفحہ ۲۵۸ میں یہ حدیث علقمہ بن وائل عن ابیہ لکھ کر بلوغ المرام سے قول ابن حجر لایا ہے کہ سند اس کی صحیح ہے۔ پس اگر علقمہ کا سماع اپنے باپ سے ثابت نہ ہوتا تو ابن حجر اس سند کو کیوں صحیح کہتا۔

ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ صفحہ ۱۰۵ جلد ۱ میں فرماتے ہیں۔

والصحیح ان علقمۃ سمع من ابیہ وان الذی لم یسمع من ابیہ ھو عبد الجبار بن وائل ولد بعد وفاۃ ابیہ بستۃ اشھر۔ کذا نقلہ الترمذی

عن البخاری - انتھیٰ -

یعنی صحیح یہ ہے کہ علقمہ نے اپنے باپ سے سُنا ہے اور جس نے نہیں سُنا وہ عبدالجبار بن وائل ہے جو اپنے باپ کی وفات کے چھ مہینے بعد پیدا ہوا - ایسا ہی نقل کیا ہے ترمذی نے امام بخاری سے -

مزید تحقیق اس کی مسئلہ آمین میں کی جائے گی - انشاء اللہ -

مولانا ظہیر احسن نیموری رحمہ اللہ رسالہ الدرۃ العزۃ صفحہ ۴۲ میں فرماتے ہیں کہ زیادت تحت السرہ متعدد نسخوں میں پائی جاتی ہے - مختلف علماء نے اس کو نقل کیا ہے - مُلّا حیات سندھی کے شاگرد مُلّا قاسم سندھی نے فوز الکرام میں لکھا ہے - فھٰذا الزیادۃ فی اکثر النسخ الصحیحۃ - اور یہ بھی لکھا ہے ورأیتہ بعینی فی نسخۃ صحیحۃ علیھا الامارات المصححۃ - مؤلف کہتا ہے کہ مدینہ طیبہ کے قبہ محمودیہ میں جو مشہور کتب خانہ ہے اس میں بھی مصنف کا نسخہ ہے - اس میں بھی یہ لفظ موجود ہے - انتھیٰ

(۲) عن ابی حجیفہ انّ علیاً رضی اللہ عنہ قال السُّنَّۃُ وَضْعُ الْکَفِّ عَلَی الْکَفِّ تَحْتَ السُّرَّۃِ -

(رواہ ابوداؤد صـ ۲۷۴ جلد ۱)

ابوجحیفہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ سنت ہے ہاتھ کا رکھنا ہاتھ پر نیچے ناف کے - اس کو ابوداؤد اور ابن ابی شیبہ اور امام احمد اور دار قطنی اور بیہقی

نے روایت کیا ہے۔

علامہ عینی عمدۃ القاری صفحہ ۱۵ جلد ۳ میں فرماتے ہیں۔ ان الصحابی اذا اطلق اسم السنّۃ فالمراد بہ سنۃ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی صحابی جب سنّت کا لفظ بولے تو مراد اس سے سنّتِ نبوی ہوتی ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کو سُنّت کہنا سُنّتِ نبوی مراد ہے۔ فافہم۔

اس حدیث کو ابوداؤد نے اخراج کیا۔ اور اس پر سکوت کیا۔ اور جس حدیث پر ابوداؤد سکوت کرتے ہیں وہ ان کے نزدیک قابل حجت ہوتی ہے علاوہ اس کے حدیث وائل جو پہلے گذر چکی ہے۔ یہ حدیث اس کی مؤید ہے۔

(۳) اور اسی کی تائید میں ہے۔ وہ حدیث جس کو علامہ عینی شرح بخاری صفحہ ۱۵ جلد ۱ میں لائے ہیں۔ مِنْ اَخْلَاقِ النُّبُوَّۃِ وَضْعُ الْیَمِیْنِ عَلَی الشِّمَالِ تَحْتَ السُّرَّۃِ۔ (رواہ ابن حزم من حدیث انس رضی اللہ عنہ) یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دائیں ہاتھ کا بائیں ہاتھ پر رکھنا ناف کے نیچے اخلاقِ نبوت میں سے ہے۔ اس کو ابن حزم نے روایت کیا۔

(۴) اور اسی کی تائید کرتی ہے وہ حدیث جو ابوداؤد صہ ۲۷۵ جلد اوّل میں لایا ہے۔ قَالَ اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ اَخْذُ الْاَکُفِّ عَلَی الْاَکُفِّ فِی الصَّلٰوۃِ تَحْتَ السُّرَّۃِ۔ کہا ابوہریرہ نے ہاتھوں کا ہاتھوں پر پکڑنا نماز میں ناف کے نیچے ہے۔ دارقطنی صفحہ ۱۰۰۔ اگرچہ اس کی سند میں عبدالرحمٰن متکلم فیہ ہے۔ لیکن چونکہ جرح مبہم ہے اس لیے مضر نہیں۔ علاوہ اسکے حدیث

وائل کی جو گذری ہے اس کو قوت دیتی ہے۔

(۵) اور اسی کی مؤید ہے وہ حدیث جس کو امام محمد نے کتاب الآثار صفحہ ۲۸ میں روایت کیا ہے۔ عن ابراھیم النخعی اَنَّہٗ کَانَ یَضَعُ یَدَہُ الْیُمْنٰی عَلٰی یَدِہِ الْیُسْرٰی تَحْتَ السُّرَّۃِ قَالَ مُحَمَّد نَاْخُذُ وَ ھُوَ قَوْلُ اَبِیْ حنیفۃ رضی اللہ عنہُ۔ یعنی ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ وہ دایاں ہاتھ بائیں پر نیچے ناف کے باندھا کرتے تھے۔ امام محمد فرماتے ہیں کہ ہمارا اسی پر عمل ہے اور یہی قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ اس حدیث کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے بھی اپنے مصنف میں روایت کیا ہے۔ علامہ ظہیر احسن نیموی نے آثار السنن صفحہ ۷۱ جلد اوّل میں اس حدیث کی سند کو حسن لکھا ہے۔

(۶) اور اسی کو قوت دیتی ہے وہ روایت جو آثار السنن صفحہ ۷۱ جلد ۱ میں ہے۔ عن الحجاج بن حسّان قال سَمِعْتُ اَبَا مِجْلَزًا وَ سَاَلْتُہٗ قَالَ قُلْتُ کَیْفَ اَضَعُ قَالَ یَضَعُ بَاطِنَ کَفِّ یَمِیْنِہٖ عَلٰی ظَاھِرِ کَفِّ شِمَالِہٖ وَ یَجْعَلُھُمَا اَسْفَلَ مِنَ السُّرَّۃِ۔ (رواہ ابوبکر بن ابی شیبہ و اسنادہ صحیح) حجاج فرماتے ہیں۔ میں نے ابو مجلز (تابعی) سے پوچھا کہ کیوں کر ہاتھ باندھوں۔ کہا کہ داہنی ہتھیلی کو بائیں کف کے ظاہر پر رکھے نیچے ناف کے۔ یہ اثر صحیح ہے۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ ابوداؤد صفحہ ۲۷۵ میں فرماتے ہیں۔ قال ابو معجلز تحت السّرۃ کہا ابومجلز نے ناف کے نیچے۔ اور ابومجلز لاحق بن حمید جلیل القدر

تابعی تھے۔ واللہ اعلم۔ اور جن روایتوں میں علی صَدْرِہٖ آیا ہے وہ محفوظ نہیں ہے۔ اگر اس مسئلہ کی زیادہ تحقیق منظور ہو تو میری کتاب شرح مشکوٰۃ شریف دیکھو۔ یہ مختصر کتاب تفصیل کا محل نہیں ہے۔

ثناء پڑھنے کے بیان میں

عَنْ حَمِیْدِ الطَّوِیْلِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَفْتَحَ الصَّلٰوۃَ قَالَ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ۔ (رواہ الطبرانی فی کتابہ المفرد فی الدعاء)

(نصب الرایہ۔ صفحہ ۱۶۶)

امام زیلعی نے اس حدیث کے نقل کرنے سے پہلے یہی حدیث بحوالہ دار قطنی فرمائی ہے اور پھر لکھا ہے۔ ثم قال اسنادہ کلھم ثقات۔ یعنی دار قطنی نے کہا کہ اس کے راوی سب ثقہ ہیں۔ میں کہتا ہوں وہ حدیث بروایت ابو خالد احمر عن حمید عن انس۔ اور یہ حدیث بروایت فضل بن موسیٰ عن حمید عن انس ہے۔ اس حدیث کو آثار السنن صفحہ ۷۲ میں لکھا ہے۔ اسنادہ جید۔ اس کی سند جیّد ہے۔ ترجمہ اس کا یہ ہے۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو کہتے۔ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ الخ

اور مؤید اس کی ہے وہ حدیث جس کو ترمذی نے صفحہ ۳۴ جلد ۱، طحاوی نے صہ ۱۱ جلد ۱ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔

قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ قَالَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَاۤ اِلٰهَ غَيْرُكَ

یعنی جب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے تو سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ الخ پڑھتے۔

ترمذی لکھتا ہے کہ اکثر اہل علم تابعین وغیرہم کا اسی پر عمل ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔ انتہٰی۔ اور ترمذی اور ابن ماجہ و ابن داؤد طحاوی میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی اس طرح آیا ہے۔ کہ وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز کے لیے اٹھتے۔ تکبیر کہتے پھر سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ الخ پڑھتے۔

علاوہ اس کے صحیح مسلم صفحہ ۱۷۲ جلد ۱ میں آیا ہے:-

عن عبدة ان عمر بن الخطاب كان يَجْهَرُ هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ يَقُوْلُ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَاۤ اِلٰهَ غَيْرُكَ۔

عبدہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کلمات کو یعنی سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ۔ الخ کو جہر پڑھا کرتے تھے۔

عن الاسود عن عمر رضی اللہ عنہ انّہٗ کَانَ اِذَا اسْتَفْتَحَ الصَّلٰوۃَ وَ قَالَ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ ۔الخ

(رواہ الدارقطنی صفحہ ۱۱۳ و الطحاوی صفحہ ۱۱۷)

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے تو سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ الخ پڑھتے ۔اس کو دارقطنی اور طحاوی نے روایت کیا ۔

اس کی سند صحیح ہے ۔میں کہتا ہوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ثنا کو جہر پڑھنا تعلیم کی غرض کے لیے تھا ۔چنانچہ دارقطنی صفحہ ۱۱۳ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے آگے یہ الفاظ ہیں ۔یُسْمِعُنَا ذَالِکَ وَ یُعَلِّمُنَا ۔یعنی اسود فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہم کو سناتے تھے اور سکھاتے تھے ۔

اسی طرح طحاوی صفحہ ۱۱۷ میں ہے ۔

عن ابراھیم عن علقمہ و الاسود اَنَّھُمَا سَمِعَا عُمَرَ کَبَّرَ فَرَفَعَ صَوْتَہٗ وَقَالَ مِثْلَ ذَالِکَ لِیَتَعَلَّمُوْ مَا

یعنی علقمہ اور اسود نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سنا کہ آپ نے تکبیر کہی اور آواز اونچا کر کے اسی طرح کہا (یعنی سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ پڑھی) تاکہ لوگ اس کو سیکھ لیں ۔

امام محمد کتاب الآثار صفحہ ۱۲ میں فرماتے ہیں :

عَنْ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّ نَاسًا مِنْ اَھْلِ الْبَصْرَۃِ اَتَوْا عِنْدَ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ لَمْ یَاْتُوْہُ اِلَّا لِیَسْاَلُوْہُ عَنْ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوۃِ قَالَ نَقَامَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ

فَافْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ وَھُمْ خَلْفَہٗ ثُمَّ جَھَرَ فَقَالَ سُبْحَانَكَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰی جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَیْرُكَ۔

ابراہیم کہتے ہیں کہ کچھ آدمی بصرہ کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اس غرض کے لیے آئے کہ ان سے دُعا افتتاح پوچھیں۔ کہا اس نے پھر کھڑے ہُوئے حضرت عمر اور شروع کیا انہوں نے نماز کو اور وہ لوگ ان کے پیچھے (مقتدی) تھے۔ پھر آپ نے اُونچی سُبْحَانَكَ اللّٰھُمَّ الخ پڑھی۔

اس حدیث کے آگے امام محمد فرماتے ہیں:

وَبِھٰذَا نَاْخُذُ فِیْ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوۃِ وَلٰکِنَّا لَانَرٰی اَنْ یَّجْھَرَ بِذَالِكَ الْاِمَامُ وَلَا مَنْ خَلْفَہٗ وَاِنَّمَا جَھَرَ بِذَالِكَ عُمَرُ لِیُعَلِّمَھُمْ مَا سَاَلُوْہُ عَنْہُ۔

کہ ہمارا اسی پر عمل ہے۔ لیکن ہم دُعائے افتتاح کے جہر کے قائل نہیں نہ امام کے لیے نہ مقتدی کے لیے اور حضرت عمر نے اس لیے جہر پڑھی تاکہ لوگوں کو (جو پوچھنے آئے تھے) سکھا دیں۔

میں کہتا ہوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بوقتِ تعلیم اسی دُعا کا سکھانا، دوسری دُعاؤں پر اس کا راجح ہونا ثابت کرتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ قَالَ کَانَ عُثْمَانُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ یَقُوْلُ سُبْحَانَكَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِكَ

وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰی جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ يُسْمِعُنَا ذَالِكَ ۔ (رواه الدار قطنی واسنادہ حسن)

ابو وائل فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے تو پڑھتے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ آخر تک۔ اس کو دار قطنی نے صفحہ ۱۱۳ میں روایت کیا۔

ابن تیمیہ منتقی صفحہ ۷۵ میں لکھتے ہیں:

وَرَوٰی سَعِيْدُ بْنِ منصور فی سنن عن ابی بکر الصدّيق رضی الله عنه اَنَّهٗ كَانَ يَسْتَفْتِحُ بِذٰالِكَ ۔

یعنی سعید بن منصور نے اپنے سنن میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ افتتاح فرماتے تھے ساتھ اس کے یعنی دعائے افتتاح یہی سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ پڑھا کرتے تھے۔

ابن تیمیہ اس کے آگے لکھتے ہیں صفحہ ۷۵ پر کہ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کا اس دُعا کو اختیار کرنا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا صحابہ کے سامنے لوگوں کو سکھانے کی غرض سے اس دُعا کو اُونچی پڑھنا حالانکہ سُنّت اخفاء ہے، دلالت کرتا ہے کہ یہی دُعا افضل ہے۔ اور یہی دُعا ہے جس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ہمیشگی فرماتے تھے۔ انتہیٰ۔

ملّا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۵ جلد ۱ میں حدیث عائشہ رضی

اللہ عنہا کی شرح میں فرماتے ہیں:

قال التورپشتی ھذا حدیث حسن مشھور واخذبه من الخلفاء عمر رضی الله عنه والحدیث مخرج کتاب مسلم عن عمر وقد اخذبه عبد الله بن مسعود وغیره من فقهاء الصحابة و ذھب الیه کثیر من العلماء التابعین و اختاره ابوحنیفة و غیره من العلماء فکیف ینسب ھذا الحدیث الی الضعف وقد ذھب الیه الاجلة من علماء الحدیث کسفیان الثوری واحمد بن حنبل اسحٰق بن راھویه۔ انتہیٰ۔

کہا تورپشتی نے یہ حدیث حسن مشہور ہے۔ خلفاء میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر عمل کیا۔ اور مسلم کی کتاب میں حضرت عمر سے یہ حدیث موجود ہے اور حضرت عبد اللہ بن مسعود اور سوائے اس کے دوسرے فقہا صحابہ نے اس پر عمل کیا اور علمائے تابعین میں سے بہت لوگ اس طرف گئے ہیں اور اسی کو امام ابو حنیفہ و دیگر علماء نے پسند کیا۔ پھر کس طرح اس حدیث کو ضعف کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اس کی طرف بڑے بڑے جلیل القدر علمائے حدیث گئے ہیں۔ مثل سفیان ثوری اور احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ کے۔ انتہیٰ۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ فارسی صہ ۹۶ جلد ۳ میں فرماتے ہیں

کہ استفتاح بسبحانک اللّٰھُمَّ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین سے ثابت ہے اور حدیث کے بڑے بڑے علماء اس کے قائل ہیں مثلاً سفیان ثوری و احمد بن حنبل و اسحاق بن راہویہ، اور اس کو علمائے ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے۔ اور بہت علمائے تابعین میں سے اس کی طرف گئے ہیں۔ امام اعظم و دیگر مجتہدین نے اس کو اختیار کیا ہے۔ ترمذی نے بھی اپنی جامع میں کہا ہے کہ اس بات میں حضرت علی و عائشہ و عبداللہ بن مسعود و جابر و جبیر بن مطعم و ابن عمر سے حدیث آئی ہے اور اسی پر عمل ہے۔ نزدیک اہل علم کے تابعین اور غیر تابعین سے۔ ہاں ترمذی نے حدیث ابو سعید بروایت حارثہ پر کلام کیا ہے اور یہ مضر نہیں اُس طریق کو جس میں حارثہ نہیں اور تحقیق یہ ہے کہ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ کے ساتھ نماز شروع کرنا صحیح اور ثابت اور مستمر ہے اور دوسری دُعاؤں سے زیادہ بھی ہے۔ انتہیٰ ما قال الشیخ بترجمتہ۔

اور جن روایتوں میں دوسری دعائیں آتی ہیں وہ ہمارے نزدیک محمول بر نوافل و تہجد ہیں۔ چنانچہ صحیح ابو عوانہ اور نسائی میں اس کی تصریح بھی آئی ہے۔ یا محمول بر ابتداء امر۔ جیسا کہ شرح منیہ میں ابن امیر حاج نے فرمایا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سکھانا اس پر دلالت کرتا ہے۔ واللہ اعلم!

امام اور منفرد کا بعد ثناء اَعُوْذُ پڑھنا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب تو قرآن پڑھنے کا ارادہ کرے یعنی قرآن پڑھنے لگے تو پناہ مانگ ساتھ اللہ تعالیٰ کے شیطان مردود سے "

چونکہ امام اور منفرد پر نماز میں قرآن پڑھنا فرض ہے اس لیے اعوذ کا پڑھنا بھی امام اور منفرد کے لیے ہوگا۔ مقتدی پر چونکہ قرأت قرآن نہیں، جیساکہ آگے آوے گا۔ اس لیے اس پر اعوذ بھی نہیں۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیْ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ بِاللَّیْلِ کَبَّرَ ثُمَّ یَقُوْلُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا ثُمَّ یَقُوْلُ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ (الحدیث رواہ الترمذی ص ۳۳ جلد ا و ابوداؤد و الامام الطحاوی)

ابوسعید خدری فرماتے ہیں تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو نماز کے لیے اُٹھتے تکبیر کہتے پھر فرماتے۔ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ۔ الخ۔ پھر فرماتے اللہ اکبر کبیراً۔ پھر فرماتے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ اس حدیث کو ترمذی و ابوداؤد و طحاوی نے روایت کیا۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ (الحدیث۔ رواہ ابن ماجہ و ابن خزیمہ و رواہ الحاکم و البیہقی بلفظ کَانَ اِذَا دَخَلَ فِی الصَّلٰوۃِ)

عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ الخ اس کو ابن ماجہ نے صفحہ ۵۹ میں۔ اور ابن خزیمہ نے روایت کیا۔ اور حاکم اور بیہقی نے اس طرح روایت کیا ہے۔ کہ جب آپ نماز میں داخل ہوتے۔ تو یہ کہتے۔

عَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ اَنَّهٗ رَاَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ صَلٰوةً فَقَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِیْرًا (اِلٰی آخِرِ مَا قَالَ) اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ الحدیث

رواہ ابوداؤد صـ ۲۷۹ جلد ۱۔

جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے دیکھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے پس فرمایا۔ اللہ اکبر کبیرا آخر تک۔ (اور اس کے آخر میں یہ اعوذ ہے)۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ یَزِیْدَ قَالَ رَاَیْتُ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ حِیْنَ افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ كَبَّرَ ثُمَّ قَالَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ الخ ثم یتعوذ۔ (رواہ الدارقطنی فی صـ ۱۱۳)

اسود بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر کو دیکھا۔ جب نماز شروع کرتے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ الخ پڑھتے پھر اَعُوْذُ الخ پڑھتے۔ اس کو دارقطنی نے روایت کیا۔ اور سند اس کی صحیح ہے۔ آثار السنن صـ ۷۳۔

بِسْمِ اللّٰہِ پڑھنے کے بیان میں

امام اور منفرد اعوذ پڑھ کر بسم اللہ شریف پڑھتے ہیں۔ اس لیے کہ حدیث شریف میں ایسا ہی آیا ہے۔

عَنْ نُعَيْمِ بنِ المجمر قَالَ صَلَّيْتُ وَرَاءَ اَبِيْ هُرَيْرَةَ فَقَرَءَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فَلَمَّا بَلَغَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ قَالَ اٰمِيْنَ فَقَالَ النَّاسُ اٰمِيْنَ۔ ثُمَّ يَقُوْلُ اِذَا سَلَّمَ اَمَا وَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ اِنِّیْ لَاَ شْبَهُكُمْ صَلٰوةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

روایت ہے نعیم بن محمد سے کہا۔ اس نے نماز پڑھی۔ میں نے پیچھے ابوہریرہ کے پس پڑھا اس نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ پس جب پہنچا غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ تک۔ کہا آمین! اور کہا لوگوں نے آمین۔ پھر جب سلام پھیرا کہتا تھا قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں ہے میری جان۔ میں زیادہ مشابہ ہوں تم میں نماز میں ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس کو طحاوی نے صفحہ ۱۱۷ میں روایت کیا۔ اور نسائی اور ابن خزیمہ نے بھی روایت کیا۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ فِيْ بَيْتِهَا فَيَقْرَءُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۔ الحدیث

روایت ہے اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں نماز پڑھتے تھے۔ پس پڑھتے تھے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم روایت کیا اس کو امام طحاوی نے صفحہ ۱۱۷ میں۔

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتَتِحُ صَلٰوتَهٗ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ شروع کرتے تھے۔ اس کو ترمذی نے صفحہ ۳۳ میں روایت کیا۔

اَعُوذُ اور بِسْمِ اللّٰہ کا آہستہ پڑھنا

ثناء کا آہستہ پڑھنا تو پیچھے بیان ہو چکا ہے اور ضمناً یہاں بھی ذکر ہو گا۔ لیکن بسم اللہ کا آہستہ پڑھنا احادیث ذیل سے ثابت ہے۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ كَانُوْا يَفْتَتِحُوْنَ الصَّلٰوةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۔ متفق علیہ

حضرت انس فرماتے ہیں کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق اور عمر رضی اللہ عنہما نماز کو الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرتے تھے۔

صحیح مسلم صفحہ ۱۷۲ کی روایت میں اتنا زیادہ آیا ہے۔ لَا یَذْکُرُوْنَ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ فِیْ اَوَّلِ قِرَاْءَۃٍ وَلَا فِیْ اٰخِرِھَا۔ یعنی بسم اللہ کا ذکر نہیں کرتے تھے۔ نہ اوّل قرأت میں نہ آخر میں۔ اس حدیث میں بسم اللہ کے پڑھنے کی نفی نہیں۔ حافظ ابن حجر بلوغ المرام صفحہ ۲۶ میں فرماتے ہیں۔

وفی روایۃ لاحمد و النسائی و ابن خزیمۃ لَا یَجْھَرُوْنَ بِبِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ و فی اخری لابن خزیمۃ کانُوا یُسِرُّوْنَ وَ عَلٰی ھٰذَا یُحْمَلُ النَّفْیُ فِیْ رِوَایَۃِ مُسْلِمٍ خِلَافاً لِّمَنْ اَعَلَّھَا۔

یعنی احمد اور نسائی و ابن خزیمہ کی روایت میں آیا ہے کہ بسم اللہ شریف پکار کر نہیں پڑھتے تھے۔ اور ابن خزیمہ کی دوسری روایت میں آیا ہے کہ وہ آہستہ پڑھتے تھے۔ تو مسلم کی روایت میں جو نفی آئی ہے وہ آہستہ پڑھنے پر محمول ہے۔ خلاف اس کے جس نے اس کو معلول کیا۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ صَلَّیْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ اَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ فَلَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا مِّنْھُمْ یَجْھَرُ بِبِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ (رواہ النسائی)

حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے نماز پڑھی پیچھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے۔ پس نہیں سُنا

میں نے کسی کو ان میں سے پکار کر پڑھتا بسم اللہ الرحمن الرحیم کو۔ اس حدیث کو نسائی نے صد ۹۲ جلد ا میں روایت کیا۔

وَعَنْ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ سَمِعَنِیْ اَبِیْ وَ اَنَا فِی الصَّلٰوۃِ اَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ فَقَالَ لِیْ اَیْ بُنَیَّ مُحْدَثٌ اِیَّاكَ وَ الْحَدَثَ قَالَ وَلَمْ اَرَ اَحَدًا مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اَبْغَضَ اِلَيْهِ الْحَدَثُ فِی الْاِسْلَامِ يَعْنِیْ مِنْهُ وَ قَالَ وَقَدْ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ مَعَ اَبِیْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ وَ مَعَ عُثْمَانَ فَلَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا مِّنْهُمْ يَقُوْلُهَا فَلَا تَقُلْهَا اِذَا اَنْتَ صَلَّيْتَ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۔ (رواہ الترمذی وحسنہ)

عبد اللہ بن مغفل کے بیٹے سے مروی ہے کہ اس نے میرے باپ نے نماز میں مجھ کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے سنا۔ تو کہا اے میرے بیٹے! بدعت ہے، بچا تو اپنے آپ کو بدعت سے کہا۔ اس نے میں نے کسی صحابی کو نہیں دیکھا جو اسلام میں بدعت کا ان سے زیادہ دشمن ہو۔ کہا انہوں نے، تحقیق میں نے نماز پڑھی ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ساتھ ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے۔ پس نہیں سنا میں نے کسی کو ان میں سے جو کہتا ہوں بسم اللہ کو۔ پس

تو مت کہو جب تو نماز پڑھے تو پڑھ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

اس حدیث کو ترمذی نے صہ۳۳ میں اخراج کیا اور اس کو حسن کہا۔ ترمذی اس حدیث کے نیچے لکھتا ہے کہ عمل اسی پر ہے نزدیک اکثر اہل علم کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے۔ انہی میں سے ہیں ابوبکر و عمر و عثمان و علی و غیرہم۔ اور جو بعد ان کے ہیں تابعین میں سے۔ اور اسی کا قائل ہے۔ سفیان ثوری اور ابن مبارک اور احمد اور اسحاق یہ سب بسم اللہ کا پکار کر پڑھنا نہیں دیکھتے۔ اور کہتے ہیں کہ بسم اللہ کو اپنے جی میں پڑھے۔ انتہیٰ ما قال الترمذی۔

ابن تیمیہ منتقی الاخبار صہ۵۸ میں لکھتے ہیں:-

وَمَعْنیٰ قَوْلِہٖ لَا تَقُلْھَا وَقَوْلِہٖ لَا یَقْرَءُوْھَا اَوْلَا یَذْکُرُوْنَھَا وَلَا یَسْتَفْتِحُوْنَ بِھَا اَیْ جَھْرًا بِدَلِیْلِ قَوْلِہٖ فِیْ رِوَایَۃٍ تَقَدَّمَتْ لَا یَجْھَرُوْنَ بِھَا وَ ذَالِکَ یُدُلُّ عَلیٰ قِرَاْتِھِمْ سِرًّا۔ (انتہیٰ)

یعنی لَا تَقُلْھَا اور لَا یَقْرَءُوْنَھَا اور لَا یَذْکُرُوْنَھَا اور لَا یَسْتَفْتِحُوْنَ بِھَا کا مطلب یہ ہے کہ پکار کر نہیں پڑھتے تھے کیونکہ دوسری روایت میں لَا یَجْھَرُوْنَ بِھَا آیا ہے اور وہ دلالت کرتا ہے۔ ان کے پوشیدہ پڑھنے پر۔ انتہیٰ۔

وعن عکرمۃ عن ابن عباس فی الجھر ببسم اللہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قال ذالک فِعْلُ الْاَعْرَابِ۔

(رواہ الطحاوی واسنادہ حسن) (آثار السنن صہ۴۷)

عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بسم اللہ کے پکار کر پڑھنے کو گنواروں کا فعل کہا ہے۔ اس کو امام طحاوی نے بسند حسن روایت کیا ہے۔

عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ قَالَ کَانُوْا یُسِرُّوْنَ التَّعَوُّذَ وَالْبَسْمَلَةَ فِی الصَّلٰوةِ ۔ (رواہ سعید بن منصور فی سننہ)

ابو وائل فرماتے ہیں کہ تھے (صحابہ) آہستہ پڑھتے اعوذ اور بسم اللہ کو نماز میں۔ اس کو سعید بن منصور نے اپنے سنن میں روایت کیا۔ کہا فاضل نیموی نے آثار السنن ص ۳۷ میں کہ سند اس کی صحیح ہے۔

امام محمد کتاب الآثار ص ۲۲ میں ابراہیم نخعی سے لائے ہیں۔

قَالَ قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِی الرَّجُلِ یَجْهَرُ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَنَّهَا اَعْرَابِیَّةٌ وَکَانَ لَا یَجْهَرُ بِهَا هُوَ وَلَا اَحَدٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ ۔

یعنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کے حق میں فرمایا جو بسم اللہ پکار کر پڑھتا تھا کہ تحقیق وہ اعرابیہ ہے اور تھے عبداللہ بن مسعود نہیں پکار کر پڑھتے تھے اس کو۔ اور نہ کوئی ان کے اصحاب میں سے۔

امام محمد فرماتے ہیں۔ وَبِهٖ نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ۔ یعنی ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور یہی قول ہے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا۔ اور اسی صفحہ میں

امام محمد فرماتے ہیں

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَرْبَعٌ يُخَافِتْ بِهِنَّ الْاِمَامُ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَالتَّعَوُّذُ مِنَ الشَّيْطَانِ وَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَ اٰمِيْنَ۔

یعنی حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ چار چیزیں ہیں کہ امام ان کو پوشیدہ کہے۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ اور تَعَوُّذْ اور بِسْمِ اللّٰه اور آمین۔

امام محمد فرماتے ہیں۔ وَبِهٖ ماخذ وهو قول ابی حنیفة رحمہ اللّٰه یعنی ہمارا اسی پر عمل ہے۔ اور یہی قول امام اعظم رحمہ اللّٰہ کا ہے۔ اور موید اس کے وہ حدیث ہے جس کو امام طحاوی نے صد ۱۲۰ میں ابووائل سے اخراج کیا ہے۔

قَالَ كَانَ عُمَرُ وَعَلِيٌّ لَا يَجْهَرَانِ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَلَا بِالتَّعَوُّذِ وَلَا بِاٰمِيْنَ۔

یعنی حضرت عمر و علی رضی اللّٰہ عنہما بسملہ اور اعوذ اور آمین کو جہر نہیں کرتے تھے۔

وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ خَمْسٌ يُخْفِيْهِنَّ الْاِمَامُ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَالتَّعَوُّذُ وَبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ وَاٰمِيْنَ۔ وَاللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ۔

(رواہ عبد الرزاق فی مصنفہ واسنادہ صحیح)۔ (آثار السنن صد ۹۹)

اور ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ پانچ چیزیں ہیں۔ امام ان کو پوشیدہ رکھے۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ اور تَعَوُّذ اور بِسْمِلَه اور اٰمِيْن اور اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ۔

اس کو عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں بسندِ صحیح روایت کیا۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّہٗ کَانَ یُخْفِیْ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ وَالْاِسْتِعَاذَۃَ۔ وَرَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ۔

(رواہ ابن ابی شیبہ (عینی شرح ہدایہ صہ ۶۱۹ جلد ۱ ونصب الرایہ صہ ۱۶۹ جلد ۱)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بسم اللہ اور اعوذ اور ربنا لک والحمد کو پوشیدہ پڑھتے تھے۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔

امام اور منفرد کا

سورۃ فاتحہ اور دیگر سورۃ پڑھنے کے بیان میں

عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْرَءُ فِی الظُّھْرِ فِی الْاُوْلَیَیْنِ بِاُمِّ الْکِتَابِ وَ سُوْرَتَیْنِ وَفِی الرَّکْعَتَیْنِ الْاُخْرَیَیْنِ بِاُمِّ الْکِتَابِ وَیُسْمِعُنَا الْاٰیَۃَ اَحْیَانًا وَیُطَوِّلُ فِی الرَّکْعَۃِ الْاُوْلٰی مَالَا یُطِیْلُ فِی الرَّکْعَۃِ الثَّانِیَۃِ وَھٰکَذَا فِی الْعَصْرِ وَھٰکَذَا فِی الصُّبْحِ۔ (متفق علیہ مشکوٰۃ صہ ۱۷۱)

ابوقتادہ فرماتے ہیں کہ تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے ظہر کی دو پہلی رکعتوں میں الحمد شریف اور دو سورتیں۔ اور اخیر کی دو رکعتوں میں الحمد شریف۔ اور سناتے ہم کو آیت کبھی اور لمبا کرتے پہلی رکعت کو اتنا کہ

نہ لمبا کرتے دوسری رکعت میں۔ اور اسی طرح نماز عصر میں اور اسی طرح نماز صبح میں۔ اس کو بخاری مسلم نے روایت کیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم امامت کی حالت میں پہلی دو رکعتوں میں سورت فاتحہ اور پچھلی دو رکعتوں میں صرف فاتحہ پڑھا کرتے تھے۔

ابو داؤد ص۱۲۲ میں حدیث مسئی فی الصلوٰۃ میں آیا ہے کہ حضور نے اس کو فرمایا :-

إِذَا قُمْتَ فَتَوَجَّهْتَ إِلَى الْقِبْلَةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَءْ بِأُمِّ الْقُرْآنِ وَ بِمَاشَاءَ اللّٰهُ أَنْ تَقْرَءَ الْحَدِيْث۔

یعنی جب تو نماز کا ارادہ کرے اور قبلہ کی طرف منہ کرے تو تکبیر کہہ۔ پھر الحمد شریف پڑھ اور جو چاہے اللہ۔ یہ کہ پڑھے تو الی آخرہٖ۔

یہ شخص چونکہ اکیلا نماز پڑھ رہا تھا۔ اس کو بھی الحمد شریف، اور اس کے ساتھ کچھ سورت پڑھنے کا ارشاد فرمایا۔ تو معلوم ہوا کہ امام اور منفرد کو الحمد اور سورت پڑھنی چاہیے۔

امام محمد اپنے مؤطا ص۱۰۲ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت لائے ہیں :

أَنَّهُ كَانَ إِذَا صَلّٰى وَحْدَهُ يَقْرَءُ فِي الْأَرْبَعِ جَمِيْعًا مِنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَ سُوْرَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ وَكَانَ أَحْيَانًا يَقْرَءُ بِالسُّوْرَتَيْنِ أَوِ الثَّلٰثِ فِيْ صَلٰوةِ الْفَرِيْضَةِ فِي الرَّكْعَةِ الْوَاحِدَةِ

وَيَقْرَءُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ مِنَ الْمَغْرِبِ كَذَالِكَ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ وَسُوْرَةٍ سُوْرَةٍ -

یعنی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب اکیلے نماز پڑھتے، تو چاروں رکعتوں میں ظہر اور عصر کی ہر رکعت میں فاتحہ اور کوئی سورت قرآن سے پڑھتے۔ اور کبھی دو یا تین سورتیں ایک رکعت نماز فریضہ میں پڑھتے اور مغرب کی پہلی دو رکعتوں میں اسی طرح پڑھتے۔ الحمد اور سورت۔ انتہیٰ۔

وَعَنْ عِبَادَةَ بن الصامت رضی الله عنه يبلغ به النبیّ صلّی الله عليه وسلم قال لا صلٰوة لِمَن لَّمْ يَقْرَءْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَصَاعِدًا قَالَ سُفْيَانُ لِمَنْ يُّصَلِّيْ وَحْدَهٗ - (ابوداؤد) صـ۳۶

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز (کامل) نہیں جو الحمد اور کچھ اوپر نہ پڑھے۔ سفیان بن عینیہ (جو اس حدیث کے راوی ہیں) فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس شخص کے حق میں ہے جو اکیلا نماز پڑھے۔ واللہ اعلم!

قرأت خلف الامام کے بیان میں

مقتدی امام کے پیچھے نہ فاتحہ پڑھے نہ کوئی اور سورت۔ اس کے لیے خاموش رہنے کا حکم ہے۔ وہ امام کی قرأت کی طرف کان لگائے رہے۔ اس کو سنا جائے

یا نہ سنا جائے۔ اس کے امام کی قرأت مقتدی کے لیے حکمی قرأت ہے۔ اللہ جل شانہٗ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

جب قرآن مجید تمہارے سنانے کے لیے پڑھا جاوے تو اس کی طرف کان لگاؤ اور چپ رہو تاکہ تم رحم کیے جاؤ۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں۔

لَمَّا ذَكَرَ تَعَالٰى اَنَّ الْقُرْاٰنَ بَصَائِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ اَمَرَ تَعَالٰى بِالْاِنْصَاتِ عِنْدَ تِلَاوَتِهٖ اِعْظَامًا لَّهٗ وَاِحْتِرَامًا لَا كَمَا يَعْتَمِدُهٗ كُفَّارُ قُرَيْشٍ الْمُشْرِكُوْنَ فِيْ قَوْلِهِمْ لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ الْاٰيَةِ وَلٰكِنْ يَتَاَكَّدُ ذٰلِكَ فِي الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ اِذَا جَهَرَ الْاِمَامُ بِالْقِرَاءَةِ كَمَا رواه مسلم فى صحيحه من حديث ابى موسى الاشعرى رضى الله عنه قال قال رسول الله صلّى الله عليه وسلم اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَءَ فَاَنْصِتُوْا وكذا رواه اهل السنن من حديث ابى هريرة ايضاً وصححه مسلم بن الحجاج ايضاً ولم يخرجهٗ فى كتابه۔ انتهٰى۔

یعنی حب اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ قرآن شریف لوگوں کے لیے بصیرت اور ہدایت اور رحمت ہے تو قرآن مجید کی عزت اور تعظیم کے لیے اس کی تلاوت کے وقت چپ رہنے کا حکم فرمایا۔ نہ جیسا کہ کفار قریش اور مشرکین کا قول تھا کہ قرآن کو نہ سنو اور اس میں بک بک کرو۔ لیکن یہ حکم (یعنی قرآن کی طرف کان لگانا اور چپ رہنا فرض نماز میں جبکہ امام جہر کرتا ہو، مؤکد ہے۔ جیسے کہ مسلم نے اپنی صحیح میں بروایت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ یہ حدیث روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ امام اس لیے بنایا گیا ہے تاکہ اس کی پیروی کی جائے جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو۔ جب وہ پڑھے (قرآن) تو تم چپ رہو۔ اسی طرح اہل سنن نے اس حدیث کو بروایت ابی ہریرہ بھی روایت کیا ہے۔ اور اس کو یعنی حدیث ابی ہریرہ کو جس میں وَاِذَا قَرَءَ فَانْصِتُوْا ہے۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں صحیح کہا ہے۔ لیکن حدیث ابوہریرہ کو اس نے اپنی صحیح میں اخراج نہیں کیا۔ انتہیٰ۔

علامہ ابن کثیر نے کس زور سے اس آیت کو نماز کے واسطے ثابت کیا ہے۔ اب صحابہ وتابعین سے اس آیت کے شان نزول کے متعلق روایتیں سنو تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس آیت میں اہل اسلام خصوصاً مقتدی مخاطب ہیں۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عَنْہُ قَالَ کَانُوْا یَتَکَلَّمُوْنَ فِی

الصَّلٰوۃِ فَلَمَّا نَزَلَتْ ھٰذِہٖ الْاٰیَۃُ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَالْاٰیَۃُ الْاُخْرٰی اُمِرُوْا بِالْاِنْصَاتِ۔ (ابن کثیر)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ نماز میں باتیں کیا کرتے تھے جب یہ آیت وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ اور دوسری آیت نازل ہوئی تو نمازیوں کو خاموش رہنے کا حکم دیا گیا۔

اس اثر سے ثابت ہوا کہ آیت میں مسلمانوں کو خطاب ہے نہ کافروں کو۔ دوسرا حکم استماع و انصات شامل ہوگا۔ باتوں کو۔ اور پڑھنے کو اور شور وغیرہ کو۔ کیونکہ چپ رہنے سے نہ باتوں کی اجازت ہوگی نہ شور کی نہ کچھ پڑھنے کی کیونکہ پڑھنا منافی ہے استماع و انصات کا۔

عن بشیر بن جابر قال صلّی ابن مسعود فسمع ناسًا یَقْرَءُوْنَ مَعَ الْاِمَامِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اَمَا اٰنَ لَکُمْ اَنْ تَفْھَمُوْا اَمَا اٰنَ لَکُمْ اَنْ تَعْقِلُوْا وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَ اَنْصِتُوْا کَمَا اَمَرَکُمُ اللّٰہُ۔

بشیر بن جابر سے روایت ہے۔ کہا اس نے نماز پڑھی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے تو سُنا لوگوں کو پڑھتے ہیں ساتھ امام کے پس جب فارغ ہوا تو فرمایا۔ کیا نہیں وقت آیا واسطے تمہارے یہ کہ سمجھو۔ کیا نہیں وقت آیا واسطے تمہارے یہ کہ عقل کرو۔ جب قرآن پڑھا جاوے تو کان لگاؤ اور چپ رہو۔ جیسے کہ امر کیا تم کو

اللہ تعالیٰ نے۔ (ابن کثیر)

اس حدیث کو ابن جریر نے اور ابو الشیخ اور بیہقی اور ابن ابی حاتم نے روایت کیا۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ آیت میں مسلمان خصوصاً مقتدی مخاطب ہیں۔ کافر نہیں۔

اخرج ابن ابی شیبۃ والطبرانی والبیھقی عن ابن مسعود قَالَ فِی الْقِرَاتِ خَلْفَ الْاِمَامِ اَنْصِتْ لِلْقُرْاٰنِ کَمَا اُمِرْتَ فَاِنَّ لِلصَّلٰوۃِ شُغْلًا وَ سَیَکْفِیْكَ ذَاكَ الْاِمَامُ۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قرأت خلف الامام کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ خاموش رہو قرآن کے لیے جیسے کہ تم کو حکم دیا گیا۔ پس تحقیق نماز میں ایک شغل ہے۔ اور بے شک کفایت کریگا تجھ کو قرأت کی طرف سے امام۔

عبداللہ بن مسعود کے اس ارشاد سے بھی ثابت ہوا۔ کہ آیت مذکورہ در بارہ ممانعت قرأت خلف الامام ہے۔

عن الزھری قَالَ نَزَلَتْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ فِیْ فَتًی مِنَ الْاَنْصَارِ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلَّمَا قَرَءَ شَیْئًا قَرَءَہٗ فَنَزَلَتْ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَ اَنْصِتُوْا۔ (ابن کثیر)

بیہقی و ابن جریر نے حضرت زہری سے روایت کیا ہے۔ کہا انہوں

نے یہ آیت ایک انصاری کے حق میں نازل ہوئی۔ تھے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب پڑھتے کچھ۔ تو پڑھتا وہ اسکو۔ تو نازل ہوئی آیت۔ جب پڑھا جاوے قرآن تو اس کی طرف کان لگاؤ اور چپ رہو۔

زہری ایک جلیل القدر تابعی ہوا ہے جس نے صحابہ کرام کو دیکھا۔ جو حدیث لاصلوٰۃ کا راوی ہے۔ وہ بھی اس آیت کو ممانعتِ قرأت خلف الامام کے متعلق فرماتا ہے۔

عن ابن عبّاسٍ رضی اللّٰہ عنہ فی الاٰیۃ قولہ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا یَعْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ الْمَفْرُوْضَۃِ۔ (ابن کثیر)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قول اللہ جل شانہٗ کا وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ نماز مفروضہ میں ہے۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَءَ قَوْمٌ خَلْفَهٗ فَخَلَطُوْا عَلَیْهِ فَنَزَلَتْ فَهٰذَا فِی الْمَكْتُوْبَۃِ اخرجہ البیہقی و ابن مردویۃ۔ (امام الکلام) تفسیر کبیر۔

روایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا اس نے نماز پڑھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ پس پڑھا ایک قوم نے پیچھے ان کے تو خلط کیا انہوں نے اس پر۔ تو نازل ہوئی یہ آیت۔ پس یہ آیت فرضی نماز میں ہے۔

عن عطاءٍ قال سَالتُ ابنَ عَبَّاسٍ عَنْ قَوْلِهٖ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ هٰذَا لِكُلِّ قَارِئٍ قَالَ لَا وَلٰكِنْ فِي الصَّلٰوةِ۔ (بیہقی) امام الکلام

عطا تابعی کہتے ہیں کہ مَیں نے حضرت ابن عباس سے آیت وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ کے متعلق پوچھا کہ کیا یہ ہر ایک پڑھنے والے کے متعلق ہے۔ ابن عباس نے فرمایا کہ نہیں لیکن یہ نماز میں ہے۔

نواب صدیق حسن بھی فتح البیان میں لکھتا ہے قال ابن عَبَّاسٍ یعنی فی الصّلوٰۃ المفروضۃ۔ کہا ابن عباس نے یہ آیت نماز مفروضہ میں ہے۔

دیکھو حضرت عبد اللہ ابن عباس جن کے حق میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا فرمائی تھی۔ وہ بھی اس آیت کو دربارہ مومناں بلکہ دربارہ نماز اس کا نزول بیان فرماتے ہیں۔

عن محمد بن کعب القرظی قال کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَرَءَ فِي الصَّلٰوةِ اَجَابَهٗ من ورائهٗ اِذَا قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قَالُوْا مِثْلَ ذَالِكَ حَتّٰى تَنْقَضِيَ الْفَاتِحَةُ وَالسُّوْرَةُ فَلَبِثَ مَاشَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّلْبَثَ ثُمَّ نَزَلَتْ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ فَقَرَءَ وَاَنْصِتُوْا۔ (امام الکلام)

سعید بن منصور اور ابن ابی حاتم اور بیہقی نے محمد بن کعب قرظی سے

روایت کی ہے۔ کہا اس نے، تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پڑھتے نماز میں جواب دیتے اس کو مقتدی جب کہتے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تو کہتے (مقتدی) مثل اس کی یہاں تک کہ ختم ہوتی فاتحہ اور سورت۔ پس ٹھہرے جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر نازل ہوئی آیت وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ الخ پس پڑھا آپ نے اور چپ رہے مقتدی۔

اَخْرَجَ عَبْدُ بْنُ حَمِيْدٍ وَ ابْنُ اَبِىْ حَاتِمٍ وَالْبَيْهَقِىُّ فِىْ سُنَنِهٖ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ قَرَءَ رَجُلٌ خَلْفَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الصَّلٰوةِ فَاَنْزَلَتْ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا۔ (امام الکلام)

عبد بن حمید و ابن ابی حاتم اور بیہقی نے مجاہد سے روایت کیا ہے۔ کہا اس نے ایک آدمی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز میں پڑھا تو آیت وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ الخ نازل ہوا

اَخْرَجَ ابْنُ اَبِىْ حَاتِمٍ وَ اَبُو الشَّيْخِ وَ ابْنُ مَرْدُوْيَةَ وَ الْبَيْهَقِىُّ فِى الْقِرَاءَةِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ اَنَّهٗ سُئِلَ اَكُلُّ مَنْ سَمِعَ الْقُرْاٰنَ وَجَبَ عَلَيْهِ الْاِسْتِمَاعُ قَالَ لَا اِنَّمَا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا فِىْ قِرَاءَةِ الْاِمَامِ اِذَا قَرَءَ الْاِمَامُ فَاسْمَعْ وَ اَنْصِتْ۔

بیہقی اور ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ و ابن مردویہ نے عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اُن سے پوچھا گیا کہ کیا ہر وہ شخص جو سنے قرآن کو واجب ہوتا ہے اس پر کان لگانا۔ کہا عبداللہ نے نہیں۔ یہ آیت تو امام کی قرأت میں نازل ہوئی ہے جب امام پڑھے تو اس کی طرف کان لگا۔ اور چپ رہ۔ (امام الکلام)

علامہ ابن کثیر بھی اپنی تفسیر میں اس کا ذکر لائے ہیں۔

اَخْرَجَ عَبْدُ بْنُ حَمِیْدٍ وَ اَبُو الشَّیْخِ وَ الْبَیْهَقِیُّ فِی الْقِرَاۃِ عَنْ اَبِی الْعَالِیَةِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا صَلّٰی بِاَصْحَابِهٖ فَقَرَءَ قَرَءَ اَصْحَابُهٗ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ فَسَکَتَ الْقَوْمُ وَ قَرَءَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

ابوالعالیہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے یاروں کے ساتھ نماز پڑھتے اور قرأت پڑھتے تو اصحاب بھی آپ کے پیچھے پڑھتے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ پھر قوم تو چپ ہو گئی۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے رہے۔ اس کو عبد بن حمید و ابوالشیخ و بیہقی نے روایت کیا۔

اَخْرَجَ ابوالشَّیْخ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ کَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ اِذَا قَرَءَتْ اَئِمَّتُهُمْ جَاوَبُوْهُمْ فَکَرِهَ اللّٰهُ ذَالِکَ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ فَقَالَ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ الخ (امام الکلام)

ابن عمر سے روایت ہے کہا اس نے تھے بنی اسرائیل جب پڑھتے امام ان کے تو مقتدی ان کو جواب دیتے - یعنی وہ بھی پڑھتے تو اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے یہ کام مکروہ جانا - اور فرمایا - وَ اِذَا قُرِئَ الخ اس کو ابوالشیخ نے روایت کیا -

اَخْرَجَ ابْنُ جَرِيْرٍ وَ اَبُو الشَّيْخِ عَنِ ابْنِ زَيْدٍ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا هٰذَا اِذَا قَامَ الْاِمَامُ فِي الصَّلٰوةِ -

ابن جریر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا اس وقت ہے جب امام نماز میں کھڑا ہو - (امام الکلام)

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ ایسا ہی کہا ہے سعید بن جبیر اور ضحاک اور ابراہیم نخعی اور قتادہ اور شعبی اور سدی اور عبدالرحمٰن بن زید نے کہ اس آیت سے مراد نماز میں ہے -

مذکورہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ صحابہ و تابعین میں سے کسی نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ آیت کافروں کے بارہ میں نازل ہوئی - بلکہ صحابہ و تابعین سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیت مسلمانوں کے حق میں دربارہ نماز نازل ہوئی لہذا جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا - جو صحیح مسلم کے ص ۱۷۴ جلد ۱ میں بروایت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ آیا ہے -

قَالَ عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَلْيَؤُمَّكُمْ اَحَدُكُمْ وَ اِذَا قَرَاَ الْاِمَامُ

لہ والقراۃ تعم الجہر والسر والفاتحہ والسورۃ ۱۲

فَانْصِتُوْا ۔ (رواہ احمد و مسلم، آثار السنن صہ ۸۵)

کہا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہ سکھایا ہم کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب نماز پڑھنے لگو تو چاہیئے کہ تم میں سے کوئی جماعت کرا دے اور جب امام پڑھے تو تم چپ رہو۔ اس کو امام احمد اور مسلم نے روایت کیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری صہ ۱۵۴ جز ۳ میں فرماتے ہیں۔ هُوَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ اَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ مِنْ حَدِيْثِ اَبِي مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ انتہیٰ۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ اس کو مسلم نے حدیث ابو موسیٰ اشعری سے اخراج کیا ہے۔

حافظ ابن حجر کی اس عبادت سے دو امر مستفاد ہوئے (اول) یہ کہ حدیث ابو موسیٰ اشعری والی صحیح ہے۔ (دوم) یہ کہ مسلم نے اس کو روایت کیا ہے۔ پس جو لوگ اس حدیث کو صحیح نہیں مانتے۔ اور یہ بھی نہیں مانتے کہ مسلم نے اس کو اخراج کیا ہے، ان کی اس قول سے تردید ہو گئی۔ و لِلّٰہِ الحمد۔ پس یہ حدیث اللہ جل شانہٗ کے فرمان عالیشان کے مطابق ہے گویا اسی کی تفسیر ہے کیونکہ آیت میں قُرِئَ صیغہ مجہول ہے۔ قاری معلوم نہیں۔ اس حدیث نے اس قاری کا پتہ بتا دیا کہ وہ قاری امام ہے جس کی قرائت کے وقت مقتدیوں کو کان لگانا اور چپ رہنا واجب ہے۔ اسی واسطے امام نسائی رحمہ اللہ نے سنن صہ ۹۳ میں باب باندھا ہے۔ اور فرمایا ہے۔

تاویل قوله عزّوجلّ واِذا قرئی القراٰن فاستمعوا لهٗ الاٰیة۔
یعنی یہ باب اس آیت شریفیہ کی تاویل یعنی تفسیر میں ہے۔ پھر اس کے نیچے حدیث ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ ذکر کی ہے۔ کہ :

اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِہٖ فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَءَ فَاَنْصِتُوْا۔

یعنی امام اس لیے بنایا گیا کہ اس کی اقتداء کی جاوے۔ پس جب تکبیر کہے تو تکبیر کہو۔ اور جب پڑھے تو تم چپ رہو۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ یہ حدیث اسی آیت کی تفسیر ہے۔

میں کہتا ہوں کہ حدیث ابوہریرہ کو بھی امام مسلم نے صحیح میں صحیح کہا ہے اور یہ حدیث شاہد جید ہے۔

دار قطنی صہ۱۲۵ میں عمرو بن عامر و سعید بن ابی عروبہ عن قتادہ کی روایت لایا ہے جس سے معلوم ہوا کہ سلیمٰن تیمی اس روایت میں اکیلا نہیں۔ بلکہ اصحاب قتادہ میں سے سعید بن ابی عروبہ اور عمرو بن عامر بھی اس کے متابع ہیں۔ علاوہ اس کے صحیح ابوعوانہ میں ابوعبیدہ بھی سلیمان تیمی کے متابع ہیں جس کی سند آثار السنن صفحہ ۸۵ میں درج ہے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی بِاَصْحَابِہٖ فَلَمَّا قَضٰی صَلٰوتَہٗ اَقْبَلَ عَلَیْہِمْ بِوَجْہِہٖ فَقَالَ اَتَقْرَءُوْنَ خَلْفَ اِمَامِكُمْ وَالْاِمَامُ یَقْرَءُ فَقَالَهَا ثَلٰثًا

مَرَّاتٍ فَقَالُوْا اِنَّا لَنَفْعَلُ ذَالِكَ فَقَالَ لَا تَفْعَلُوْا۔

(اخرجہ الطحاوی ص۱۲۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے ساتھ نماز پڑھی پس جب نماز پڑھ چکے تو آپ نے ان کی طرف منہ کر کے فرمایا کیا تم پڑھتے ہو امام کے پیچھے درآنحال کہ امام پڑھتا ہے۔ اس کو تین دفعہ کہا۔ انہوں نے عرض کی کہ بے شک ہم یارسول اللہ کرتے ہیں اسی طرح۔ یعنی پڑھتے ہیں تو آپ نے فرمایا نہ کیا کرو۔ یعنی نہ پڑھا کرو۔ اس حدیث کو امام طحاوی نے روایت کیا۔ اس حدیث کے سب راوی ثقہ ہیں۔

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَۃُ الْاِمَامِ لَہٗ قِرَاءَۃٌ۔

(رواہ احمد بن منیع فی مسندہ والامام محمد فی موطاہ۔ والطحاوی والدارقطنی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کہ ہو واسطے اس کے امام پس قرأت امام اسی شخص کی قرأت ہے۔ اس حدیث کو احمد بن منیع نے اپنی مسند میں اور امام محمد نے اپنے مؤطا میں طحاوی اور دارقطنی نے روایت کیا ہے۔

امام محمد کتاب الآثار ص۲۳ میں اس حدیث کو مفصل لکھتے ہیں :

محمد قال اخبرنا ابو حنیفۃ قال حدثنا ابو الحسن موسیٰ بن ابی عائشۃ عن عبد اللہ بن شداد بن الھاد عن جابر بن عبد اللہ الانصاری قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم و رجلٌ خَلْفَہٗ یَقْرَءُ فَجَعَلَ رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْھَاہُ عَنِ الْقِرَاءَۃِ فِی الصَّلٰوۃِ فَقَالَ اَتَنْھَانِیْ عَنِ الْقِرَاءَۃِ خَلْفَ نَبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتَنَازَعَا ۔ حَتّٰی ذُکِرَ ذَالِکَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی خَلْفَ اِمَامٍ فَاِنَّ قِرَاءَۃَ الْاِمَامِ لَہٗ قِرَاءَۃٌ ۔

جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور ایک آدمی آپ کے پیچھے پڑھتا تھا تو ایک اور صحابی نے اس کو قرأت پڑھنے سے منع کیا ۔ اس نے کہا ۔ کیا تو مجھے منع کرتا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھنے سے ۔ پس ان دونوں کا آپس میں تنازعہ ہوا ۔ یہاں تک کہ یہ واقعہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ کہ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے ۔ پس تحقیق قرأت امام کی اس شخص کی قرأت ہے ۔ یعنی

امام کا پڑھنا مقتدی کا پڑھنا ہے۔

یہ حدیث منع کرنے والے کی تائید میں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرأت خلف الامام ممنوع ہے۔ اس حدیث کے آگے کتاب الآثار صفحہ ۲۳ میں امام محمد فرماتے ہیں۔ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِہٖ نَاْخُذُ وَھُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ۔ یعنی ہمارا عمل اسی پر ہے۔ اور یہی قول امام اعظم رحمہ اللہ کا ہے۔ اور مؤطا صفحہ ۹۴ میں بھی امام محمد نے اسی طرح لکھا ہے۔ پس معلوم کہ جو امام محمد کی طرف قرأت خلف الامام کا استحسان منسوب ہے۔ وہ غلط ہے۔ اس حدیث کی سند جو حافظ احمد بن منیع نے اپنی مسند میں ذکر کی ہے۔ علامہ ابن ہمام نے فتح القدیر میں اس طرح لکھی ہے۔

اخبرنا اسحٰق الازرق ثنا سفیان وشریک عن موسیٰ بن ابی عائشۃ عن عبداللہ بن شداد عن جابر قال قال رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ فَقِرَاْءَۃُ الْاِمَامِ لَہٗ قِرَاءَۃٌ۔

اس سند کے کل راوی ثقہ ہیں۔ اسی طرح روایت امام محمد کے کل راوی ثقہ ہیں۔ واللہ اعلم۔

اخرج الطحاوی والدارقطنی عن جابر بن عبداللہ عن النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم اَنَّہٗ قَالَ مَنْ صَلّٰی رَکْعَۃً فَلَمْ یَقْرَاْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ فَلَمْ یُصَلِّ اِلَّا وَرَاءَ الْاِمَامِ۔

یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص نہ پڑھے ایک رکعت اور نہ پڑھے الحمد شریف۔ پس اس نے نماز نہیں پڑھی (یعنی کامل) مگر امام کے پیچھے (یہ حکم نہیں) اس حدیث کو ترمذی نے موقوفاً روایت کیا۔ اور حسن صحیح فرمایا۔ اور امام طحاوی اور دارقطنی نے مرفوع کیا۔ میں کہتا ہوں یحییٰ بن سلام اور اسماعیل سدی نے اس کو مرفوع روایت کیا ہے۔ اور یہ دونوں صدوق ہیں۔ ذیل اللئالی صفحہ ۱۰۱ میں بھی یہ حدیث مرفوع آئی ہے۔ اس میں یحییٰ بن سلام نہیں۔ اسی طرح بیہقی کی کتاب القرآۃ میں ہے۔

عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلَّی الظُّہْرَ فَجَعَلَ رَجُلٌ یَقْرَءُ خَلْفَہٗ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اَیُّکُمْ قَرَءَ اَوْ اَیُّکُمُ الْقَارِیُٔ قَالَ رَجُلٌ اَنَا فَقَالَ قَدْ ظَنَنْتُ اَنَّ بَعْضَکُمْ خَالَجَنِیْھَا۔ (رواہ مسلم صہ ۱۷۲)

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھی تو ایک آدمی آپ کے پیچھے سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی پڑھنے شروع ہو گیا۔ جب آپ پھرے تو فرمایا۔ کس نے پڑھا ہے۔ یا کون پڑھنے والا ہے۔ ایک آدمی بولا۔ کہ میں ہوں۔ یا رسول اللہ! تو آپ نے فرمایا کہ میں نے یقین کیا کہ تحقیق بعض تمہارے نے تنازعہ کیا مجھ کو ساتھ اس کے۔ اس

حدیث کو مسلم نے روایت کیا۔

اس حدیث کو نسائی نے اپنے سنن کے صفحہ میں باب ترك القرأة خلف الامام فيما لم يجهر فيه میں ذکر کیا ہے۔ یعنی جن نمازوں میں قرأت پکار کر نہیں پڑھی جاتی۔ ان نمازوں میں قرأت خلف امام کے ترک کے باب میں اس حدیث کو لایا ہے۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ جس شخص نے آپ کے پیچھے سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ پڑھا۔ آپ نے اس پر انکار ظاہر فرمایا۔ اور یہ نہیں کہ اس نے جہر پڑھا تھا، تو آپ نے جہر پر انکار ظاہر کیا۔ جیسے کہ بعض شارحین نے ذکر کیا ہے۔ کیونکہ جس نماز میں خود سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم پوشیدہ پڑھتے ہیں۔ اس نماز میں ایک صحابی کس طرح جہر پڑھ سکتا تھا پھر اگر جہر پڑھا ہوتا تو حضور یہ فرماتے کہ کس نے اونچی پڑھا ہے۔ یا اُونچی پڑھنے والا کون ہے۔ اس طرح تو آپ نے نہیں فرمایا۔ بلکہ فرمایا اَيُّكُمْ قَرَأَ کس نے پڑھا ہے؛ تو معلوم ہُوا کہ اس نے جہر نہیں پڑھا۔ ورنہ اس سوال کے جواب میں سارے صحابی کہتے کہ ہم سب نے پڑھا ہے۔ نہیں بلکہ ایک نے عرض کیا کہ میں نے پڑھا ہے تو معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے سرّی نمازوں میں بھی قرأت نہیں تھی۔ اسی لیے آپ نے پڑھنے والے پر انکار کیا۔

اور اسی حدیث کو دار قطنی صفحہ ۱۲۴ میں لایا ہے۔ اور اس کے اخیر میں ہے فَنَهَاهُمْ عَنِ الْقِرَأَةِ خَلْفَ الْاِمَامِ۔ یعنی پس منع کیا ان کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرأت خلف الامام سے اور یہ سمجھنا کہ سورت

پڑھنے سے منازعت واقع ہوتی ہے۔ الحمد سے نہیں، یہ زبردستی اور تعصب ہے۔

عن ابی الاحوص عن عبد اللہ قال کانوا یقرؤن خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال خلطتم علی القرأۃ۔ رواہ الطحاوی ص۱۲۰ والطبرانی والبزار واسنادہ حسن۔ (آثار السنن ص۸۷)

ابوالاحوص روایت کرتے ہیں عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا اس نے تھے (صحابی) پڑھتے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے۔ پس فرمایا آپ نے کہ خلط کر دی تم نے مجھ پر قرأت۔ اس کو طحاوی اور طبرانی نے روایت کیا۔ سندہ جید جوہر النقی ص۱۵۵

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ خَلْفَ الْاِمَامِ فَحَسْبُہٗ قِرَاْءَۃُ الْاِمَامِ وَ اِذَا صَلّٰی وَحْدَہٗ فَلْیَقْرَءْ قَالَ وَ کَانَ عَبْدُ اللّٰہِ لَا یَقْرَاءُ خَلْفَ الْاِمَامِ۔ (رواہ مالک فی الموطا)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جب نماز پڑھے کوئی تمہارا امام کے پیچھے تو کافی ہے اس کو قرأت امام کی۔ اور جب پڑھے اکیلا تو چاہیئے کہ پڑھے۔ کہا نافع نے عبداللہ امام کے پیچھے نہیں پڑھتے تھے۔ اس کو مالک نے موطاء میں روایت کیا۔

عن ابن اکیمۃ قال سَمِعْتُ اَبَا ھُرَیْرَۃَ یَقُوْلُ صَلّٰی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاَصْحَابِہٖ صَلٰوۃً نَظُنُّ اَنَّھَا الصُّبْحُ فَقَالَ ھَلْ قَرَءَ مِنْکُمْ اَحَدٌ قَالَ رَجُلٌ اَنَا قَالَ اِنِّیْٓ اَقُوْلُ مَالِیْ اُنَازِعُ الْقُرْاٰنُ۔ (رواہ ابن ماجہ)

ابن اکیمہ فرماتے ہیں۔ میں نے ابوہریرہ کو سنا۔ کہتے تھے۔ کہ نماز پڑھائی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو ایک نماز۔ ہم گمان کرتے ہیں کہ وہ صبح تھی۔ پس کہا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے، کیا پڑھا ہے تم میں سے کسی نے، کہا ایک مرد نے (یارسول اللہ) میں نے پڑھا ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ میں کہتا تھا کیا ہوا مجھ کو چھینا جاتا ہے مجھ سے کلام اللہ" اس کو ابن ماجہ نے بسند صحیح روایت کیا۔

امام مالک نے اس حدیث کے آگے قول زہری یا قول ابوہریرہ بھی روایت کیا ہے۔ وہ یہ کہ موقوف کیا لوگوں نے قرأت کو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز جہری میں جب سے یہ سنی آپ سے۔ میں کہتا ہوں منازعت ہر صورت میں پائی جاتی ہے۔ مقتدی اونچی پڑھے یا آہستہ۔ جیسے کہ علامہ زرقانی نے اس کی شرح صفحہ ۱۶۱ میں بیان کیا ہے۔ اس حدیث کی تفصیل میں نے شمس الحق میں بیان کی ہے۔ جو چاہے۔ وہاں دیکھے۔

عن عبد اللہ بن مقسم انّہٗ سَاَل عبد اللہ بن عمر

و زید بن ثابت وجابر بن عبد اللہ فقالوا لا یُقرءُ خلفَ الاِمَامِ فِی شَیئٍ مِنَ الصَّلَوَاتِ ۔ (رواہ الطحاوی)

عبداللہ بن مقسم نے عبداللہ بن عمر و زید بن حارث وجابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم صحابیوں سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ امام کے پیچھے کسی نماز میں قرأت نہ کی جائے۔ اس کو طحاوی نے روایت کیا۔

عن عطاء بن یسار اَنَّہٗ سَئَال زَیدَ بْنَ ثَابِتٍ عن الْقِرَأَۃِ مَعَ الْاِمَامِ فَقَالَ لَا قِرَأَۃَ مَعَ الْاِمَامِ فِی شَیْئٍ (رواہ مسلم) فی باب سجود التلاوۃ)

عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ اس نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو قرأت خلف الامام کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ کوئی قرأت نہیں ساتھ امام کے کسی شے میں۔ یعنی کسی نماز میں امام کے ساتھ قرات نہیں۔ اس کو مسلم نے باب سجود التلاوۃ میں روایت کیا ہے۔

عن ابی وائل عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال انصت للقرأۃ فانّ فی الصلوٰۃ شُغُلًا و سیکفیك ذالك الامام ۔ رواہ الطحاوی و اسنادہ صحیح و عبدالرزاق و الطبرانی و ابن ابی شیبہ ۔ (عمدۃ القاری ص۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خاموش رہو واسطے قرأت کے پس تحقیق نماز میں شغل ہے اور بے شک

کفایت کریگا تجھ کو قرأت کی طرف سے امام۔ اس کو طحاوی نے بسند صحیح صفحہ ۱۲۹ میں روایت کیا۔

وعن علقمة عن ابن مسعود رضی الله عنه قال لَيْتَ الَّذِىْ يقرءُ خَلْفَ الْاِمَامِ مُلِئَ فُوْهٗ تُرَاباً۔

(رواه الطحاوی صـ ۱۲۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمنّا ہے کہ جو امام کے پیچھے پڑھتا ہے اس کا منہ مٹی سے بھرا جاوے۔ اس کو امام طحاوی نے بسندِ حسن روایت کیا۔

وَعَنْ اَبِىْ حَمْزَةَ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَقْرَءُ وَ الْاِمَامُ بَيْنَ يَدَىَّ فَقَالَ لَا۔ (رواه الطحاوی)

ابوحمزہ کہتے ہیں۔ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا میں پڑھوں۔ اور امام میرے آگے ہو۔ فرمایا نہ۔ اس کو طحاوی نے صـ ۱۲۹ میں روایت کیا۔

وعن كثير بن مرة عن ابى الدرداء قال قام رَجُلٌ فقال يا رسول الله اَفِىْ كُلِّ صلوٰةٍ قران قال نَعَمْ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ وَجَبَ هٰذَا فَقَالَ اَبُو الدَّرْدَاءِ يَا كَثِيْرُ وَ اَنَا اِلٰى جنبه لَا اَرٰى الْاِمَامَ اِذَا اَمَّ الْقَوْمَ اِلَّا قَدْ كَفَاهُمْ۔

(رواه الدارقطنی صـ ۱۲۹ والطحاوی صـ ۱۲۷)

ابو درداء فرماتے ہیں کہ ایک شخص کھڑا ہوا۔ اور اس نے عرض کی۔ کہ یارسول اللہ! کیا ہر نماز میں قرآن ہے۔ فرمایا۔ ہاں۔ تو قوم میں سے ایک شخص نے کہا۔ یہ واجب ہوگیا۔ تو ابو درداء نے فرمایا۔ اے کثیر اور میں اس کے پہلو میں تھا۔ میں نہیں دیکھتا امام کو جب وہ کسی قوم کی امامت کرائے مگر بتحقیق کفایت کریگا ان کو۔ اس کو دارقطنی اور طحاوی نے روایت کیا۔

اس حدیث سے دو امر مستفاد ہوئے۔ ایک[۱] یہ کہ حضرت ابو درداء صحابی امام کی قرأت مقتدیوں کے لیے کافی فرماتے ہیں۔ دوسرا[۲] یہ کہ جس طرح فِیْ کُلِّ صَلٰوۃٍ قُرْآنٌ کا مطلب ابو درداء رضی اللہ عنہ نے یہی لیا ہے کہ مقتدی کے واسطے امام کی قرأت ہے۔ اگر یہ لفظ ان کے نزدیک اپنے حقیقی معنوں سے مقتدی کو بھی شامل ہوتا تو آپ یہ نہ فرماتے کہ امام کی قرأت کافی ہے۔ اسی طرح دوسری عام روایات بھی مقتدی کو شامل نہیں۔ اگر شامل بھی سمجھی جاویں تو مقتدی حکماً قاری ہوگا۔

فافهم فانه من مزلة الاقدام۔

قال علی رضی اللہ عنہ من قَرَءَ خَلْفَ الْاِمَامِ فَلَيْسَ عَلَى الْفِطْرَۃِ۔ (رواہ الطحاوی ص۱۲۹ والدارقطنی وابن ابی شیبہ۔ عینی ص۹۷)

اس کو عبد الرزاق نے بھی روایت کیا (قالہ ابن الہمام) یعنی جو شخص

پڑھے پیچھے امام کے پس نہیں وہ فطرت پر۔ اس کو طحاوی نے روایت کیا۔

اخرج الامام محمّد فی مؤطاہ عن ابن عمر قال مَنْ صَلّٰی خَلْفَ الْاِمَامِ کَفَتْهُ قِرَأَتُهٗ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے۔ اس کو امام کی قرأت کافی ہوگی۔ اس کو امام محمد نے مؤطا صہ۹۴ میں روایت کیا۔

وَ اَخْرَجَ ایضا عن ابن عمر اَنَّهٗ سُئِلَ عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْاِمَامِ قَالَ تَكْفِيْكَ قِرَاءَةُ الْاِمَامِ۔

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے قرأت خلف الامام کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ تجھے امام کی قرأت کافی ہے یہ حدیث مؤطا محمد صہ۹۴ میں موجود ہے۔ اور مسند احمد صہ۴۹ جلد۲ میں بھی موجود ہے۔

وَ اَخْرَجَ عن سالم بن عبد اللہ بن عمر قال كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَقْرَءُ خَلْفَ الْاِمَامِ قال فَسَاَلْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ ذَالِكَ فَقَالَ اِنْ تَرَكْتَ فقد تركہ ناسٌ يقتدیٰ بهم وَ اِنْ قَرَأْتَ فَقَدْ قَرَأَهٗ نَاسٌ يُقْتَدٰى بِهِمْ وَكَانَ الْقَاسِمُ مِمَّنْ لَا يَقْرَءُ۔

امام محمد مؤطا صہ۹۴ میں سالم بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں۔

کہا سالم نے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے نہیں پڑھتے تھے۔ کہا اسامہ نے، میں نے قاسم بن محمد (بن ابی بکر الصدّیق رضی اللہ عنہ) کو اس بارہ میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا۔ کہ اگر تو (امام کے پیچھے پڑھنا) چھوڑ دے تو بے شک چھوڑ دیا ہے اس کو (ایسے) لوگوں نے جو اقتداء کیا جاتا ہے ساتھ ان کے۔ اور اگر تو پڑھے تو بے شک پڑھا ہے اس کو ایسے لوگوں نے جو اقتداء کیا جاتا ہے ساتھ ان کے۔ کہا اسامہ نے قاسم (بن محمد بن الصدیق) ان لوگوں میں سے تھے جو (امام کے پیچھے نہیں پڑھتے تھے۔

اس اثر سے حضرت عبداللہ بن عمر و حضرت قاسم بن محمد کا امام کے پیچھے نہ پڑھنا ثابت ہے۔

وَ اَخْرَجَ عَنْ علقمة بن قيس اَنَّ عبد الله ابن مَسْعُوْدٍ كَانَ لَا يَقْرَءُ خَلْفَ الْاِمَامِ فِيْمَا يَجْهَرُ فِيْهِ وَفِيْمَا يُخَافَتُ فِيْهِ فِي الْاُوْلَيَيْنِ وَ لَا فِي الْاُخْرَيَيْنِ وَ اِذَا صَلّٰى وَحْدَهٗ قَرَءَ فِي الْاُوْلَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَةٍ وَلَمْ يَقْرَءْ فِي الْاُخْرَيَيْنِ شَيْئًا۔

امام محمد مؤطا ص ۹۶ میں علقمہ بن قیس سے روایت کرتے ہیں۔ کہا اس نے کہ تحقیق عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نہیں پڑھتے

تھے پیچھے امام کے۔ نہ جہری نمازوں میں نہ سری نمازوں میں۔ نہ پہلی دو رکعتوں میں نہ پچھلی دو رکعتوں میں۔ اور جب پڑھتے اکیلے تو پڑھتے پہلی دو رکعت میں فاتحہ اور سورت۔ اور نہ پڑھتے پچھلی دو رکعتوں میں کچھ بھی (قرآن سے)۔

اس اثر سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ خلف الامام نہیں پڑھتے تھے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پچھلی دو رکعتوں میں قرات واجب نہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود منفرد ہونے کی حالت میں پچھلی دو رکعتوں میں کچھ نہیں پڑھتے تھے۔

وَاَخْرَجَ عَنْ علقمة بن قيس قال لان اَعَضَّ علیٰ جَمْرَةٍ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَقْرَأَ خَلْفَ الْاِمَامِ۔

امام محمد مؤطا صہ ۹۸ میں علقمہ بن قیس تابعی سے روایت کرتے ہیں۔ کہا اس نے مجھے آگ کا چنگاڑا کھانا بہت پسند ہے اس سے کہ امام کے پیچھے قرأت پڑھوں۔

وَ اخرج عن ابراهيم النّخعي قال اِنَّ اَوَّلَ مَنْ قَرَءَ خَلْفَ الْاِمَامِ رَجُلٌ اُتُّهِمَ۔

امام محمد مؤطا صہ ۹۸ میں ابراہیم نخعی سے لائے ہیں۔ کہا اس نے کہ پہلے جس نے امام کے پیچھے پڑھا ہے، وہ ایک آدمی متہم تھا۔ یعنی بدعتی۔

وَاَخرج عن سعد قال وَدِدْتُ اَنَّ الَّذِیْ یَقْرَءُ خَلْفَ الْاِمَامِ فِیْ فِیْہِ جَمْرَۃٌ۔

حضرت سعد بن ابی وقاص صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دوست رکھتا ہوں جو امام کے پیچھے پڑھتا ہے۔ اس کے منہ میں چنگاڑا ہو۔ (عمدۃ القاری صہ ٦٧)

وَ اَخْرَجَ عن محمّد بن عجلان اَنَّ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّاب قَالَ لَیْتَ فِیْ فَمِ الَّذِیْ یَقْرَءُ خَلْفَ الْاِمَامِ حَجَرًا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آرزو ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے پڑھتا ہے، اس کے منہ میں پتھر ہوں۔

(مؤطا محمد صہ ۹۸) - (عینی بخاری صہ ٦٧)

و اَخرج عن زید بن ثابت رضی اللّٰه عنه انّه قَالَ مَنْ قَرَءَ خَلْفَ الْاِمَامِ فَلَا صَلٰوۃَ لَهٗ۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص امام کے پیچھے پڑھے، اس کی نماز نہیں۔ (مؤطا صہ ١٠٠)

عن ولید بن قیس قَالَ سَاَلْتُ سَوَیْدَ بْنِ عَقْلَۃٍ اَقْرَءُ خَلْفَ الْاِمَامِ فِی الظُّھْرِ وَ الْعَصْرِ قَالَ لَا۔

(اخرج ابن شیبة فی مصنفة)

ولید بن قیس فرماتے ہیں۔ میں نے سوید بن عقلہ (تابعی یا صحابی)

سے پوچھا۔ کہ کیا میں ظہر اور عصر میں امام کے پیچھے قرأت پڑھوں تو انہوں نے فرمایا کہ نہ۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ (آثار السنن صہ ۹۰)

عن ابی بشر عن سعید بن جبیر قال سَئَلْتُہٗ عَنِ الْقِرْءَۃِ خَلْفَ الْاِمَامِ قَالَ لَیْسَ خَلْفَ الْاِمَامِ قِرْءَۃٌ۔ (رواہ ابن ابی شیبہ)

ابو بشر کہتے ہیں۔ میں نے سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے قرأت خلف الامام کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے کوئی قرأت نہیں۔ (آثار السنن صہ ۹۰)

عن قتادۃ عن ابن المسیب قَالَ اَنْصِتْ لِلْاِمَامِ اخرجہ ابن ابی شیبۃ۔

کہا سعید بن مسیب رحمہٗ اللہ نے خاموش رہ واسطے امام کے۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ (آثار السنن صہ ۹۰)

وَاَخْرَجَ عَنْ مُحَمَّدٍ (ابن سیرین) قال لَا اَعْلَمُ الْقِرَاءَۃَ خَلْفَ الْاِمَامِ مِنَ السُّنَّۃِ۔

ابو بکر بن ابی شیبہ نے ابن سیرین رحمہٗ اللہ سے روایت کیا۔ کہا اس نے میں نہیں جانتا قرأت خلف الامام کو سُنّت سے۔ (آثار السنن صہ ۹۰)

وَاَخرج عن ابراھیم قَالَ قَالَ الْاَسْوَد لاَن اَعَضَّ

جَمْرَةً اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَقْرَءَ خَلْفَ الْاِمَامِ اَعْلَمُ اَنَّهٗ یَقْرَءُ۔

کہا اسود نے البتہ چنگاڑا آگ کا کھانا مجھے بہت پسند ہے۔ اس سے کہ میں امام کے پیچھے پڑھوں۔ میں جانتا ہوں کہ وہ (امام) پڑھتا ہے۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ (آثار صد ۹۰)

دوسری سند سے ابوبکر بن ابی شیبہ اسی اسود بن یزید رحمۃ اللہ سے اس طرح لائے ہیں۔ کہا اس نے وددت ان الّذی یقرء خلف الامام ملاءفاہ ترابا۔ میں دوست رکھتا ہوں جو امام کے پیچھے پڑھتا ہے، اس کا منہ مٹی سے پُر کیا جاوے۔ (آثار صد ۹۰)

وَاخرج عن مالك بن عمارة قال سَئَالتُ لَا اَدْرِیْ کَمْ رَجُلٍ مِنْ اَصْحَابِ عبدِ اللّٰهِ کُلُّهُمْ۔ یَقُوْلُوْنَ لَا یَقْرَءُ خَلْفَ الْاِمَامِ مِنْهُمْ عَمْرُو بن مَیْمُوْن۔

ابن ابی شیبہ مالک بن عمارۃ سے روایت ہے۔ کہا اس نے میں نہیں جانتا کہ کتنے آدمیوں کو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے یاروں سے میں نے پوچھا۔ سب یہی کہتے تھے۔ کہ امام کے پیچھے نہ پڑھا جاوے۔ اُن میں سے عمرو بن میمون ہے۔ (آثار السنن صد ۹۰)

عن ابن عبّاسٍ عن النّبیّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ يَكْفِيْكَ قِرْأَةُ الْاِمَامِ خَافَتْ اَوْ قَرَءَ۔ (رواہ الدارقطنی صہ۱۲۶)

ابن عباس سے روایت ہے۔ فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تجھے کافی ہے امام کا پڑھنا۔ پوشیدہ پڑھے یا اونچی پڑھے۔ اس کو دارقطنی نے روایت کیا۔

عن موسیٰ بن عقبۃ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ اَبَابَکْرٍ وَ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ کَانُوْا یَنْہَوْنَ عَنِ الْقِرْءَۃِ خَلْفَ الْاِمَامِ۔

موسیٰ بن عقبہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر اور عمر اور عثمان قرأتِ خلف الامام سے منع فرمایا کرتے تھے اس کو عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں روایت کیا۔

(عمدۃ القاری صہ۶۷)

عن عبد اللّٰہ بن زید بن اسلم عن ابیہ قال کَانَ عَشْرَۃٌ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْہَوْنَ عَنِ الْقِرْأَۃِ خَلْفَ الْاِمَامِ اَشَدَّ النَّہْیِ اَبُوبکر الصدّیق و عمرؓ الفاروق و عثمانؓ بن عفّان و علیؓ ابن ابی طالب عبدؓ الرحمٰن بن عوف و سعدؓ بن ابی وقاص و عبدؓ اللّٰہ بن مسعود و زیدؓ بن ثابت و عبدؓ اللّٰہ بن عمرو

عبداللہ بن عباس رضی عنہم۔ فکرہ الشیخ الامام عبد اللہ بن یعقوب الحارثی السید موفی فی کتاب کشف الاسرار۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری مز

زید بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دس اصحاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرأت خلف الامام سے سخت منع فرمایا کرتے تھے۔ ابوبکر صدیق۔ عمر و عثمان و علی و عبدالرحمٰن بن عوف و سعد بن ابی وقاص و ابن مسعود و زید بن ثابت و عبداللہ بن عمر و عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم۔

عن ابن زکوان عن زید بن ثابت و ابن عمر کَانَا لَا یَقْرَآنِ خَلْفَ الْاِمَامِ اخرجہ عبدالرزاق۔

جوہر النقی صہ ۱۵۵ میں ابن زکوان سے روایت ہے کہ حضرت زید بن ثابت و عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما امام کے پیچھے قرأت نہیں پڑھتے تھے۔ اس کو عبدالرزاق نے اپنے مصنّف میں میں روایت کیا ہے۔

وروی ایضاً عن زید بن اسلم اَنَّ ابْنَ عُمَرَ کَانَ یَنْھٰی عَنِ الْقِرَأَۃِ خَلْفَ الْاِمَامِ۔

زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قرأت خلف الامام سے منع فرمایا کرتے تھے۔ اس کو بھی عبدالرزاق نے

روایت کیا ہے۔ (جوہر النقی صد ۱۵۵)

دارقطنی صد ۱۲۵ میں شعبی سے روایت کرتے ہیں۔ کہا شعبی نے :

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا قِرَاْۃَ خَلْفَ الْاِمَامِ۔

فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ امام کے پیچھے کوئی قرأت نہیں کہا دارقطنی نے۔ یہ حدیث مرسل ہے۔

کہا شیخ عبد الحیٔ نے غیث الغمام صد ۱۰۸ میں کہ امام بیہقی نے کتاب المعرفۃ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد اس کے کہ ادا کیا آپ نے نماز کو۔

مَنْ قَرَءَ خَلْفِیْ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی فَقَدْ رَأَیْتُہٗ یُخَالِجُنِیْ الْقُرْاٰنَ مَنْ صَلّٰی مِنْکُمْ خَلْفَ اِمَامٍ فَقِرَاْتُہٗ لَہٗ قِرَاْۃٌ۔

یعنی میرے پیچھے سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی کس نے پڑھا ہے۔ پس تحقیق دیکھا میں نے اس کو تنازعہ کرتا ہے مجھ کو قرآن میں۔ جو شخص نماز پڑھے تم میں سے امام کے پیچھے۔ پس پڑھنا امام کا مقتدی کا پڑھنا ہے۔

و اخرج البیہقی ایضًا عن ابن عبّاس مرفوعًا

من کَانَ لَہٗ اِمَامٌ فَلَا یَقْرَءُنَّ مَعَہٗ فَاِنَّ قِرَاْتَہٗ لَہٗ

قِرَاۃٌ۔

یعنی فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کہ ہو واسطے اس کے امام پس نہ پڑھے ساتھ امام کے پس تحقیق پڑھنا اس کا واسطے اس کے پڑھنا ہے۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے۔

وَاخرج الطبرانی فی الاوسط عن ابن عبّاس مرفوعًا لَا قِرَاۃَ خَلْفَ الْاِمَامِ۔

یعنی حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ امام کے پیچھے کوئی قرأت نہیں ہے۔ اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا۔

واخرج الطحاوی عن جابر مرفوعًا لَا یَقْرَءُ خَلْفَ الْاِمَامِ فِیْ شَیْئٍ مِنَ الصَّلٰوَاتِ۔

امام طحاوی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ پڑھو امام کے پیچھے کسی شے میں نمازوں میں سے۔

واخرج البیہقی فی کتاب القراۃ عن ابن عمر مرفوعًا اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنِ الْقِرَاۃِ خَلْفَ الْاِمَامِ۔

بیہقی کتاب القرأت میں حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے پیچھے قرأت

کرنے سے منع فرمایا ہے۔

و بطریق اٰخر عنہ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْقِرَأَۃِ خَلْفَ الْاِمَامِ فَقَالَ لَا یُقْرَاءُ۔

یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرأت خلف الامام سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ نہ پڑھا جاوے۔

و اخرج البیہقی ایضاً عن ابی سعید ن الخدری رضی اللہ عنہ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ خَلْفَ الْاِمَامِ لَا یَقْرَءُ شَیْئًا اَیُجْزِیْہِ قَالَ نَعَمْ۔

یعنی ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آدمی کے حق میں دریافت کیا جو امام کے پیچھے کچھ نہ پڑھے۔ کیا اس کو کفایت کرتا ہے۔ فرمایا۔ ہاں۔ اس کو بیہقی نے روایت کیا۔

و اخرج ایضا عن عمر قال صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا صَلٰوۃَ الظُّھْرِ فَقَرَءَ رَجُلٌ مِنَ النَّاسِ فِیْ نَفْسِہٖ فَقَالَ ھَلْ قَرَءَ مَعِیَ اَحَدٌ مِنْکُمْ قَالَہٗ ثَلٰثًا فَقَالَ الرَّجُلُ نَعَمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنَا کُنْتُ اَقْرَءُ فَقَالَ اَقُوْلُ مَالِیْ اُنَازَعُ

الْقُرْاٰنُ اَمَا يَكْفِيْ اَحَدَكُمْ قِرَاْءَةُ اِمَامِهٖ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا قَرَءَ فَاَنْصِتُوْا۔

بیہقی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہا انہوں نے نماز پڑھی ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر کی تو پڑھا ایک آدمی نے اپنے جی میں۔ تو فرمایا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ کیا پڑھا ہے میرے ساتھ کسی نے تم میں سے۔ یہ تین بار فرمایا۔ تو ایک شخص بولا۔ ہاں یا رسول اللہ! میں پڑھتا تھا تو فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میں کہتا ہوں۔ کیا ہوا مجھے کہ چھینا جاتا ہے مجھ سے قرآن۔ کیا نہیں کفایت کرتا تم کو پڑھنا اپنے امام کا سوائے اس کے نہیں امام اس لیے بنایا گیا کہ اقتدا کیا جاوے ساتھ اس کے۔ پس جب وہ پڑھے تو تم چپ رہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز سریہ میں بھی چپ رہنے کا حکم ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص نے خلف امام پڑھا تھا، اس نے اپنے جی میں پڑھا تھا تو سریہ نمازوں میں بھی امام کے پیچھے اپنے جی میں پڑھنا بھی منع ہوا۔

واخرج البیہقی فِیْ کِتَابِ الْقِرَاْءَةِ وَالْحَاکِمُ فِیْ تاریخہٖ عن بلال اَمَرَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا اَقْرَءُ خَلْفَ الْاِمَامِ۔

بیہقی نے کتاب القرأت میں اور حاکم نے اپنی تاریخ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہا اس نے امر کیا مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہ نہ پڑھوں میں امام کے پیچھے۔

واخرج البیہقی عن ابی ھریرۃ مرفوعًا کُلُّ صَلٰوۃٍ لَا یُقْرَءُ فِیْھَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَھِیَ خِدَاجٌ اِلَّا صَلٰوۃَ خَلْفَ الْاِمَامِ۔

بیہقی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نماز میں الحمد نہ پڑھا جائے وہ ناقص ہے مگر نماز امام کے پیچھے۔

واخرج ایضًا عن ابن عبّاس مرفوعًا کُلُّ صَلٰوۃٍ لَا یُقْرَاءُ فِیْھَا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ فَلَا صَلٰوۃَ اِلَّا وَرَاءَ الْاِمَامِ۔

ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نماز میں الحمد نہ پڑھا جاوے وہ نماز نہیں مگر امام کے پیچھے۔

وَ اخرج عبد الرَّزَّاق عَنْ زَیْدِ بن اسلم مرسلا نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْقِرَاْۃِ خَلْفَ الْاِمَامِ۔

زید بن اسلم سے مرسل روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے امام کے پیچھے پڑھنے سے منع فرمایا۔

(غیث الغمام صفحہ ۱ للشیخ عبدالحی)

اخرج دار قطنی فی سنتہ عن الحجاج بن ارطاہ عن قتادہ عن زراۃ عن عمران بن حصین قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ بِالنَّاسِ وَ رَجُلٌ یَقْرَءُ خَلْفَہٗ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ مَنْ ذَالَّذِیْ یُخَالِجُنِیْ سُوْرَۃً کَذَا فَنَہَاھُمْ عَنِ الْقِرْاَۃِ خَلْفَ الْاِمَامِ۔

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے۔ اور ایک آدمی آپ کے پیچھے پڑھتا تھا۔ جب آپ فارغ ہوگئے تو فرمایا کون ہے جو مجھے فلاں سورت میں تنازع کرتا ہے۔ پس آپ نے مقتدیوں کو قرأت خلف الامام سے منع فرمایا۔ (دار قطنی)

اخرج البخاری فی صحیحہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قَالَ قَرَءَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْمَا اُمِرَ وَ سَکَتَ فِیْمَا اُمِرَ وَ مَا کَانَ رَبُّکَ نَسِیًّا۔

کہا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ پڑھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نمازوں میں کہ امر کیے گئے اور خاموش رہے ان نمازوں میں کہ امر کیے گئے اور نہیں ہے تیرا رب بھولنے والا

اس کو امام بخاری نے روایت کیا۔

...استدلال یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ذکر ...ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض نمازوں میں خدا کے حکم سے پڑھا اور بعض میں سکوت فرمایا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ کونسی نماز ہے جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے سکوت فرمایا۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ نمازی یا منفرد ہوگا یا امام یا مقتدی۔ پس امامت اور انفراد کی حالت میں تو آپ کا پڑھنا ثابت ہے۔ لیکن اقتداء کی حالت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قرأت پڑھنا ثابت نہیں۔ تو معلوم ہو گیا کہ یہی مقتدی کی نماز ہے جس میں آپ چپ رہنے کے لیے مامور تھے۔

مسند احمد صفحہ ۲۱۸ جلد ا میں اسی حدیث کے آگے یہ لفظ ہیں۔

فَقِيْلَ لَهٗ لَعَلَّهٗ كَانَ يَقْرَءُ فِيْ نَفْسِهٖ فَغَضَبَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَقَالَ اَيُتَّهَمُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو کسی نے کہا کہ شاید رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے ہوا... ہیں تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ غصہ ہوئے۔ اور فرمایا۔ کیا تہمت لگائے جاتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

مسند احمد کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سکت فیما امر کے معنی جو بعض محدثین نے عدم جہر کئے ہیں صحیح نہیں۔ محقق سندھی نے حاشیہ بخاری میں اس کے معنی ترک قرأت کو ہی ترجیح دی ہے۔ ہاں جس جگہ جہر کا مقابلہ ہو وہاں سکت کے معنی عدم جہر ہو سکتے ہیں۔ لیکن یہاں تو قرءَ کے مقابلہ میں سَکَتَ واقع ہوا ہے۔ پس یہاں عدم جہر مراد لینا صحیح نہیں۔ واللہ اعلم۔

اخرج ابن ماجۃ عن ابن عبّاسٍ فی حدیث طویل قال ابن عباس فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْقِرْاَۃِ مِنْ حَیْثُ کَانَ بَلَغَ اَبُوْبَکْرٍ۔

اور دار قطنی کا لفظ یوں آیا ہے۔

فَقَرَءَ مِنَ الْمَکَانِ الَّذِیْ اِنْتَھٰی اَبُوْبَکْرٍ مِنَ السُّوْرَۃِ۔

ابن ماجہ میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات میں جو نماز پڑھی۔ اس میں ابوبکر نماز پڑھا رہے تھے کہ آپ کو کچھ افاقہ ہوا اور مسجد میں تشریف لائے اور ابوبکر کے بائیں طرف بیٹھ گئے۔ اور آپ نے آکر وہاں سے قرأت شروع کی۔ جہاں تک ابوبکر پہنچے ہوئے تھے۔ یعنی جس سورت کو حضرت ابوبکر پڑھ رہے

تھے اور جہاں تک پہنچے ہوئے تھے اس کے آگے سے پڑھنا شروع کر دیا۔

اس حدیث کو حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں حسن لکھا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ الحمد نماز میں فرض نہیں۔ کیونکہ ابوبکر الحمد پڑھ چکے ہوئے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر الحمد نہ پڑھی۔ بلکہ وہی کافی سمجھی۔ اور آگے سے سورت کو پڑھنا شروع کر دیا۔ پس اگر بغیر الحمد کے نماز صحیح نہ ہوتی۔ تو حضور ترک نہ فرماتے۔ اس حدیث کو امام احمد اور ابو یعلی موصلی نے بھی روایت کیا ہے۔ نیز طحاوی نے شرح معانی الآثار اور مشکل الآثار میں بھی روایت کیا ہے۔ کتاب معتصر صہ ۲۶ میں جو مشکل الآثار کے مختصر کا اختصار ہے۔ اس حدیث کے تحت میں لکھا ہے۔

فَفِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ وَ قَدْ قَرَءَ اَبُوْبَكْرِ الْفَاتِحَةَ وَ بَعْضُهَا وَ لَمْ يُعِدْ رَسُوْلُ اللّٰهِ الْفَاتِحَةَ وَلَا شَيْئًا مِّنْهَا فَدَلَّ اَنَّ الْفَاتِحَةَ بِتَرْكِهَا اَوْ تَرْكِ بَعْضِهَا لَا تَفْسُدُ بِهِ الصَّلٰوةُ فَلَا يَكُوْنُ قِرَاْتُهَا شَرْطًا لِلْجَوَازِ۔ انتہٰی۔

اس کا خلاصہ پیچھے گزر چکا۔

میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث دو وجہ سے ترک قرأت خلف الامام کی دلیل ہے پہلی وجہ یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے قرأت شروع کی جہاں

ابوبکر پہنچے ہوئے تھے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شروع قرأت کو ترک فرمایا تو اس ترکِ قرأت کی اور کوئی وجہ بجز اس کے نہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا پڑھنا کافی سمجھا گیا۔ پس باوجودیکہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر کے مقتدی نہ تھے تو ابوبکر کی قرأت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واسطے کافی ہوئی۔ تو جو شخص ابابکر کا مقتدی تھا۔ اس کے لیے تو بالضرور قرات ابوبکر کافی ہو گئی تو ثابت ہو گیا کہ مقتدی کے واسطے قرأت نہیں۔ اور یہی حق ہے کیونکہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صاف ظاہر ہے کہ قرأت منصب امام کا ہے چنانچہ بخاری و مسلم کی روایت میں آیا ہے کہ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

مُرُوا اَبَابَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قُلْتُ اِنَّ اَبَابَكْرٍ اَسِيْفٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ رَقِيْقٌ اِنْ يَّقُمْ مَقَامَكَ يَبْكِ فَلَا يَقْدِرُ عَلٰى قِرْأَةٍ، وَفِيْ رِوَايَةٍ اِذَا قَرَءَ الْقُرْاٰنَ لَا يَمْلِكُ دَمْعَهٗ - وَنَحْو ذَالِكَ من الفاظ الحديث -

یعنی حکم کرو ابابکر کو وہ نماز پڑھائے لوگوں کو۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں۔ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! ابوبکر نرم دل ہیں۔ وہ اگر آپ کے مقام پر کھڑے ہوئے تو روئیں گے۔ اور قرأت نہ پڑھ سکیں گے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ امام کا منصب قرأت ہے۔ اگر مقتدی کا بھی حق ہوتا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ عذر صحیح نہ ہوتا کیونکہ مقتدی ہونے کی حالت میں بھی وہ

قاری ہوتے۔ پھر اس عذر کر لے گا کہ وہ نرم دل ہیں۔ ان سے قرأت پڑھی نہ جائے گی، کوئی معنی نہ تھا۔ حالانکہ واقعہ نماز ظہر کا ہے۔ پکار کر پڑھنے کی ضرورت بھی نہ تھی۔ فافہم۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ لفظ حدیث فاستتم رسول اللہ اور لفظ من حیث انتھی ابوبکر صریح ہے کہ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ مقتدی ہوئے تو انہوں نے قرأت ترک کر دی۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قرأت کو تمام کرنا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بس کرنا اسی صورت سے متصور ہو سکتا ہے کہ صدیق اکبر تارک قرأت ہوں۔ ورنہ صدیق کی قرأت کا تمام کرنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح نہیں ہو سکتا تو معلوم ہو گیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ وسلم نے بحالت مقتدی ہو جانے کے قرأت ترک کر دی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پورا کیا۔ تو ثابت ہوا کہ منصب قرأت کا امام کو ہے مقتدی کو نہیں۔ جب تک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ امام رہے، قرأت پڑھتے رہے۔ جب مقتدی ہوئے چھوڑ دی۔ فثبت ما قلنا۔

فائدہ عجیبہ یہ نماز جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پڑھائی ہے، آخری نماز ہے جو آپ نے مرض موت میں مسجد میں امام ہو کر پڑھائی۔ پس اس میں ترک قرأت فاتحہ ثابت ہے تو معلوم ہوا کہ آخر الامر میں ترک قرأت فاتحہ ہے پس فرضیت کے دلائل یا تو ضعیفہ ہیں، یا منسوخہ متروکہ ولعل الحق لا یتجاوز عما قلنا۔

سُورہ فاتحہ کے بعد آمین کہنا

اُمّت نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ منفرد جب سورۂ فاتحہ سے فراغت پائے۔ تو آمین کہے۔ امام نووی شرح صحیح مسلم صہ ۱۷۶ جلد اوّل میں لکھتے ہیں۔

وَقَدِ اجْتَمَعَتِ الْاُمَّةُ عَلٰی اَنَّ الْمُنْفَرِدَ يُؤَمِّنُ۔

یعنی امت کا اجماع ہے کہ اکیلا آمین کہے۔

صحیح مسلم جلد اوّل صہ ۱۷۶ میں ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

اِذَا قَالَ اَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ اٰمِيْن وَالْمَلٰئِكَةُ فِي السَّمَآءِ اٰمِيْن فَوَافَقَ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔

یعنی جب کہے ایک تمہارا نماز میں آمین۔ اور فرشتے آسمان میں (کہتے ہیں) آمین۔ پس موافق ہو ایک ان دونوں کی دوسری کو اس کے اگلے گناہ سب بخشے جاتے ہیں۔

علامہ عینی شرح صحیح بخاری صہ ۱۰۹ جلد اوّل میں لکھتے ہیں۔

وَفِي هٰذَا اللَّفْظِ فَائِدَةٌ اُخْرٰى وَهِيَ اِنْدِرَاجُ الْمُنْفَرِدِ فِيْهِ وَغَيْرُ هٰذَا اللَّفْظِ اِنَّمَا هُوَ فِي الْاِمَامِ وَفِي الْمَاْمُوْمِ اَوْ فِيْهِمَا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

یعنی اس لفظ میں ایک اور فائدہ ہے۔ وہ یہ کہ اس میں منفرد بھی داخل ہو جاتا ہے اور اس لفظ کے سوا دوسری احادیث یا تو امام کے بارہ میں ہیں یا مقتدی یا دونوں کے بارہ میں۔ یعنی حدیث کا یہ لفظ اذا قال احدکم فی الصلوٰۃ اٰمین۔ منفرد کو بھی شامل ہے۔

امام اور مقتدی دونوں آمین کہیں

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَ لَا الضَّآلِّیْنَ۔ فَقُوْلُوْا اٰمِیْن۔ فَاِنَّ الْمَلٰٓئِکَۃَ تَقُوْلُ اٰمِیْن۔ وَ اِنَّ الْاِمَامَ یَقُوْلُ اٰمِیْن۔ فَمَنْ وَّافَقَ تَاْمِیْنُہٗ تَاْمِیْنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ غُفِرَلَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ۔ (رواہ احمد و النسائی و الدارمی)

کہا ابو ہریرہ نے فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب امام و لا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔ پس تحقیق فرشتے کہتے ہیں۔ آمین اور امام کہتا ہے آمین۔ پس جو شخص کہ موافق ہو آمین اس کی ساتھ آمین فرشتوں کے بخشے جاتے ہیں پہلے گناہ اس کے۔ اس کو احمد، نسائی اور دارمی نے روایت کیا۔

(نسائی صد ۱۸۱) (آثار السنن صد ۹۱ ج ۱)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ امام بھی آمین کہتا ہے اور مقتدی کو بھی آمین کہنے کا حکم ہے۔ اور وقت آمین کا سورہ فاتحہ کے بعد ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آمین خفیہ کہنی چاہیئے۔ کیونکہ اگر آمین بلند آواز سے ہوتی تو یہ کہنے کی ضرورت نہ تھی کہ امام بھی آمین کہتا ہے۔ کیونکہ امام کی آمین خود سنی جاتی۔ لیکن اس حدیث میں صاف تصریح ہے کہ امام بھی آمین کہتا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ امام خفیہ کہتا ہے۔ مقتدیوں کو خبر کرنے کے لیے کہا گیا۔ کہ یہ نہ سمجھیں کہ امام آمین نہیں کہتا بلکہ امام بھی آمین کہتا ہے۔

نیز بخاری، مسلم میں یہ لفظ آیا ہے۔ اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا۔
یعنی جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو۔ (آخر حدیث تک)

آمین بالسّر کا بیان

امام اعظم رحمۃ اللہ کا مذہب ہے کہ امام اور منفرد اور مقتدی سب آمین آہستہ کہیں۔ آمین بالجہر سنّت نہیں۔ کسی حدیث صحیح میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقتدیوں کا آمین بلند آواز سے کہنا ثابت نہیں۔ یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم امام ہوں اور جو صحابہ کرام ان کے پیچھے نماز پڑھتے ہوں، ان کا زور سے آمین کہنا اس نماز میں جس میں انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کی ہو، ہرگز ثابت نہیں۔ من ادعی فعلیہ البیان۔ اسی طرح خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم کا بلند آواز سے آمین کہنا۔ یا

ان کے مقتدیوں کا اس نماز میں خلفاء اربعہ میں سے کوئی خلیفہ نماز پڑھا رہا ہو اور پچھلے مقتدیوں نے زور سے آمین کہی ہو۔ کسی حدیث صحیح سے ثابت نہیں۔ اگر ثابت ہے تو صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذرا آواز کھینچ کر آمین کہنا آیا ہے۔ جو پہلی صف کے وہ لوگ جو حضور کے متصل تھے انہوں نے سن لیا اور یہ بھی بغرض تعلیم تھا۔ جیسا کہ ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے۔ پھر یہ بھی امام کے لیے نہ مقتدیوں کے لیے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً۔ یعنی اپنے رب کو عاجزی سے اور خفیہ پکارو۔ اس آیت شریفہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اصل دُعا میں اخفا ہے اور ظاہر ہے کہ آمین دُعا ہے کیونکہ اس کے معنی استجب کے ہیں کہ یا اللہ قبول کر۔ تو معلوم ہوا کہ آمین میں اصل یہ ہے کہ خفیہ کہے۔

عَنِ الْحَسَنِ اِنَّ سَمُرَةَ بْنَ جُنْدُبٍ وَ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ تَذَاكَرَ فَحَدَّثَ سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ اَنَّهٗ حَفِظَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَكْتَتَيْنِ سَكْتَةً اِذَا كَبَّرَ وَ سَكْتَةً اِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَحَفِظَ سَمُرَةُ وَ اَنْكَرَ عَلَيْهِ عِمْرَانُ ابْنُ حُصَيْنٍ فَكَتَبَا فِيْ ذَالِكَ اِلٰى اُبَيِّ ابْنِ كَعْبٍ فَكَانَ فِيْ كِتَابِهٖ اِلَيْهِمَا اَوْ فِيْ رَدِّهٖ عَلَيْهِمَا اِنَّ سَمُرَةَ قَدْ

حفظ۔ (رواہ ابوداؤد واٰخرون۔) (مشکوٰۃ صفحہ ۷)

حسن فرماتے ہیں کہ سمرہ بن جندب و عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کا آپس میں مذاکرہ ہوا۔ سمرہ بن جندب نے حدیث بیان کی کہ اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سکتوں کو یاد رکھا ہے ایک سکتہ جب کہ آپ تکبیر کہتے اور ایک سکتہ جب آپ قرأت غیر المغضوب علیہم ولا الضالین سے فارغ ہوتے۔ پس یاد رکھا سمرہ نے اور عمران نے اس پر انکار کیا تو دونوں نے ابی بن کعب کی طرف لکھا۔ ابی بن کعب نے سمرہ کی تصدیق کی۔ اس حدیث کو ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلی تکبیر کے بعد سکوت فرمایا کرتے تھے اور یہ سکوت ظاہر ہے کہ ثناء کے لیے تھا کہ آپ اس سکوت میں ثنا اپنے جی میں پڑھا کرتے تھے۔ اور دوسرا سکوت آمین کے لیے تھا۔ اس دوسرے سکوت میں آپ آمین آہستہ فرمایا کرتے تھے۔ تو معلوم ہوا کہ آمین بالجہر نہ تھی۔ ورنہ سورۃ فاتحہ کے ختم کے بعد سکوت کی کوئی صورت نہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ سکتہ ثانیہ واسطے دم لینے کے لیے تھا کہ قرأت فاتحہ کے بعد ذرا دم لے لیا جائے تو اس سے لازم آتا ہے کہ مقتدیوں کی آمین امام کی آمین سے پہلے واقع ہو۔ کیونکہ مقتدیوں کو تو امام کے ولا الضالین ختم کرنے کے بعد آمین کہنے کا حکم ہے۔ چنانچہ

پہلی حدیث میں گزرا ہے تو اگر امام نے ولاالضالین کے بعد سکوت کیا اور مقتدیوں نے آمین کہی تو مقتدیوں کی آمین امام کی آمین سے پہلے ہوگئی حالانکہ امام سے سبقت کرنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منع فرمایا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ آمین آہستہ کہنی چاہیئے اور وہ سکتہ دوسرا آمین کے لیے ہی تھا۔

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَرَءَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ قَالَ اٰمِیْنَ۔ وَ اَخْفٰی بِہَا صَوْتَہٗ۔ رواہ احمد۔ والترمذی و ابوداؤد والدارقطنی والحاکم۔ (آثار السنن ص۹۶)

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا اس نے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز پڑھائی۔ جب آپ نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھا تو آپ نے آمین کہا اور اس کی آواز پست کی۔ اس کو امام احمد اور ترمذی۔ ابوداؤد۔ حاکم۔ دارقطنی وغیرہ نے روایت کیا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ قَالَ کَانَ عُمَرُ وَ عَلِیٌّ لَا یَجْہَرَانِ بِبِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَ لَا بِالتَّعَوُّذِ وَ لَا بِاٰمِیْنَ۔ رواہ الطحاوی وابن جریر)

ابو وائل فرماتے ہیں کہ حضرت عمر و علی رضی اللہ عنہما بسم اللہ اور اعوذ

اور آمین بلند آواز سے نہیں کہتے تھے۔ اس کو امام طحاوی نے روایت کیا۔

اللہ اکبر کہہ کر رکوع جانا

جب امام یا منفرد قرأت فاتحہ و قرأت سورت سے فارغ ہو تو تکبیر کہہ کر رکوع کرے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ ثُمَّ حِيْنَ يَرْكَعُ (الحدیث) (متفق علیہ)

بخاری مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا اس نے تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے۔ پھر جب رکوع کرتے تو تکبیر کہتے۔ آخر حدیث تک۔ (مشکوٰۃ صہ ۷۶)

رکوع کے وقت رفع یدین نہ کرنا

یہ مسئلہ بھی آج کل معرکۃ الآراء ہے۔ لیکن اس مسئلہ میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے دلائل یہ ہیں۔

عن جابر بن سمرة قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَالِیْ اَرَاکُمْ رَافِعِیْ اَیْدِیْکُمْ کَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَیْلٍ شُمْسٍ اُسْکُنُوْا فِی الصَّلٰوۃِ۔ (صحیح مسلم ص۱۸۱ جلد اول)

حدیث 130

کتاب الصلاۃ باب الامر بالسکون فی الصلوۃ

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر نکلے اور فرمایا کیا ہے مجھے کہ میں تمہیں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ گویا کہ وہ سرکش گھوڑوں کے دُم ہیں۔ نماز میں آرام کیا کرو۔

اس حدیث میں رفع یدین کی ممانعت ہے۔ پس اگر پہلے کیا کرتے تھے تو اس حدیث سے ممانعت ہوگئی۔

علامہ علی قاری رحمۃ اللہ نے مرقاہ شرح مشکوٰۃ کے جلد اوّل کے صفحہ ۴۹۸ میں امام صاحب علیہ الرحمۃ کے قول عدم رفع یدین کے لیے اسی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ اور بخاری علیہ الرحمۃ کے اس اعتراض کا کہ یہ حدیث تشہد کے وقت سلام کے موقعہ میں ہے، جواب دیا ہے کہ ان الظاھر انھما حدیثان۔ کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیث اور ہے اور یہ حدیث اور ہے۔ علاوہ اس کے اعتبار لفظ کا ہے جو آپ نے فرمایا۔ وہ اُسْکُنُوْا ہے۔ کہ آرام کرو نماز میں۔ گو اس کا سبب کوئی اور ہو۔

عن عبد اللّٰه بن مسعود رضی اللّٰه عنه قَالَ لَاُصَلِّیَ

بِكُمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى وَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ اِلَّا مَرَّةً وَاحِدَةً مَعَ تَكْبِيْرِ الْاِفْتِتَاحِ۔ (مشکوٰۃ)

عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کر نہ دکھلاؤں تو آپ نے نماز پڑھی۔ تو پہلی بار تکبیر تحریمہ کے سوا رفع یدین نہ کیا۔

اس حدیث کو ترمذی، ابو داؤد، نسائی نے روایت کیا۔ اس حدیث کو ابن حزم نے صحیح کہا۔ ترمذی نے اس کو حسن کہا اور لکھا کہ اسی کے قائل ہیں۔ بہت اہلِ علم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے اور تابعین۔ اور یہی قول سفیان اور اہل کوفہ کا ہے۔ انتہیٰ۔

اس حدیث کے راوی سب ثقہ ہیں۔ علامہ ہاشم سندھی نے کشف الدین صاا میں اس کی سند کو صحیح لکھا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز میں رفع یدین بجز تکبیر اوّل نہ تھا۔ خلفاء اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ترک رفع یدین بھی اسی کی تائید کرتا ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں روایت کیا۔ کہا اسود نے میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی۔ انہوں نے پہلی دفعہ کے سوا رفع یدین نہ کیا۔ جوہر النقی صفحہ ۱۳۶ میں اس کی سند کو صحیح علی شرط المسلم لکھا ہے اسی طرح علی قاری رحمۃ اللہ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کے صفحہ ۹۸ھ میں مجاہد

سے نقل کیا ہے کہ کہا اس نے صَلَّیْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ فَلَمْ یَکُنْ یَرْفَعُ یَدَیْهِ اِلَّا فِی التَّکْبِیْرَةِ الْاُوْلٰی۔ کہ میں نے عبداللہ بن عمر کے پیچھے نماز پڑھی۔ وہ بھی پہلی دفعہ کے سوا رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ جوہر النقی ص ۱۳۶ میں اس کی سند کو بھی صحیح لکھا ہے۔

کہا عبدالملک نے کہ میں نے شعبی اور ابراہیم نخعی اور ابو اسحٰق سبیعی کو دیکھا۔ وہ پہلی مرتبہ کے سوا رفع یدین نہیں کرتے تھے

(جوہر النقی)

عَنْ عَلِیٍّ اَنَّهٗ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْهِ فِی التَّکْبِیْرَةِ الْاُوْلٰی مِنَ الصَّلٰوةِ ثُمَّ لَا یَرْفَعُ فِیْ شَیْئٍ مِنْهَا اَخْرَجَهُ الْبَیْهَقِیُّ و ابن ابی شیبہ۔

کلیب کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے تھے۔ پھر نہیں اٹھاتے تھے۔

علامہ ابن الترکمانی نے اس کے رجال کو ثقات فرمایا۔ اسی طرح ابن حجر نے اور علامہ زیلعی نے صحیح کہا۔ علامہ عینی نے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں اس کو صحیح علیٰ شرطِ مسلم لکھا ہے۔ ابن حجر عسقلانی نے درایہ میں رجالہ ثقات فرمایا ہے۔ اس حدیث سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا رفع یدین نہ کرنا بسند صحیح ثابت ہوگیا۔ اور ان کا رفع یدین کرنا سند صحیح سے اصلاً ثابت نہیں۔

مصنّف ابن ابی شیبہ میں ابواسحٰق سبیعی کوفی سے مروی ہے۔

قَالَ كَانَ اَصْحَابُ عَلِيٍّ لَا يَرْفَعُوْنَ اَيْدِيَهُمْ اِلَّا فِي اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ قَالَ وَكِيْعٌ ثُمَّ لَا يَعُوْدُوْنَ۔

کہا اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر افتتاح کے وقت۔ اور وکیع نے ثُمَّ لَا يَعُوْدُوْنَ کہا ہے۔ یعنی ایک دفعہ کرکے پھر نہیں کرتے تھے۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت علی اگر رفع یدین کرتے تو آپ کے اصحاب بھی کرتے۔ جب ثابت ہوا کہ اصحاب حضرت علی کے رفع یدین نہیں کرتے تھے تو معلوم ہوا کہ حضرت علی بھی نہیں کرتے تھے۔

جو لوگ رفع یدین کی سنّیت کے بقاء کے مدعی ہیں، ان کو لازم ہے کہ کوئی ایسی دلیل پیش کریں جس سے بقاء سنّیت ثابت ہو کیونکہ ثبوت شئے بقاء شئے کو ہمیشہ مستلزم نہیں ہوا کرتا۔ ثبوتِ شئے اور ہے اور بقاء شئے اور ہے۔ قائلین رفع کے پاس جس قدر احادیث ہیں۔ سب بقاء سنیۃ رفع سے ساکت ہیں۔

رکوع میں پیٹھ برابر رکھنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ کہا اس نے

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَكَعَ لَمْ يُشْخِصْ

رَأْسَهٗ وَلَمْ يُصَوِّبْهُ وَلٰكِنْ بَيْنَ ذٰالِكَ۔ (رواہ مسلم)

تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع کرتے، نہ بلند کرتے سر کو اور نہ نیچا کرتے۔ لیکن اس کے درمیان رکھتے اس کو مسلم نے روایت کیا۔ (مشکوٰۃ صہ۶۷)

سنن ابن ماجہ میں وابصہ بن سعید سے روایت ہے۔ کہا اس نے:۔

رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فَكَانَ إِذَا رَكَعَ سَوّٰى ظَهْرَهٗ حَتّٰى لَوْصُبَّ عَلَيْهِ الْمَاءُ لَاسْتَقَرَّ۔

کہ میں نے دیکھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے پس جب آپ رکوع کرتے تو پیٹھ کو برابر کرتے۔ یہاں تک کہ اگر آپ کی پیٹھ مبارک پر پانی ڈالا جائے تو کھڑا رہے۔

رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا اور انگلیوں کو کشادہ رکھنا

عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ عقبة بن عمر اَنَّهٗ رَكَعَ فَجَافٰى اَيْدِيْهِ وَ وَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ وَ فَرَّجَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ مِنْ وَّرَاءِ رُكْبَتَيْهِ وَ قَالَ هٰكَذَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ۔ (رواہ احمد و ابوداؤد والنسائی واسنادہ صحیح۔ (آثار السنن ص۱۱۲)

عقبہ بن عمر سے روایت ہے کہ اس نے رکوع کیا تو اپنے ہاتھوں کو الگ کیا۔ (یعنی پہلو سے) اور رکھا ہاتھوں کو گھٹنوں پر اور انگلیوں کو کشادہ کیا اور فرمایا۔ اسی طرح میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ اس کو احمد، ابوداؤد و نسائی نے بسند صحیح روایت کیا۔

رکوع میں جاتے ہوئے اللہ اکبر کہنا

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ یُکَبِّرُ حِیْنَ یَقُوْمُ ثُمَّ یُکَبِّرُ حِیْنَ یَرْکَعُ ثُمَّ یَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ حِیْنَ یَرْفَعُ صُلْبَہٗ مِنَ الرَّکُوْعِ ثُمَّ یَقُوْلُ وَھُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ ثُمَّ یُکَبِّرُ حِیْنَ یَھْوِیْ ثُمَّ یُکَبِّرُ حِیْنَ یَرْفَعُ رَأْسَہٗ ثُمَّ یُکَبِّرُ حِیْنَ یَسْجُدُ ثُمَّ یُکَبِّرُ حِیْنَ یَرْفَعُ رَأْسَہٗ ثُمَّ یَفْعَلُ ذٰالِکَ فِی الصَّلٰوۃِ کُلِّھَا حَتّٰی یَقْضِیَھَا وَیُکَبِّرُ حِیْنَ یَقُوْمُ مِنَ الثِّنْتَیْنِ بَعْدَ الْجُلُوْسِ۔ (رواہ الشیخان)

روایت ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا اس نے کہ تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کھڑے ہوتے طرف نماز کے تکبیر کہتے جب کھڑے ہوتے پھر رکوع کرنے کے وقت تکبیر کہتے۔ پھر رکوع سے سر اٹھانے کے وقت سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہتے پھر آپ اسی حالت میں کھڑے کھڑے رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہتے پھر نیچے جانے کے وقت تکبیر کہتے۔ پھر سر اُٹھانے کے وقت تکبیر کہتے۔ پھر سجدہ میں جانے کے وقت تکبیر کہتے۔ پھر سر اُٹھانے کے وقت تکبیر کہتے۔ پھر اسی طرح اپنی ساری نماز میں کرتے۔ یہاں تک کہ نماز ادا کرتے۔ اور جب دو رکعت کے تشہد سے اُٹھتے تو تکبیر کہتے۔ اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا۔ (آثار السنن صہ ۱۱۲)

رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ کا تین بار پڑھنا

عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَكَعَ فَقَالَ فِيْ رُكُوْعِهٖ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ وَ فِيْ سُجُوْدِهٖ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى۔

(رواہ النسائی والآخرون باسناد صحیح)

حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا اس نے نماز پڑھی میں نے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ پس رکوع کیا آپ نے۔ اور

کہا رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمُ اور سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی ۔ اس کو نسائی نے بسند صحیح روایت کیا۔ (آثار السنن صد ۱۱۴)

عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُسَبِّحُ فِیْ رُکُوْعِہٖ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمُ ثَلٰثًا وَ فِیْ سُجُوْدِہٖ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی ثَلٰثًا ۔ (رواہ الطبرانی والبزار واسنادہ حسن)

ابوبکرہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمُ پڑھا کرتے تھے اور سجدہ میں تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پڑھتے تھے، اس حدیث کو بزار و طبرانی نے بسند حسن روایت کیا ہے۔ (آثار صد ۱۱۴)

عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّکَ الْعَظِیْمِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اجْعَلُوْھَا فِیْ رُکُوْعِکُمْ فَلَمَّا نَزَلَتْ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اجْعَلُوْھَا فِیْ سُجُوْدِکُمْ ۔ (رواہ ابوداؤد ابن ماجہ والدارمی ۔ مشکوٰۃ صد ۸۵)

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب آیت فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّکَ الْعَظِیْمِ نازل ہوئی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اس کو رکوع میں کرو۔ (یعنی اس کے مضمون کو رکوع میں ادا کیا کرو اور جب سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی نازل ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا

کہ اس کو سجدہ میں پڑھا کرو۔ اس حدیث کو ابوداؤد۔ ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا۔

رکوع سے سر اٹھانے کے وقت سَمِعَ اللّٰہُ کہنا

اس بارہ میں حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پیچھے گزر چکی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب رکوع سے سر اٹھاتے تو سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ فرماتے اور رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ بھی کھڑے کھڑے کہتے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ فَاِنَّهٗ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ الْمَلٰٓئِكَةِ غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔ (متفق علیہ)

فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہے امام سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ۔ تو تم کہو اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ بیشک جس شخص کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہے۔ اس کے اگلے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ (اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا۔ مشکوٰۃ صد ۸۷)

امام اور منفرد تسمیع اور تحمید دونوں کہے

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ قَالَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَ لَكَ الْحَمْدُ ۔ (الحدیث رواہ البخاری ۔ فتح الباری ص۴۳۵)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا اس نے تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کہتے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہتے اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَ لَكَ الْحَمْدُ ۔ (اس کو بخاری نے روایت کیا)

جب یہ ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تسمیع اور تحمید کو جمع کیا تو حالتِ انفراد و امامت و اقتدا تینوں میں ہی سنیت جمع ثابت ہوئی۔ لیکن حالتِ اقتدار اس سے خارج ہے۔ کیونکہ مقتدی کے لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صرف رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب امام سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہے۔ تو تم رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہو۔

نیز حدیث انس بن مالک رضی اللہ عنہ میں آیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَ اِذَا

رَکَعَ فَارْکَعُوْا وَ اِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰہُ
لِمَنْ حَمِدَہٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ وَ اِذَا سَجَدَ
فَاسْجُدُوْا۔ (رواہ الشیخان)

یعنی امام اس لیے بنایا گیا کہ اس کی پیروی کی جائے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو۔ اور جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو۔ جب وہ اٹھائے (سر کو) تو تم بھی اُٹھاؤ۔ اور جب سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہے تو تم رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہو۔ جب سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔ (اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا)۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ مقتدی کو رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ ہی کہنا چاہیئے تو مقتدی ان دونوں میں جمع نہ کرے گا۔ امام اور منفرد دونوں کو پڑھے گا۔

قومہ جلسہ آرام سے کرنا

جب نمازی رکوع سے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہتا ہوا کھڑا ہوتا ہے تو اس کھڑا ہونے کو قومہ کہتے ہیں۔ اور دونوں سجدوں کے درمیان جو آرام کیا جاتا ہے، اس کو جلسہ کہتے ہیں۔ یہ قومہ جلسہ آرام سے کرنا چاہیئے۔

جو لوگ قومہ جلسہ نہیں کرتے وہ اپنی نماز کو خراب کرتے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَسَلَّمَ اَسْوَءُ النَّاسِ سَرِقَۃً الَّذِیْ یَسْرِقُ مِنْ صَلٰوتِہٖ

قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ یَسْرِقُ مِنْ صَلَاتِہٖ قَالَ لَا یُتِمُّ رُکُوْعَہَا وَلَا سُجُوْدَہَا وَلَا یُقِیْمُ صُلْبَہٗ فِی الرُّکُوْعِ وَلَا فِی السُّجُوْدِ۔ (رواہ احمد والطبرانی)

ابوقتادہ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہت برا لوگوں سے چوری میں وہ شخص ہے جو نماز میں چوری کرے۔ صحابہ نے عرض کی کہ یارسول اللہ نماز میں چوری کس طرح کرتا ہے۔ فرمایا رکوع سجود پورا نہ کرے۔ اور پیٹھ اپنی کو رکوع سجود میں کھڑا نہ کرے یعنی برابر نہ رکھے۔ اس کو احمد اور طبرانی نے روایت کیا۔

(آثار السنن صـ١١٢)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو ایک شخص آیا۔ اس نے نماز پڑھی۔ پھر آکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سلام عرض کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا۔ اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ۔ یعنی جا نماز پڑھ۔ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ پھر اس نے نماز پڑھی۔ پھر آیا اور سلام کیا۔ پھر آپ نے سلام کے جواب کے بعد فرمایا کہ جا نماز پڑھ۔ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ تین بار ایسا ہی ہوا تو اس نے عرض کی کہ مجھے سکھاؤ۔ (میں کس طرح نماز پڑھوں) آپ نے فرمایا:

اِذَا قُمْتَ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَکَبِّرْ ثُمَّ اقْرَءْ مَا تَیَسَّرَ مَعَکَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ ارْکَعْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ رَاکِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰی تَعْتَدِلَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِکَ فِیْ صَلٰوتِکَ کُلِّھَا۔

(متفق علیہ)

کہ جب تو نماز کی طرف اُٹھے تو تکبیر کہہ۔ پھر پڑھ جو تجھے آسان ہو قرآن سے۔ پھر رکوع کر۔ یہاں تک کہ حالتِ رکوع میں تو اطمینان پائے۔ پھر اُٹھا (سر کو) یہاں تک کہ تو برابر ہو جائے حالتِ قیام میں۔ پھر سجدہ کر۔ یہاں تک کہ سجدہ کی حالت میں تو اطمینان پکڑے۔ پھر اپنی ساری نمازیں ایسا ہی کر۔ اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قومہ، جلسہ، رکوع، سجود میں اطمینان اور اعتدال لازم ہے بغیر اس کے نماز مکروہ تحریمہ ہوگی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بار بار نماز اسی لیے پڑھوائی کہ کامل طور پر ادا کرے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ فاتحہ پڑھنا نماز میں فرض نہیں۔ بلکہ فرض وہی ماتیسّر ہے۔

اور حدیث رفاعہ بن رافع میں ہے۔

فَاِذَا رَفَعْتَ رَاْسَکَ فَاَقِمْ صُلْبَکَ حَتّٰی تَرْجِعَ عِظَامُ اِلٰی مَفَاصِلِھَا۔ الحدیث۔ (رواہ احمد)

یعنی جب رکوع سے سر اٹھائے تو اپنی پیٹھ کو یہاں تک سیدھی کر کہ ہڈی ہڈی اپنے اپنے جوڑ میں آجائے۔

اسی طرح حدیث ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ میں آیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب رکوع سے سر اٹھاتے تو برابر ہوتے یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنے مکان پر آجاتی۔ اور پیچھے گزرا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قومہ یعنی بحالت قیام اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ پڑھتے تھے تو اتنا پڑھ کر سجدہ میں جانے سے ہر ایک ہڈی اپنے مکان میں آجاتی ہے۔

سجدہ جاتے ہوئے
پہلے گھٹنوں کا پھر ہاتھوں کا رکھنا

عَنْ[1] وَائِلِ ابْنِ حَجْرٍ قَالَ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ وَضَعَ رُکْبَتَیْہِ قَبْلَ یَدَیْہِ وَ اِذَا نَھَضَ رَفَعَ یَدَیْہِ قَبْلَ رُکْبَتَیْہِ۔

(رواہ الاربعۃ۔ وابن خزیمہ وابن حبان وابن السکن وحسنہ الترمذی)

وائل بن حجر کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] امام خطابی فرماتے ہیں کہ حدیث وائل بن حجر کی حدیث ابوہریرہ سے اثبت ہے۔
(منتقی صہ ۶۲ و مرقاۃ صہ ۵۵۲)

کو جب سجدہ کرتے اپنے گھٹنوں کو ہاتھوں کے پہلے رکھتے اور جب اٹھتے تو ہاتھوں کو پہلے اٹھاتے۔ اس کو ابو داؤد۔ ترمذی نسائی۔ ابن ماجہ و ابن خزیمہ وغیرہم نے روایت کیا۔ ترمذی نے اس کو حسن کہا۔ عبدالحئی نے عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ کے صہ ۱۸۳ میں اس کی سند کو قوی لکھا ہے۔ ابن حبان نے اس کو صحیح کہا۔ حاکم نے صحیح علی شرط مسلم کہا۔ (مرقاۃ صہ ۵۵۱)

وَعَنْ عَلْقَمَةَ وَ الْاَسْوَدَ قَالَا حَفِظْنَا عَنْ عُمَرَ فِیْ صَلَاتِہٖ اَنَّہٗ خَرَّ بَعْدُ رُکُوْعِہٖ عَلٰی رُکْبَتَیْہِ کَمَا یَخِرُّ الْبَعِیْرُ وَ وَضَعَ رُکْبَتَیْہِ قَبْلَ یَدَیْہِ۔ (رواۃ الطحاوی صہ ۱۵۱)

علقمہ اور اسود کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز میں یاد رکھا ہے کہ وہ رکوع کے بعد گھٹنوں پر گرے جس طرح کہ اونٹ گرتا ہے اور رکھا انہوں نے گھٹنوں کو اپنے ہاتھوں سے پہلے۔ اسکو طحاوی نے روایت کیا۔ آثار السنن میں اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

سجدہ میں منہ کو دونوں ہتھیلیوں کے درمیان اور ہاتھوں کو کانوں کے برابر رکھنا

علامہ زیلعی نصب الرایہ صہ ۲۰۱ میں فرماتے ہیں۔

روی المسلم فی صحیحہ صدر الاول من حدیث

وَائِلٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَجَدَ فَوَضَعَ وَجْھَہٗ بَیْنَ کَفَّیْہِ۔

یعنی وائل کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا تو اپنا منہ مبارک اپنی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھا۔

و روی اسحٰق ابن راھویہ فی مسندہ باقیہ فقال اخبرنا الثوری عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن وائل بن حجر قال رَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا سَجَدَ وَضَعَ یَدَیْہِ حِذَاءَ اُذُنَیْہِ۔

وائل بن حجر کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب آپ نے سجدہ کیا تو دونوں ہاتھوں کو اپنے کانوں کے برابر رکھا۔ اس حدیث کو اسحٰق بن راہویہ نے اپنے مسند میں روایت کیا۔

امام طحاوی نے شرح معانی الآثار کے ص۱۵۱ میں روایت کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو آپ کے دونوں ہاتھ دونوں کانوں کے برابر ہوتے۔

عن وائل بن حجر قال صَلَّیْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَکَانَ اِذَا سَجَدَ وَضَعَ وَجْھَہٗ بَیْنَ کَفَّیْہِ اخرجہ الطحاوی۔

یعنی وائل کہتے ہیں۔ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپ جب سجدہ کرتے تھے تو اپنا منہ اپنی دونوں

ہتھیلیوں کے درمیان رکھتے تھے۔ اس کو طحاوی نے روایت کیا۔

طحاوی کی دوسری روایت میں ہے۔ ابواسحٰق کہتے ہیں۔ میں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تو آپ پیشانی مبارک کہاں رکھتے۔ براء نے کہا کہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان۔ (ج ۱ ص ۱۵۱)

سجدہ میں دونوں ہاتھ پہلوؤں سے نہ ملائے

عَنْ عَبْدِ اللّٰہ بن مجینہ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا سَجَدَ فَرَّجَ بَیْنَ یَدَیْہِ حَتّٰی یَبْدُوَ بَیَاضُ اِبْطَیْہِ۔ (متفق علیہ)

یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو یہاں تک کشادہ کرتے کہ آپ کی بغل مبارک کی سفیدی نظر آجاتی۔

عَنِ البراء بن عاذب قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدْتَّ فَضَعْ کَفَّیْکَ وَارْفَعْ مِرْفَقَیْکَ۔ (مسلم)

براء بن عاذب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تو سجدہ کرے تو دونوں ہتھیلیوں کو (زمین پر) رکھ اور کہنیوں کو اونچا کر (یعنی زمین اور پہلوؤں کے ساتھ نہ ملا۔ بلکہ اونچا اور الگ رکھ)۔

اسی طرح ابوداؤد نے روایت کیا کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ جَافٰى عُضُدَيْهِ عَنْ جُنُبَيْهِ ۔ (عمدۃ الرعایہ ص ۱۸۳)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تھے تو اپنے بازوؤں کو پہلوؤں سے الگ رکھتے تھے بلکہ مشکوٰۃ شریف میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ جَافٰى بَيْنَ يَدَيْهِ حَتّٰى لَوْ اَنَّ بَهِيْمَةً اَرَادَتْ اَنْ تَمُرَّ تَحْتَ يَدَيْهِ مَرَّتْ ۔ (هذا لفظ ابی داؤد)

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب سجدہ کرتے تو ہاتھوں کو (پہلوؤں سے) یہاں تک دور رکھتے کہ اگر بکری کا بچہ آپ کے ہاتھوں کے نیچے سے گزرنا چاہتا تو گزر سکتا۔ یہ لفظ ابو داؤد کے ہیں۔

اور صحیح مسلم میں بھی ایسا ہی آیا ہے۔ معلوم ہوا کہ سجدہ کے وقت کہنیوں کو پیٹ سے، ران سے، پہلو سے، اور زمین سے الگ رکھے۔ پس جو لوگ اس کا خلاف کرتے ہیں۔ اور کہنیوں کو پہلوؤں سے ضم کر کے زانوؤں پر سہارا رکھتے ہیں۔ وہ اگر بلا عذر کرتے ہیں تو اپنی نماز خراب کرتے ہیں اور حنفیت

کو بدنام کرتے ہیں۔ ؎

سجدہ میں ہاتھوں کی انگلیوں کو ضم کرنا

سجدہ کے وقت ہاتھوں کی انگلیوں کو کشادہ نہ رکھے۔ بلکہ آپس میں ملی ہوئی رکھے۔ حدیث وائل میں ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ ضَمَّ اَصَابِعَهٗ اخرجه ابن حبان فی صحیحه۔

تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اپنی انگلیوں کو ضم فرماتے۔ یہ حدیث بلوغ المرام میں بھی ہے۔

سجدہ میں ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رُخ رکھے

بخاری شریف میں حدیث ابوحمید میں آیا ہے۔

فَاِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلَا قَابِضِهِمَا وَاسْتَقْبَلَ بِاَطْرَافِ اَصَابِعِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ۔ (فتح القدیر صہ ۱۲۶)

یعنی ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

؎ ہاں اگر عذر ہو یا سجدہ بہت لمبا کرتے ہوئے تکلیف محسوس ہو تو اجازت ہے صحابہ کرام نے اس تکلیف کی شکایت کی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زانوؤں پر کہنیوں کے ٹیک لگانے کی اجازت دے دی۔ دیکھو فتح الباری صہ ۱۸۱ پ ۳ ۱۲ منہ

کی نماز پڑھ کر صحابی کو دکھائی۔ تو جب سجدہ کیا دونوں ہاتھوں کو (زمین پر) رکھا۔ نہ ہاتھوں کو بچھایا اور نہ ان کو (پہلوؤں کے ساتھ) ملایا اور پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف کیا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اَسْجُدَ عَلٰی سَبْعَۃِ اَعْظُمٍ عَلَی الْجَبْہَۃِ وَ اَشَارَ بِیَدِہٖ عَلٰی اَنْفِہٖ وَ الْیَدَیْنِ وَ الرُّکْبَتَیْنِ وَ اَطْرَافِ الْقَدَمَیْنِ وَلَا نَکْفِتَ الثِّیَابَ وَ الشَّعْرَ۔

فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھے حکم کیا گیا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کروں۔ پیشانی پر اور ہاتھ کے ساتھ ناک کی طرف اشارہ کیا۔ اور دونوں ہاتھوں اور دونوں گھٹنوں پر اور دونوں قدموں کے پنجوں پر اور نہ اکٹھا کریں ہم کپڑوں کو اور نہ بالوں کو۔ اس کو بخاری مسلم نے روایت کیا۔

علامہ عبدالحی نے عمدۃ الرعایہ ص۱۸۳ میں لکھا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سات اعضاء کا سجدہ کرنا فرمایا ہے۔ منجملہ ان اعضا کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں ہیں۔ تو ان کے لیے بھی آپ نے صفتِ سجود ثابت کی۔ اور وہ بجز استقبال قبلہ ہو نہیں سکتی تو اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کو سجدہ کے وقت قبلہ رُخ کرنا چاہیے۔

سجدہ میں بازو زمین پر نہ بچھائے

بعض لوگ سجدہ کے وقت دونوں ہاتھ کہنیوں تک زمین پر بچھا دیتے ہیں۔ ایسا نہ کرنا چاہیئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے:

اِعْتَدِلُوْا فِی السُّجُوْدِ وَلَا یَبْسُطْ اَحَدُکُمْ ذِرَاعَیْهِ اِنْبِسَاطَ الْکَلْبِ۔ (متفق علیہ)

کہ ٹھہرو سجدہ میں اور کوئی تم میں سے اپنے بازو کتے کی طرح نہ بچھائے۔ اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا۔

سجدہ میں ٹھونگ نہ مارے

بعض لوگ سجدہ اس طرح کرتے ہیں جیسے کہ مرغ یا کوّا ٹھونگ مارتا ہے۔ یعنی جلدی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف صـ۸۴ میں عبدالرحمٰن بن شبل سے روایت ہے۔ کہا اس نے:

نَهٰی رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَقْرَةِ الْغُرَابِ وَ اِفْتِرَاشِ السَّبُعِ وَ اَنْ یُّوَطِّنَ الرَّجُلُ الْمَکَانَ فِی الْمَسْجِدِ کَمَا یُوَطِّنُ الْبَعِیْرُ (رواہ ابوداؤد والنسائی والدارمی)

منع کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوّے کے ٹھونگ مارنے سے اور درندے کے بچھانے سے اور اس سے کہ آدمی مسجد میں ایک مکان معین کرے جس طرح کہ اونٹ معین کر لیتا ہے اس کو ابوداؤد، نسائی اور دارمی نے روایت کیا۔

عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ رَاٰى رَجُلًا لَا يُتِمُّ رُكُوْعَهٗ وَلَا سُجُوْدَهٗ فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهٗ قَالَ لَهٗ حُذَيْفَةُ مَا صَلَّيْتَ وَاَحْسِبُهٗ قَالَ وَلَوْ مُتَّ مُتَّ عَلٰى غَيْرِ سُنَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (بخاری صہ ۱۴۴ - مع فتح الباری)

حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جو رکوع و سجود کو پورا نہیں کرتا تھا۔ جب وہ نماز پڑھ چکا تو اس کو حضرت حذیفہ نے فرمایا تو نے نماز نہیں پڑھی اور میں گمان کرتا ہوں کہ حذیفہ نے کہا۔ اگر تو (اسی طرح نماز پڑھتا ہوا) مر گیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق پر نہیں مرے گا۔

یہاں سے بے نمازوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔ کہ جب ایک شخص نماز کے بعض واجبات چھوڑنے سے صحابہ کے نزدیک اس وعید کا مستحق ہے تو جو نماز ہی نہیں پڑھتا۔ وہ اگر مر گیا تو بتاؤ کہ وہ سرور عالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق پر مرے گا؟ ہرگز نہیں۔

سجدہ میں پیشانی اور ناک دونوں لگائے

حدیث ابوحمید میں آیا ہے۔

ثُمَّ سَجَدَ فَاَمْکَنَ اَنْفَهٗ وَجَبْهَتَهٗ مِنَ الْاَرْضِ۔

یعنی سجدہ کیا تو اپنی ناک اور پیشانی کو زمین پر ٹھیرایا۔ (بخاری)

فتح القدیر کے ص ۱۲۴ میں بحوالہ ابویعلی و طبرانی لکھا ہے۔

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَضَعُ اَنْفَهٗ عَلَی الْاَرْضِ مَعَ جَبْهَتِهٖ۔

کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پیشانی کے ساتھ ناک بھی زمین پر رکھا کرتے تھے۔

سجدہ میں تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہے

اس مضمون کی حدیثیں رکوع کے بیان میں گزر چکی ہیں۔ فَلَا نُعِیْدُهَا البتہ تین تسبیحوں کا پڑھنا رکوع اور سجود میں کمال کا ادنیٰ مرتبہ ہے۔ پانچ یا سات یا نو یا گیارہ مرتبہ پڑھے تو بہتر ہے۔ مگر امام کو مقتدیوں کی رعایت ضروری ہے۔ ابوداؤد جلد اوّل کے ص ۱۳۰ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا

رَكَعَ اَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ وَ ذَالِكَ اَدْنَاهُ۔ فَاِذَا سَجَدَ فَلْيَقُلْ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰی ثَلَاثًا وَ ذَالِكَ اَدْنَاهُ۔

یعنی جب تم میں کوئی شخص (نماز میں) رکوع کرے۔ تو تین بار سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ کہے اور یہ ادنیٰ درجہ ہے۔ اور جب سجدہ کرے تو تین بار سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰی کہے۔ اور یہ (تین بار کہنا) ادنیٰ مرتبہ ہے۔

تو معلوم ہوا کہ زیادہ پڑھنا بہتر و مستحب ہے۔ لیکن اگر مقتدیوں کو بوجہ مرض یا ضعف شاق ہو تو امام تین یا پانچ بار ہی پڑھے۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔

مَنْ اَمَّ قَوْمًا فَلْيُخَفِّفْ فَاِنَّ فِيْهِمُ الضَّعِيْفَ وَ السَّقِيْمَ وَ الْكَبِيْرَ وَ ذَا الْحَاجَةِ۔

کہ جو شخص کسی قوم کی امامت کرے تو چاہیئے کہ تخفیف کرے اس لیے کہ اس کے مقتدیوں میں کوئی ضعیف کوئی بیمار یا کوئی کسی حاجت و ضرورت والا ہوتا ہے۔

مرد سجدہ میں اپنا پیچھا اُٹھائے

عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ قَالَ وَصَفَ لَنَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ السُّجُوْدَ فَسَجَدَ فَادَّعَمَ عَلٰی كَفَّيْهِ وَ رَفَعَ عَجِيْزَتَهُ

وَ قَالَ هٰكَذَا كَانَ يَفْعَلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (رواہ ابویعلی فی مسندہ ونصب الرایہ زیلعی صہ ۲۰۰)

ابو اسحٰق کہتے ہیں کہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے ہمیں سجدہ کی ترکیب بتائی۔ آپ نے سجدہ کیا اور ہاتھوں پر ٹیک لگائی۔ اور پیچھے کو اٹھایا اور کہا کہ اس طرح کیا کرتے تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس کو ابو یعلی نے روایت کیا۔

اس طرح ابوداؤد صہ ۳۳۸ میں ہے۔ نووی نے خلاصہ میں اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ (زیلعی ہدایہ صہ ۲۰۱)

عورت سجدہ میں پیچھا نہ اُٹھائے

علامہ عبدالحئی عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ کے صہ ۱۸۲ جلد اوّل میں لکھتے ہیں۔

اخرجہ ابوداؤد فی مراسیلہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى امْرَأَتَيْنِ تُصَلِّيَانِ فَقَالَ اِذَا سَجَدْتُمَا فَضُمَّا بَعْضَ اللَّحْمِ الْاَرْضَ وَ اَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ مَرْفُوْعًا اِذَا سَجَدَتِ الْمَرْأَةُ الصقت بَطْنَهَا بِفَخِذِهَا كَاَسْتَرِ مَا يَكُوْنُ لَهَا۔

یعنی جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو عورتوں پر گزرے جو نماز

پڑھ رہی تھیں۔ فرمایا۔ جب تم سجدہ کرو تو اپنے بعض اعضاء کو زمین کے ساتھ چپیاں کرو۔ یعنی پیٹ رانوں کے ساتھ اور ہاتھ زمین کے ساتھ چمٹ جائیں۔

دوسری حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ جب عورت سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو اپنی رانوں کے ساتھ لگائے جیسے زیادہ پردہ ہو اکرے

سجدہ میں جاتے ہوئے اور سجدہ سے اُٹھتے ہوئے اَللّٰہُ اَکْبَر کہنا

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا اس نے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے۔ اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا اور یہ حدیث مفصل پیچھے گزری ہے۔

وَعَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ صَلّٰی لَنَا اَبُوْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیُّ فَجَھَرَ بِالتَّکْبِیْرِ حِیْنَ رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ السُّجُوْدِ وَحِیْنَ سَجَدَ وَحِیْنَ رَفَعَ مِنَ الرَّکْعَتَیْنِ وَقَالَ ھٰکَذَا رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

(رواہ البخاری۔ مشکوٰۃ ص۶۹)

سعید بن حارث سے روایت ہے۔ کہا اس نے ہمیں ابوسعید خدری

نے نماز پڑھائی۔ جب اس نے سجدہ سے سر اٹھایا۔ اللہ اکبر اونچی کہا اور جب سجدہ کیا اور جب رکعتوں سے اُٹھے (تو اللہ اکبر اونچی کہا) اور کہا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی دیکھا ہے اس کو بخاری نے روایت کیا۔

دو سجدوں میں بایاں پاؤں بچھا کر بیٹھنا

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى وَكَانَ يَنْهٰى عَنْ عُقْبَةِ الشَّيْطٰنِ۔ اخرجہ مسلم۔ (مشکوٰۃ صہ ۶۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بایاں پاؤں بچھاتے تھے اور دایاں پاؤں کھڑا کرتے تھے اور عقبہ شیطان سے منع فرماتے تھے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا۔

عقبہ شیطان کے معنوں میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ اقعاء الکلب ہے۔ یعنی کتے کی طرح بیٹھنا جو بالاتفاق مکروہ ہے۔

اور حدیث ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ میں آیا ہے۔

ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهٗ وَيَثْنِيْ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى فَيَقْعُدُ عَلَيْهَا ثُمَّ يَعْتَدِلُ حَتّٰى يَرْجِعَ كُلُّ عَظْمٍ فِيْ مَوْضِعِهٖ

مُعْتَدِلًا ثُمَّ يَسْجُدُ۔ (الحدیث ومشکوٰۃ ص۶۸)

کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام (ایک سجدہ کر کے) سر کو اٹھاتے اور بایاں پاؤں بچھاتے اور اس پر بیٹھتے پھر برابر ہوتے یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر برابر ہو جاتی۔ پھر آپ (دوسرا) سجدہ کرتے۔

دونوں سجدوں کے درمیان کتنا ٹھہرے

پیچھے گزرا کہ قومہ جلسہ آرام سے کرے اور ٹھونگ نہ مارے اور حدیث ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ میں گزرا کہ آپ دو سجدوں کے درمیان یہانتک ٹھہرتے کہ ہر ایک ہڈی اپنی اپنی جگہ پر آجاتی۔ پس جو لوگ سجدہ سے سر اٹھاتے ہی پھر رکھ دیتے ہیں وہ حنفی مذہب کو بدنام کرتے ہیں۔ ہاں اس جلسہ میں رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ۔ وغیرہ کا پڑھنا حدیث صحیح سے ثابت نہیں۔ البتہ مشکوٰۃ شریف کے ص۷۶ میں ایک حدیث اس بارہ میں ہے جس کی سند میں کامل ابو العلاء یمنی کوفی ہے جس کو نسائی ابن حبان وغیرہ نے مجروح کہا ہے۔

دوسرے سجدے سے سر اٹھانے کیوقت
پہلے سر، پھر ہاتھ، پھر زانو اٹھائے

عَنْ وَائِلِ ابْنِ حَجَرٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ وَإِذَا

مشکوٰۃ میں دو احادیث ہیں دونوں صحیح ہیں
اللھم اغفر لی وارحمنی وعافنی واھدنی وارزقنی

نَهَضَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ۔

(رواہ الاربعۃ وابن خزیمۃ ۔ (آثار السنن ص ۱۱۱)

وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ جب سجدہ کرتے تو گھٹنوں کو ہاتھوں سے پہلے زمین پر رکھتے اور جب اُٹھتے تو ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے اٹھاتے۔ اس کو ابوداؤد و ترمذی، النسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔

سجدہ سے اُٹھتے ہوئے گھٹنوں اور رانوں پر اعتماد کرتے ہوئے اُٹھے

عَنْ وَائِلِ بْنِ حجرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا سَجَدَ وَقَعَتْ رُکْبَتَاہُ اِلَی الْاَرْضِ قَبْلَ اَنْ تَقَعَ کَفَّاہُ فَلَمَّا سَجَدَ وَضَعَ جَبْھَتَہٗ بَیْنَ کَفَّیْہِ وَجَافَا عَنْ اِبْطَیْہِ فَاِذَا نَھَضَ نَھَضَ عَلٰی رُکْبَتَیْہِ وَاعْتَمَدَ عَلٰی فَخِذَیْہِ ۔ (رواہ ابوداؤد ۔ منتقی ۔ ص ۱۴۶)

وائل فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو آپ کے گھٹنے زمین پر ہاتھوں سے پہلے پڑتے جب آپ سجدہ کرتے اپنی پیشانی کو دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھتے اور (بازوؤں کو)

بغلوں سے الگ رکھتے جب آپ اُٹھتے تو گھٹنوں اور رانوں پر ٹیک لگاتے ہوئے اُٹھتے۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا۔

دوسرے سجدہ سے اُٹھتا ہوا سیدھا کھڑا ہو جائے یعنی بیٹھ کر نہ اُٹھے

اَخْرَجَ التِّرْمِذِیُّ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَنْهَضُ فِی الصَّلٰوۃِ عَلٰی صُدُوْرِ قَدَمَیْهِ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اپنے قدموں کے کنارے پر کھڑے ہوتے تھے۔

شیخ عبدالحئی نے عمدۃ الرعایہ صہ ۱۸۴ میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں تھوڑا ضعف ہے جو اکابر صحابہ کے عمل سے دور ہو جاتا ہے۔

عن عباس او عیاش بن سہل السَّاعدی اَنَّهٗ کَانَ فِیْ مَجْلِسٍ فِیْهِ اَبُوْهُ وَکَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ فِی الْمَجْلِسِ اَبُوْ هُرَیْرَۃَ وَ اَبُوْحُمَیْدِ السَّاعِدِیُّ وَاَبُوْ اُسَیْدٍ فَذَکَرَ الْحَدِیْثَ وَفِیْهِ ثُمَّ کَبَّرَ فَسَجَدَ ثُمَّ کَبَّرَ فَقَامَ وَلَمْ یَتَوَرَّكْ۔ (رواہ ابوداؤد)۔ آثار السنن صہ ۱۴۰

یعنی عباس یا عیاش بن سہل ساعدی ایسی مجلس میں تھے جس میں ان کے باپ تھے جو کہ صحابی تھے اور مجلس میں ابوہریرہ اور ابوحمید ساعدی اور ابواسید بھی تھے۔ ان میں نماز کا تذکرہ ہوا تو ابوحمید نے کہا کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز کا تم سے زیادہ واقف ہوں پھر اس نے تکبیر کہی۔ اور (دوسرا) سجدہ کیا۔ پھر تکبیر کہی اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور نہ بیٹھے۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا۔

اور طحاوی نے شرح معانی الآثار کے صد ۱۵۳ جلد اوّل میں بھی اس کو ذکر کیا۔

دوسری حدیث میں ہے کہ ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کو جمع کیا اور فرمایا کہ سب مرد۔ عورتیں جمع ہو جاؤ۔ میں تمہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سکھاتا ہوں۔ لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے نماز شروع کی۔ الحمد اور سورت پڑھ کر رکوع کیا۔ پھر قومہ کیا۔

ثُمَّ كَبَّرَ وَ خَرَّ سَاجِدًا ثُمَّ كَبَّرَ فَرَفَعَ رَأْسَهٗ ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ ثُمَّ كَبَّرَ فَانْتَهَضَ قَائِمًا ۔ الحدیث ۔

(رواہ احمد واسنادہ حسن۔ (آثار السنن صد ۱۲۱)

پھر تکبیر کہی۔ اور سجدہ کرتے ہوئے گرے پھر تکبیر کہی تو سر کو اٹھایا پھر تکبیر کہی اور سجدہ کیا۔ پھر تکبیر کہی اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ یعنی جلسہ نہ کیا۔ اس کو امام احمد نے روایت کیا۔

عَنِ النُّعْمَانَ بن ابی عیاش قَالَ اَدْرَكْتُ غَيْرَ وَاحِدٍ

مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَکَانَ اِذَا رَفَعَ رَأْسَہٗ مِنَ السَّجْدَۃِ فِیْ اَوَّلِ رَکْعَۃٍ وَالثَّالِثَۃِ قَامَ کَمَا ھُوَ وَلَمْ یَجْلِسْ۔ (رواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ)

نعمان بن ابی عیاش کہتے ہیں۔ کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت صحابہ کو پایا۔ جب وہ پہلی رکعت اور تیسری رکعت کے سجدہ سے سر اٹھاتے تھے۔ تو اسی طرح کھڑے ہو جاتے تھے۔ بیٹھتے نہیں تھے۔ اس کو ابوبکر بن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ (آثار ص۱۶۱)

عن عبد الرحمٰن بن یزید قَالَ رَمَقْتُ عَبْدَ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ فِی الصَّلٰوۃِ فَرَأَیْتُہٗ یَنْھَضُ وَلَا یَجْلِسُ قَالَ یَنْھَضُ عَلٰی صُدُوْرِ قَدَمَیْہِ فِی الرَّکْعَۃِ الْاُوْلٰی وَ الثَّالِثَۃِ۔ (رواہ الطبرانی والکبیر۔ والبیہقی فی السنن الکبریٰ وصحّحہ)

عبد الرحمٰن بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو نماز میں دیکھا کہ وہ پہلی اور تیسری رکعت میں اُٹھ کھڑے ہوتے تھے اور بیٹھتے نہ تھے۔ اس حدیث کو طبرانی اور بیہقی نے روایت کیا۔

فتح القدیر کے ص۱۲۷ میں ابن ابی شیبہ کی روایت میں لکھا ہے کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز میں اپنے قدموں کے کناروں پر اُٹھتے تھے۔ اور نہیں بیٹھتے تھے۔

عن وھب بن کیسان قَالَ رَأَیْتُ اِبْنَ الزُّبَیْرِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اِذَا سَجَدَ السَّجْدَۃَ الثَّانِیَۃَ قَامَ کَمَا ھُوَ عَلٰی صُدُوْرِ قَدَمَیْہِ - (رواہ ابن ابی شیبہ)

وہب کہتے ہیں۔ میں نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ جب وہ دوسرا سجدہ کر لیتے تو اسی طرح قدموں پر سیدھے کھڑے ہو جاتے اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ (آثار السنن ص۱۶۲)

فتح القدیر میں لکھا ہے کہ اسی طرح حضرت علی اور ابن عمر و ابن الزبیر و حضرت حضرت عمر رضی اللہ عنہم سے آیا ہے۔

اخرج عن الشعبی قَالَ کَانَ عُمَرُ وَعَلِیٌّ وَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْھَضُوْنَ فِی الصَّلٰوۃِ عَلٰی صُدُوْرِ اَقْدَامِھِمْ۔

شعبی کہتے ہیں کہ حضرت عمر و علی و دیگر اصحاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں قدموں پر کھڑے ہو جاتے تھے (یعنی بیٹھ کر نہیں اُٹھتے تھے۔ (فتح القدیر)

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں

فَقَدْ اتَّفَقَ اَکَابِرُ الصَّحَابَۃِ الَّذِیْنَ کَانُوْا اَقْرَبَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ اَشَدَّ اقْتِفَاءً

لہ یہ حدیث مشکوٰۃ کے ص۷۷ میں ہے۔ ۱۲ منہ

لِاَثَرِهٖ وَالْزَمَ لِصُحْبَتِهٖ مِنْ مَالِكِ ابْنِ الْحُوَيْرِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلٰی خِلَافِ مَا قَالَ فَوَجَبَ تَقْدِيْمُهٗ وَلِذَا كَانَ الْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ كَمَا سَمِعْتَهٗ مِنْ قَوْلِ التِّرْمِذِيْ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ نَهٰی عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَنْ يَّعْتَمِدَ الرَّجُلُ عَلٰی يَدَيْهِ اِذَا نَهَضَ فِي الصَّلٰوةِ (رواہ ابوداؤد) وَفِيْ حَدِيْثِ وَائِلٍ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِذَا نَهَضَ اعْتَمَدَ عَلٰی فَخِذَيْهِ وَالتَّوْفِيْقُ اَوْلٰی فَيُحْمَلُ مَا رَوَاهُ عَلٰی حَالَةِ الْكِبَرِ۔ (فتح القدیر) ص ۱۲۷

یعنی اکابر صحابہ جو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ اقرب اور بہت زیادہ تابعدار اور بہت زیادہ عرصہ آپ کی صحبت میں رہنے والے تھے۔ مالک بن حویرث سے وہ سب مالک کے قول جلسہ استراحت کے برخلاف متفق ہیں۔ اس لیے اسی کی تقدیم واجب ہوگی۔ اسی واسطے اہلِ علم کا عمل بھی اسی (عدم جلسہ استراحت) پر ہے۔ جیسے کہ ترمذی نے کہا۔ اور تو اس کا قول سن چکا۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ آدمی نماز میں ہاتھوں پر ٹیک لگاتا ہوا اُٹھے اور وائل کی حدیث؛

میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب اُٹھے تو رانوں پر
ٹیک لگا کر اُٹھتے، تو احادیث میں موافقت اولیٰ ہے۔ پس
(مالک بن حویرث کی روایت جس سے جلسۂ استراحت
کا ثبوت ملتا ہے) حالت کبر و ضعف پر محمول ہوگی۔
نیز بخاری شریف کے باب الایمان میں ایک طویل ہے جس میں پہلی
رکعت کے دوسرے سجدہ کر لینے کے بعد حضور نے فرمایا:

ثُمَّ ارْفَعْ رَأْسَكَ حَتّٰى تَسْتَوِيَ قَائِمًا

یعنی پھر تو سر کو اٹھا۔ یہاں تک کہ برابر کھڑا ہو جائے

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جلسۂ استراحت نماز کے حالات میں سے کوئی
حالت نہیں۔ اور یہ بھی مسلّم ہے کہ نماز کی حالت میں سے کوئی حالت
ایسی نہیں جس میں کوئی ورد یا وظیفہ شارع نے مقرر نہیں فرمایا۔ قیام،
رکوع، سجود، قعدہ، قومہ، جلسہ سب میں وظائف مقرر ہیں۔ اصالتاً
ہوں یا نیابتاً، لیکن اس جلسہ میں کوئی ورد نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ یہ نماز کے
حالات مستحبہ یا مسنونہ میں سے نہیں ہے۔

وَاللہ اعلم والبسط فی المطوّلات

دوسری رکعت میں ثناء و اعوذ پڑھے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَهَضَ فِی الرَّکْعَةِ الثَّانِیَةِ اسْتَفْتَحَ الْقِرَاْءَةَ بِالْحَمْدِ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ لَمْ یَسْکُتْ ۔ (مسلم)

ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دوسری رکعت کے لیے اٹھتے تو آپ قرأت کو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سے شروع فرماتے اور نہ چپ رہتے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا۔ (آثار السنن صہ ۱۲۱)

معلوم ہوا کہ اٹھتے ہی الحمد پڑھنا شروع کرتے۔ ثناء اور اعوذ نہ پڑھتے۔ علامہ عبدالحئی عمدۃ الرعایہ صہ ۱۸۴ میں لکھتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی مشہور ہے کہ آپ پہلی رکعت میں آعوذ پڑھتے تھے باقی رکعات میں اعوذ کا پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں۔

دوسری رکعت میں امام اور منفرد الحمد اور سورت بھی پڑھے

عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقْرَءُ فِی

الظُّهْرِ فِي الْأُوْلَيَيْنِ بِأُمِّ الْكِتَابِ وَ سُوْرَتَيْنِ وَفِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُخْرَيَيْنِ بِأُمِّ الْكِتَابِ۔ الحدیث۔ رواہ الشیخان۔ (آثار صد ۹۹)

ابوقتادہ سے روایت ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں الحمد اور دو سورتیں پڑھا کرتے تھے اور پچھلی دو رکعتوں میں صرف الحمد۔ اس کو بخاری مسلم نے روایت کیا۔

تشہد میں کس طرح پڑھے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پیچھے گزرا۔ کہ آپ اپنا بایاں پاؤں بچھاتے اور دایاں کھڑا رکھتے۔

حضرت وائل بن حجر سے روایت ہے۔

قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَعَدَ وَتَشَهَّدَ فَرَشَ قَدَمَهُ الْيُسْرٰى عَلَى الْاَرْضِ وَجَلَسَ عَلَيْهَا۔ (رواہ الطحاوی)

کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی۔ جب آپ بیٹھے اور تشہد پڑھا تو آپ نے بایاں قدم زمین پر بچھایا اور اس پر بیٹھے اس کو طحاوی نے روایت کیا۔ (آثار صد ۱۲۳)

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ مِنْ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ اَنْ

تَنْصِبَ الْقَدَمُ الْيُمْنٰى وَ اسْتِقْبَالُهُ بِاَصَابِعِهَا الْقِبْلَةَ وَ الْجُلُوْسُ عَلَى الْيُسْرٰى ۔ (رواہ النسائی)

عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ نماز کی سنت میں سے یہ ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا کیا جائے اور اس کی انگلیوں کا قبلہ رُخ کرنا اور بائیں پاؤں پر بیٹھنا۔ (نماز کی سنن میں سے ہے) اس کو نسائی نے روایت کیا۔

تشہد میں دونوں ہاتھ رانوں پر رکھے

عن وائل بن حجر قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ قُلْتُ لَاَ نْظُرَنَّ اِلٰى صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا جَلَسَ يَعْنِىْ لِلتَّشَهُّدِ اِفْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَ وَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرٰى يعنى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى وَ نَصَبَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى ۔

(اخرجہ الترمذی ص۳۹)

وائل کہتے ہیں کہ میں مدینہ شریف آیا۔ میں نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز دیکھوں گا۔ جب آپ تشہد کے لیے بیٹھے تو آپ نے بایاں پاؤں بچھایا اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھا اور دایاں پاؤں کھڑا کیا۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا۔ بعض احادیث میں دونوں ہاتھوں کا گھٹنوں پر رکھنا آیا ہے جو جواز پر محمول ہے۔

قعدۂ اولیٰ میں کیا پڑھے

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا السَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ قِبَلَ عِبَادِهٖ السَّلَامُ عَلٰى جِبْرَائِيْلَ السَّلَامُ عَلٰى مِيْكَائِيْلَ السَّلَامُ عَلٰى فُلَانٍ فَلَمَّا انْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ قَالَ لَا تَقُوْلُوا السَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ فَاِذَا جَلَسَ اَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ فَلْيَقُلْ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَ الصَّلَوَاتُ وَ الطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ فَاِنَّهٗ اِذَا قَالَ ذٰلِكَ اَصَابَ كُلَّ عَبْدٍ صَالِحٍ فِي السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔

(متفق علیہ۔آثار السنن ص۱۲۳)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو کہتے تھے اللہ تعالےٰ پر بندوں کی طرف سے سلام ہو۔ جبرائیل پر سلام، میکائیل پر سلام۔

فلاں پر سلام ۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز سے پھرے تو ہماری طرف منہ کر کے فرمایا ۔ یہ نہ کہا کرو کہ اللہ پر سلام ہو کیونکہ اللہ ہی سلام ہے جب تمہارا کوئی نماز میں بیٹھے تو یہ پڑھے ۔

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ۔

جب یہ کہے گا تو ہر بندۂ صالح جو زمین میں ہوگا ، یا آسمان میں سب کو یہ دعا شامل ہوگی ۔ (پھر آگے پڑھے) اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔ اس کو بخاری ۔ مسلم نے روایت کیا ۔

ترمذی نے کہا ہے کہ ابن مسعود کی حدیث تشہد کے بارہ میں بہت صحیح حدیث ہے ۔ اور اکثر اہل علم صحابہ و تابعین کا اسی پر عمل ہے ۔

(فائدہ) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تشہد سکھایا ہے ۔ اس میں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ بصیغۂ خطاب ہی سکھایا ہے اور یہ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معلوم تھا کہ لوگ ہمیشہ میرے پاس ہی نماز نہیں پڑھیں گے ۔ بلکہ کوئی گھر میں ، کوئی سفر میں ، کوئی جنگل میں ، کوئی کسی جگہ کوئی کسی جگہ پڑھے گا ۔ اور ہر جگہ میں یہی لفظ بصیغۂ خطاب پڑھا جائے گا ۔ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بصیغۂ

خطاب سلام پہنچانا منع ہوتا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشہد میں ہر گز اجازت نہ دیتے۔ اور اسی حدیث سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ سلام بطریق انشا ہے۔ بطریق حکایت نہیں۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اَلسَّلَامُ عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ کہنے سے سب صالحین کو یہ سلام پہنچے گا۔ اگر حکایت ہوتی تو حکایتی سلام نمازی کی طرف سے کیسے ہو سکتا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہاں مراد حکایتاً نہیں بلکہ نمازی کی طرف سے انشا ہے۔

قعدۂ اُولیٰ میں نہ درود ہے نہ دُعا

علامہ عبدالحی عمدۃ الرعایۃ جلد اوّل صـ ۱۸۵ میں لکھتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ التَّشَہُّدَ فِیْ اَوَّلِ الصَّلٰوۃِ وَاٰخِرِھَا فَاِذَا کَانَ وَسْطَ الصَّلٰوۃِ نَھَضَ اِذَا فَرَغَ مِنَ التَّشَہُّدِ وَاِذَا کَانَ فِیْ اٰخِرِ الصَّلٰوۃِ دَعَا لِنَفْسِہٖ مَاشَاءَ (رواہ احمد)

ابن مسعود فرماتے ہیں کہ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے اوّل اور آخر میں تشہد سکھایا۔ جب وہ نماز کے درمیان ہوتے یعنی پہلا قعدہ بیٹھتے تو تشہد سے فارغ ہوتے ہی کھڑے ہو جاتے۔ اور جب نماز کے آخر میں یعنی پچھلے قعدہ میں ہوتے تو اپنے لیے جو جو چاہتے دُعا فرماتے۔ اس کو امام احمد نے روایت کیا۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ كَاَنَّهٗ عَلَى الرَّضْفِ حَتّٰى يَقُوْمَ۔

(رواہ الترمذی وابوداؤد والنسائی)

عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلی دو رکعتوں میں ایسے ہوتے گویا کہ گرم پتھر پر بیٹھنے والے ہیں۔ یہاں تک کہ کھڑے ہو جاتے یعنی پہلے قعدہ میں دُعا و درود نہ پڑھتے جس طرح گرم پتھر پر زیادہ بیٹھا نہیں جاتا اس طرح آپ پہلے قعدہ میں زیادہ دیر نہ بیٹھتے۔ صرف تشہد پڑھ کر کھڑے ہو جاتے۔ (مشکوٰۃ ص۷۷)

پچھلی دو رکعتوں میں امام و منفرد صرف فاتحہ پڑھے

اس بارہ میں حدیث ابوقتادہ رضی اللہ عنہ پیچھے گزری کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پچھلی دو رکعتوں میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے۔ (بخاری)

قعدۂ اخیرہ میں بھی دایاں پاؤں کھڑا رکھے اور بایاں بچھائے اور اس پر بیٹھے

اس بارہ میں حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ ہے۔ کہا وائل نے، مَیں نے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی۔ جب آپ بیٹھے اور تشہد پڑھا تو اپنا بایاں پاؤں بچھایا۔ اور اس پر بیٹھے۔ (منتقی صہ ۶۴)

عَنْ رفاعۃ بن رافع اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَعْرَابِیٍّ اِذَا سَجَدْتَّ فَمَکِّنْ لِسُجُوْدِکَ فَاِذَا جَلَسْتَ فَاجْلِسْ عَلٰی رِجْلِکَ الْیُسْرٰی۔

(رواہ احمد۔ منتقی صہ ۶۴)

رفاعہ بن رافع سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کو فرمایا کہ جب تو سجدہ کرے تو اپنے سجدہ میں ٹھہر۔ اور جب تو بیٹھے تو اپنے بائیں پاؤں پر بیٹھ۔ اس کو امام احمد نے روایت کیا۔

چونکہ یہ مقام تعلیم کا ہے۔ اگر قعدہ اخیرہ میں تورّک ہوتا تو آپ بیان فرما دیتے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں بلفظ کَانَ ہے فرماتی ہیں۔

وَکَانَ یَقُوْلُ فِیْ کُلِّ رَکْعَتَیْنِ التَّحِیَّۃُ وَ کَانَ یَفْرِشُ رِجْلَہُ الْیُسْرٰی وَ یَنْصِبُ رِجْلَہُ الْیُمْنٰی۔

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو رکعت میں التحیات فرمایا کرتے تھے اور بایاں پاؤں بچھایا کرتے اور دایاں کھڑا رکھتے تھے۔

(منتقی صہ ۶۴)

اور جس حدیث میں قعدہ اخیرہ میں تورّک آیا ہے وہ ہمارے علماء کے نزدیک حالتِ پیری پر محمول ہے یا کسی عذر پر۔ یا بیان جواز کے لیے اور احتمال ہو سکتا ہے کہ سلام کے بعد اس طرح آپ بیٹھے ہوں۔

قالہ علی القاری فی المرقاۃ۔

عورت دونوں قعدوں میں دونوں پاؤں داہنی طرف نکال کر بیٹھے

رَوَى الْإِمَامُ ابُوحنیفَۃَ رَحِمَہُ اللّٰہُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّہٗ سُئِلَ کَیْفَ کُنَّ النِّسَآءُ یُصَلِّیْنَ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کُنَّ یَتَرَبَّصْنَ ثُمَّ اُمِرْنَ اَنْ یَحْتَفِزْنَ اَیْ یَضْمُمْنَ اَعْضَاءَ ھُنَّ بِاَنْ یَتَوَرَّکْنَ فِیْ جُلُوْسِھِنَّ۔

(مسند امام اعظم صہ ۹۹۔ مع شرح علی قاری)

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کس طرح عورتیں نماز پڑھا کرتی تھیں انہوں نے فرمایا کہ (قعود کی حالت میں) متربع بیٹھتی تھیں پھر ان کو حکم دیا گیا کہ سمٹ کر بیٹھیں۔ علی قاری فرماتے ہیں کہ

سمٹنے کے یہ معنی ہیں کہ اعضاء کو ملائے اور متورک بیٹھے یعنی دونوں پاؤں ایک طرف نکال کر رانوں پر بیٹھے۔

علامہ وصی احمد نے تعلیق المجلی صہ ۳۲۴ میں لکھا ہے۔

وَ فِیْ الصحاح للجوھری و فی الحدیث عن علی رضی اللّٰہُ عنہ اِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَۃُ فَلْتَحْتَفِزْ اَیْ تَتَضَامُّ اِذَا جَلَسَتْ وَ اِذَا سَجَدَتْ فَلَا تَخْوِیْ کَمَا یَخْوِی الرَّجُلُ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جب عورت نماز پڑھے تو سمٹ کر بیٹھے اور سمٹ کر سجدہ کرے۔ مرد کی طرح اپنے اعضاء کو الگ نہ کرے۔ حضرت علی کی یہ حدیث صراح صہ ۳۹۸ جلد اوّل میں بھی ہے۔

قعدہ میں درود شریف کا پڑھنا

عَنْ کَعْبِ بْنِ عُجْرَۃَ قَالَ قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَدْ عَلِمْنَا اَوْ عَرَفْنَا کَیْفَ السَّلَامُ عَلَیْکَ فَکَیْفَ الصَّلٰوۃُ قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ

بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(منتقی صـ ۶۶)

دوسری حدیث میں ہے۔ کعب بن عجرہ کہتے ہیں۔

سَاَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ کَیْفَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْکُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ عَلَّمَنَا کَیْفَ نُسَلِّمُ عَلَیْكَ قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(رواہ البخاری)

یعنی کعب بن عجرہ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ پر سلام کہنے کی کیفیت تو سکھا دی اب فرمایئے کہ درود شریف آپ پر کس طرح پڑھیں۔ تو آپ نے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ الخ فرمایا کہ یہ پڑھو۔

منتقی الاخبار صـ ۶۵ میں بروایت امام احمد یہ الفاظ ہیں:

کَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْكَ اِذَا نَحْنُ صَلَّیْنَا فِیْ صَلٰوتِنَا۔

یعنی جب ہم نماز پڑھیں تو نماز میں آپ پر درود شریف کس طرح پڑھیں۔ اس کے جواب میں حضور نے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ الخ سکھایا جس سے معلوم ہوا کہ نماز میں یہی درود شریف پڑھنا افضل ہے۔ لیکن نماز سے باہر اختیار ہے جو چاہے پڑھے۔ بلکہ اس درود کو اگر نماز سے خارج پڑھے گا تو اس میں سلام نہیں۔ حالاں کہ قرآن شریف میں صَلُّوْا وَسَلِّمُوْا آیا ہے اس لیے۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَسَلَّمَ عَلَیْكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ ۔ یَا ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ ۔ یَا۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ۔

پڑھے۔ تاکہ صلوٰۃ وسلام دونوں پر عمل ہو جائے۔

نماز میں درود شریف پڑھنا فرض نہیں

عن فضالۃ بن عبید قَالَ سَمِعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلًا یَّدْعُوْا فِیْ صَلَاتِہٖ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَجَّلَ ھٰذَا

ثُمَّ دَعَاهُ فَقَالَ لَهُ اَوْ لِغَيْرِهٖ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَءُ بِتَحْمِيْدِ اللهِ وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ ثُمَّ لِيُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لِيَدْعُ بَعْدُ مَاشَآءَ۔

(رواہ الترمذی)

فضالہ بن عبید کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو سنا کہ نماز میں دُعا مانگتا ہے اور اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود شریف نہیں پڑھا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس نے جلدی کی ہے پھر آپ نے اس کو بلایا اور فرمایا اس کو یا دوسرے کو کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرے۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے۔ پھر جو چاہے دُعا مانگے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں درود شریف پڑھنا فرض نہیں۔ ورنہ حضور اس شخص کو جس نے نماز میں درود شریف نہیں پڑھا۔ نماز کے اعادہ کا حکم فرماتے۔

ابن تیمیہ منتقی ص۶۶ میں لکھتے ہیں کہ "حدیث ابن مسعود میں جس میں تشہد کا ذکر ہے، بعد تشہد کے یہ الفاظ آئے ہیں۔ ثُمَّ لِيَتَخَيَّرْ مِنَ الْمَسْئَلَةِ مَا شَاءَ کہ تشہد پڑھ کر جو سوال چاہے۔ خدا سے مانگے۔

اس سے بھی اس قول کی تقویت ہوتی ہے کہ درود شریف پڑھنا فرض نہیں۔ اگر فرض ہوتا تو بعد تشہد اس کا ذکر کر کے پھر دُعاء کا ذکر ہوتا۔

قعدۂ اخیرہ میں دُعا پڑھنا

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُوْا فِي الصَّلٰوةِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَ فِتْنَةِ الْمَمَاتِ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَغْرَمِ وَ الْمَأْثَمِ۔

(رواه الجماعة۔ منتقی صہ ۶۶)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں یہ دُعا مانگا کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ الخ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے دُعا سکھاؤ۔ کہ میں اس کے ساتھ نماز میں دعا مانگا کروں تو آپ نے فرمایا۔ یہ کہو

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّلَا

يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ فَاغْفِرْ لِيْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَ ارْحَمْنِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔ (متفق علیہ)

چونکہ حدیث متفق علیہ میں آیا ہے کہ جو دُعا چاہے مانگے اس لیے اگرچہ دعائے ماثورہ افضل ہیں مگر اور بھی جو چاہے دُعا مانگ سکتا ہے۔ البتہ ایسی دُعا نہ کرے جو کلام الناس سے مشابہ ہو۔ چنانچہ ابوداؤد میں حدیث ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِنَّ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ لَا يَصْلُحُ فِيْهَا شَيْئٌ مِّنْ كَلَامِ النَّاسِ۔ کہ نماز میں کوئی لوگوں کی بات مناسب نہیں ہے، تو جو دُعاء مشابہ کلام الناس ہو، وہ بھی نہ چاہیئے۔

سلام پھیرنا

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسَلِّمُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَ عَنْ يَّسَارِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ يُرٰى بَيَاضُ خَدِّهٖ۔

(رواہ الخمسہ وصححہ الترمذی)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دائیں اور بائیں طرف اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ کہتے ہوئے سلام پھیرا کرتے تھے یہانتک کہ آپ کے رُخسارہ کی سفیدی دیکھی جاتی۔ اس حدیث کو

ترمذی نے صحیح کہا۔ آثار السنن صہ ۱۲۵)

سلام کے بعد مقتدیوں کیطرف مُنہ کر کے بیٹھنا

عن سمرة بن جندب قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّى صَلٰوةً اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ ۔ (رواه البخاری)

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا اس نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھ چکتے تو ہماری طرف منہ مبارک کے ساتھ متوجہ ہوتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اکثر دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دائیں جانب کو (نماز کے بعد پھر کر) بیٹھتے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا۔ (آثار صہ ۱۲۵)

سلام کے بعد کیا پڑھے

عن ثوبان رضی الله عنه قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلَاتِهٖ اِسْتَغْفَرَ ثَلَاثًا وَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ

وَالْاِکْرَامِ۔ (رواہ الجماعۃ الا البخاری)

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب نماز سے پھرتے تو تین بار استغفار کہتے اور فرماتے۔ اللھم انت السلام الخ

اور کعب بن عجرہ کی حدیث میں ۳۳ بار سُبْحَانَ اللّٰہ اور ۳۳ بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور ۳۴ بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ بھی آیا ہے۔ اور بھی دُعائیں احادیث میں آئی ہیں۔

نماز کے بعد دُعا مانگنا

عَنْ اَبِیْ امامۃ قال قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ الدُّعَاءِ اَسْمَعُ قَالَ جَوْفُ اللَّیْلِ الْاٰخِرِ وَ دُبُرَ الصَّلَوَاتِ الْمَکْتُوْبَاتِ۔ (رواہ البخاری)

ابو امامہ سے روایت ہے۔ کہا اس نے کہا گیا۔ یا رسول اللہ کونسی دُعا زیادہ سُنی جاتی ہے۔ فرمایا پچھلی رات کے درمیان اور فرض نمازوں کے بعد۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا۔

عَنْ سَلْمَانَ رضی اللّٰہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَبَّکُمْ حَیٌّ کَرِیْمٌ یَسْتَحْیٖ مِنْ عَبْدِہٖ اِذَا رَفَعَ یَدَیْہِ اَنْ یَّرُدَّھُمَا صِفْرًا۔ (رواہ ابو داؤد۔ ابن ماجہ والترمذی)

فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہارا رب بڑے شرم و کرم والا ہے۔ جب اس کا بندہ ہاتھ اٹھاتا ہے تو وہ خالی پھیرنے سے شرم کرتا ہے۔ (بلوغ المرام)

ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگنا

حافظ ابوبکر بن السنی عمل الیوم و اللیلہ میں لکھتے ہیں۔ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

مَا مِنْ عَبْدٍ بَسَطَ كَفَّيْهِ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ ثُمَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِلٰهِيْ وَ اِلٰهَ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ اِلٰهَ جِبْرِيْلَ وَ مِيْكَائِيْلَ وَ اِسْرَافِيْلَ اَسْئَلُكَ اَنْ تَسْتَجِيْبَ دَعْوَتِيْ فَاِنِّيْ مُضْطَرٌّ وَ تَعْصِمَنِيْ فِيْ دِيْنِيْ فَاِنِّيْ مُبْتَلًى وَ تَنَالَنِيْ بِرَحْمَتِكَ فَاِنِّيْ مُذْنِبٌ وَ تَنْفِيَ عَنِّي الْفَقْرَ فَاِنِّيْ مُتَمَسْكَنٌ اِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ اَنْ لَّا يَرُدَّ يَدَيْهِ خَائِبَيْنَ۔

یعنی جو شخص ہر نماز کے پیچھے ہاتھ پسار کر یہ دُعا پڑھے اَللّٰهُمَّ اِلٰهِيْ الخ تو اللہ تعالیٰ پر (اس کی مہربانی و کرم سے) لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اس کے ہاتھ خالی نہ پھیرے۔

نماز میں اِدھر اُدھر نہ دیکھے

عن ابی ذر قال قال رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَزَالُ اللّٰهُ عزّوجلّ مُقْبِلاً عَلَی الْعَبْدِ وَ هُوَ فِیْ صَلَاتِهٖ مَالَمْ یَلْتَفِتْ فَاِذَا الْتَفَتَ اِنْصَرَفَ عَنْهُ - رواہ احمد و ابو داؤد والنسائی والدارمی۔ (مشکوٰۃ صد ۸۳)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ بندہ پر متوجہ بالرحمۃ رہتا ہے۔ جب کہ وہ نماز میں ہوتا ہے جب تک وہ التفات نہ کرے۔ یعنی اِدھر اُدھر نہ دیکھے۔ اور جب بندہ نماز میں اِدھر اُدھر دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے منہ پھیر لیتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا۔ یَا اَنَسُ اِجْعَلْ بَصَرَكَ حَیْثُ تَسْجُدُ۔ (مشکوٰۃ صد ۸۳)
یعنی اے انس تو اپنی نظر سجدہ کی جگہ میں رکھ۔

جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلٰوةَ الْفَذِّ

بِسَبْعٍ وَّ عِشْرِيْنَ دَرَجَةً - (متفق علیہ)

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا اس نے فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس درجہ زیادہ ثواب رکھتی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف صـ۹۵)

وعن ابی بن کعب اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوۃُ الرَّجُلِ مَعَ الرَّجُلِ اَزْکیٰ مِنْ صَلٰوتِہٖ وَحْدَہٗ وَصَلٰوۃُ الرَّجُلِ مَعَ الرَّجُلَیْنِ اَزْکیٰ مِنْ صَلٰوتِہٖ مَعَ الرَّجُلِ وَمَا زَادَ فَھُوَ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ۔

(رواہ ابو داؤد واسنادہ صحیح) (آثار السنن صـ۱۲۸)

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز مرد کی ایک مرد کے ساتھ اکیلے نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ اور دو مرد کے ساتھ نماز پڑھنا ایک مرد کے ساتھ پڑھنے سے بہتر ہے۔ اور جو زیادہ ہو (یعنی جس قدر جماعت میں نمازی زیادہ ہوں) وہ اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہیں۔ اس کو ابو داؤد اور نسائی نے روایت کیا۔

معلوم ہوا کہ اکیلے نماز بھی ہو جاتی ہے۔ مگر جماعت کا ثواب بہت ہے۔ اور جس قدر نمازی زیادہ جمع ہو کر با جماعت نماز پڑھیں گے۔ اسی قدر زیادہ ثواب ہوگا۔

ترکِ جماعت کی بُرائی

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَقَدْ ھَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ بِحَطَبٍ فَیُحْطَبُ ثُمَّ اٰمُرُ بِالصَّلٰوۃِ فَیُؤَذَّنُ لَھَا ثُمَّ اٰمُرُ رَجُلًا فَیَؤُمُّ النَّاسَ ثُمَّ اُخَالِفُ اِلٰی رِجَالٍ وَ فِیْ رِوَایَۃٍ لَا یَشْھَدُوْنَ الصَّلٰوۃَ فَاُحَرِّقُ عَلَیْھِمْ بُیُوْتَھُمْ۔ (بخاری۔ مسلم) (مشکوٰۃ صـ ۸۶)

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ میں نے قصد کیا کہ میں لکڑیوں کے جمع کرنے کا حکم کروں اور وہ جمع کی جاویں۔ پھر حکم کروں کہ نماز کے لیے اذان کہی جاوے۔ پھر ایک آدمی کو نماز پڑھانے کے لیے مامور کروں۔ وہ جماعت کرائے۔ پھر میں ان لوگوں کی طرف جاؤں جو نماز (جماعت) میں حاضر نہیں ہوتے اور ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔

معلوم ہوا کہ جماعت میں شامل ہونا نہایت ضروری ہے۔ اس واسطے بعض علماء نے جماعت کو فرض کہا ہے۔ مگر صحیح یہی ہے کہ سنّت مؤکدہ ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ اَعْمٰی فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ لِیْ قَائِدٌ یَقُوْدُنِیْ اِلَی الْمَسْجِدِ فَسَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّرَخِّصَ لَہٗ فَیُصَلِّیْ فِیْ بَیْتِہٖ فَرَخَّصَ لَہٗ فَلَمَّا وَلّٰی دَعَاہُ فَقَالَ ھَلْ تَسْمَعُ النِّدَآءَ بِالصَّلٰوۃِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاَجِبْ ۔ (رواہ مسلم)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک نابینا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ اور عرض کی۔ کہ میرے پاس کوئی آدمی نہیں جو مجھے مسجد پہنچایا کرے۔ پھر اس نے اپنے گھر نماز پڑھ لینے کی اجازت طلب کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اجازت دے دی۔ جب اس نے پیٹھ پھیری تو آپ نے پھر بلایا۔ اور فرمایا۔ کیا تو اذان کی آواز سنتا ہے۔ اس نے کہا۔ ہاں سنتا ہوں۔ فرمایا پھر (جماعت) میں) آیا کرو۔ اس کو مسلم نے روایت کیا۔ (مشکوٰۃ)

معلوم ہوا کہ جماعت میں ضرور شامل ہونا چاہیئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نابینا کو بھی حاضر ہونے کا ارشاد فرمایا۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا۔ کسی گاؤں یا جنگل میں تین آدمی ہوں اور وہ جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھیں تو ان پر شیطان غالب ہوتا ہے۔

فَعَلَيْكَ بِالْجَمَاعَةِ فَإِنَّمَا يَأْكُلُ الذِّئْبُ الْقَاصِيَةَ

(رواہ احمد و ابو داؤد والنسائی۔ مشکوٰۃ ص۹۸)

یعنی جماعت کو لازم پکڑ کہ جو بکری اپنے ریوڑ سے دور رہے اُسے بھیڑیا کھا جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ جماعت سے الگ رہنا شیطان کے قابو میں آجانا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مقلدین ائمہ اربعہ جو باتفاق اہلِ سنت جماعتِ حقّہ ہیں اس جماعت سے الگ ہوجانے والا وہابی ہو یا مرزائی۔ یا شیعہ یا چکڑالوی یا نیچری، ضرور شیطان کے قابو میں ہے۔

ترکِ جماعت کا جواز

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرمایا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص اذان سُن کر نماز کے لیے نہ آئے۔ تو اس کی نماز نہیں مگر کسی عذر سے۔ اس کو ابن ماجہ۔ دارقطنی نے روایت کیا۔

معلوم ہوا کہ عذر کے سبب ترکِ جماعت درست ہے اور عذر خوف یا بارش یا مرض یا سفر ہے۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

كَانَ يَأْمُرُ الْمُؤَذِّنَ إِذَا كَانَتْ لَيْلَةٌ ذَاتَ بَرْدٍ وَ مَطَرٍ يَقُوْلُ اَلَا صَلُّوْا فِي الرِّحَالِ۔ (مشکوٰۃ ص۶۸)

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بارش یا سردی کی رات میں موذن کو حکم فرمایا کرتے تھے کہ اذان میں یہ کہے کہ اپنی اپنی منزلوں میں نماز پڑھ لو۔

اسی طرح اگر کھانا سامنے ہو تو اگر نمازی کے حضور و خشوع میں خلل ہوتا ہو۔ یعنی کھانے کی طرف ہی خیال رہے تو پہلے کھانا کھالے۔ اور جماعت چھوڑ دے تو جائز ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے کھانا رکھا جاتا تھا اور جماعت کھڑی ہو جاتی تھی تو وہ جماعت میں شامل نہیں ہوتے تھے۔ اور کھانا کھاتے رہتے تھے۔ حالاں کہ امام کی قرأت بھی سنتے تھے۔ جب کھانے سے فارغ ہوتے تو نماز میں شامل ہو جاتے۔ (بخاری مسلم)

اسی طرح اگر بول و براز کا غلبہ ہو۔ تو پہلے قضاء حاجت کرلے پھر نماز پڑھے، گو جماعت ہو جائے۔

امام برگزیدۂ قوم ہو

عن ابن عباس قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِجْعَلُوْا اَئِمَّتَكُمْ خِيَارَكُمْ فَاِنَّهُمْ

وَفْدُكُمْ فِيمَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ رَبِّكُمْ۔

(رواہ الدارقطنی) ۔ منتقی ص ۹۰)

ابن عباس سے روایت ہے۔ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنے امام برگزیدہ لوگوں کو بناؤ کہ وہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان ایلچی ہیں۔ اس کو دارقطنی نے روایت کیا۔

ابومسعود عقبہ بن عمرو سے روایت ہے فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے:

يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ فَإِنْ كَانُوا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً فَإِنْ كَانُوا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ سِنًّا الحديث۔

(رواہ احمد و مسلم ۔ (منتقی ص ۹۰)

یعنی قوم کی امامت وہ کرائے جو سب سے زیادہ قرأت جانتا ہو۔ اگر قرأت میں برابر ہوں تو سب سے زیادہ حدیث جاننے والا کرائے۔ اگر علم حدیث میں برابر ہوں تو ہجرت میں جو سب سے پہلے ہو۔ اگر ہجرت میں برابر ہوں تو عمر میں جو سب سے بڑا ہو۔

معلوم ہوا کہ امام مقتدیوں سے افضل و اعلم و اورع ہونا چاہیئے۔ ایسا

شخص امامت کے لائق نہیں جو گستاخ اور بے ادب ہو۔

عن السائب بن خلاد قَالَ اِنَّ رَجُلًا اَمَّ قَوْمًا فَبَصَقَ فِی الْقِبْلَةِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَنْظُرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْمِهٖ حِیْنَ فَرَغَ لَا یُصَلِّیْ لَکُمْ فَاَرَادَ بَعْدَ ذَالِكَ اَنْ یُّصَلِّیَ لَهُمْ فَمَنَعُوْهُ فَاَخْبَرُوْهُ بِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ نَعَمْ وَحَسِبْتُ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّكَ قَدْ اٰذَیْتَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۔ (مشکوٰۃ ص ۶۳)

صائب کہتے ہیں۔ ایک شخص نے نماز کی حالت میں قبلہ شریف کی طرف منہ کر کے تھوکا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دیکھ رہے تھے۔ آپ نے اس کی قوم کو فرمایا۔ جب وہ فارغ ہوا۔ کہ یہ تمہیں نماز نہ پڑھائے۔ (یعنی اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو) جب اس کے بعد وہ پھر جماعت کرانے لگا تو لوگوں نے منع کیا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کا اس کو پتہ بتایا۔ تو اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ذکر کیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ ہاں۔ میں نے منع کیا ہے کہ تو نے (قبلہ کی طرف تھوک کر) اللہ اور اس کے

رسول کو ایذا دی ہے۔

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبلہ شریف کی اتنی بے ادبی کے سبب نماز کی امامت سے روک دیا تو جو لوگ سر سے پاؤں تک بے ادب ہوں ۔ اُن کے پیچھے نماز کی اجازت کس طرح ہوسکتی ہے پس وہابی ۔ مرزائی ۔ رافضی ۔ خارجی ۔ چکڑالوی وغیرہ اہل ہوا میں سے کسی کے پیچھے نماز پڑھنا نہیں چاہیئے ۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کا یہی فتویٰ ہے ۔ چنانچہ فتح القدیر کے صفحہ ۳۶۴ جلد اوّل میں لکھا ہے۔

روی محمد عن ابی حنیفۃ وابی یوسف اَنَّ الصَّلٰوۃَ خَلْفَ اَھْلِ الْھَوَاءِ لَا یَجُوْزُ۔

یعنی امام ابوحنیفہ و امام ابو یوسف سے امام محمد نے روایت کی ہے کہ اہل ہوا کے پیچھے نماز جائز نہیں۔

(واللہ اعلم وعلمہ اتم)

نمازِ وتر کا بیان

وِتر واجب ہیں

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِجْعَلُوْا اٰخِرَ صَلٰوتِکُمْ بِاللَّیْلِ وِتْرًا۔ (رواہ الشیخان) صحیح بخاری صـ۱۳۶ ۔جلد اوّل)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رات کی نماز کو وتر پر ختم کیا کرو۔ یعنی نماز تہجد کے اخیر نماز وتر پڑھ کر رات کی نماز کو طاق کیا کرو۔

اس حدیث میں وتر پڑھنے کا امر ہے۔ اور جہاں کوئی قرینہ صارفہ نہ ہو، وہاں امر وجوب کے لیے ہوتا ہے۔

وَعَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بَادِرُوا الصُّبْحَ بِالْوِتْرِ۔ (رواہ مسلم صـ۲۸۷ جلد اوّل)

فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے، صبح ہونے سے پہلے وتر پڑھنے میں جلدی کرو۔ یعنی صبح سے پہلے پہلے وتر پڑھ لو۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَوْتِرُوْا قَبْلَ اَنْ تُصْبِحُوْا۔ (رواہ مسلم صـ۲۵۷ جلد ا)

ابوسعید خدری روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبح ہونے سے پہلے وتر پڑھ لیا کرو۔

ان دونوں حدیثوں میں بھی وتر پڑھنے کا امر ہے اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے۔ کما مر۔

عَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا ۔ اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا ۔ اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا۔

(رواہ ابوداؤد صہ ۵۳۴)

بریدہ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ وتر حق ہیں۔ جو وتر نہ پڑھے وہ ہم سے نہیں وتر حق ہیں۔ جو وتر نہ پڑھے وہ ہم سے نہیں۔ وتر حق ہیں۔ جو وتر نہ پڑھے وہ ہم سے نہیں۔

اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا۔ اور اس پر سکوت کیا۔ اور جس حدیث پر ابوداؤد سکوت کرتے ہیں، وہ ان کے نزدیک قابل حجت ہوتی ہے۔ اس حدیث کو حاکم نے بھی مستدرک میں روایت کیا اور کہا۔ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ وَّاَبُوالْمُنِيْبِ ثِقَةٌ۔ کہ یہ حدیث صحیح ہے اور ابومنیب (عتکی) ثقہ ہے۔ (مستدرک صہ ۳۰۶ جلد اوّل۔

علی قاری نے مرقاۃ میں حق کے معنی واجب کیے ہیں۔ یعنی وتر واجب ہیں۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ زَادَکُمْ صَلٰوۃً وَھِیَ الْوِتْرُ۔ (رواہ الطبرانی فی مسند الشامیین)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم پر ایک نماز زیادہ کی ہے۔ وہ وتر ہے۔ اس حدیث کو طبرانی نے مسند شامیین میں روایت کیا۔ حافظ ابن حجر نے درایہ میں اس کی سند کو حسن فرمایا۔ (آثار السنن ص۳ جلد دوم)

وَعَنْ اَبِیْ تَمِیْمِ الْجَیْشَانِیْ اَنَّ عَمْرَو ابْنَ الْعَاصِ خَطَبَ النَّاسَ یَوْمَ جُمُعَۃٍ فَقَالَ اِنَّ اَبَا بَصْرَۃَ حَدَّثَنِیْ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ زَادَکُمْ صَلٰوۃً وَھِیَ الْوِتْرُ فَصَلُّوْھَا فِیْمَا بَیْنَ صَلٰوۃِ الْعِشَاءِ اِلٰی صَلٰوۃِ الْفَجْرِ الحدیث

رواہ احمد والحاکم والطبرانی واسنادہ صحیح (آثار السنن ص۵ جلد دوم)

ابو تمیم جیشانی سے روایت ہے کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن خطبہ پڑھا اور کہا کہ ابو بصرہ نے مجھے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ایک نماز زیادہ کی ہے۔ وہ وتر ہے، اس کو عشاء اور فجر کے

درمیان پڑھو۔اس حدیث کو امام احمد و حاکم و طبرانی نے روایت کیا۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ نَامَ عَنْ وِتْرِہٖ اَوْ نَسِیَہٗ فَلْیُصَلِّہٖ اِذَا اَصْبَحَ اَوْ ذَکَرَہٗ ۔ (رواہ الدارقطنی)

یعنی فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص سویا رہے اور اس نے وتر نہ پڑھے ہوں۔ یا بھول جائے (یعنی وتر پڑھنا یاد نہ رہے) تو جب صبح ہو (اور جاگے) یا اس کو یاد آجائے (کہ میں نے وتر نہیں پڑھے) تو اُسے وتر پڑھنے چاہئیں۔

اس حدیث کو دارقطنی نے روایت کیا اور حاکم نے۔ مستدرک نے اس کو صحیح کہا۔ ص ۵۳۸ ابوداؤد نے بغیر لفظ اِذَا اَصْبَحَ کے اس کو روایت کیا عراقی نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ اس حدیث میں نماز وتر کی قضا کا حکم ہے اس سے بھی معلوم ہوا کہ نماز وتر واجب ہے۔ ورنہ قضا کا حکم نہ ہوتا۔

علاوہ ان احادیث کے اور بہت احادیث ہیں جن سے وجوب نماز وتر ثابت ہوتا ہے۔ کسی حدیث میں تو نماز وتر کو پانچ نمازوں پر زائد فرمایا گیا۔ کسی میں اس کے پڑھنے کا امر فرمایا گیا۔ کسی میں اس نماز کو حق یعنی واجب۔ کسی میں صریح واجب فرمایا گیا۔ کسی میں اس کے ترک پر قضا کا حکم ہوا۔ ان سب احادیث کا مجموعہ دلالت کرتا ہے کہ وتر واجب ہیں۔ اور جن احادیث میں آیا ہے کہ وتر فرض نہیں، مراد ان سے یہ ہے کہ نماز مکتوبہ کی طرح فرض نہیں

چنانچہ بعض احادیث میں اس امر کی تصریح آ گئی ہے۔

وتر تین رکعت ہیں

۱۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَلَا فِيْ غَيْرِهٖ عَلٰى إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّيْ أَرْبَعًا فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ أَرْبَعًا فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ ثَلٰثًا قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوْتِرَ قَالَ يَا عَائِشَةُ أَنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ۔ (متفق علیہ)

(بلوغ المرام صہ ۲۴) (موطا امام محمد صہ ۱۳۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ کہا انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت پر زیادہ نہیں کرتے تھے (یعنی اکثر اوقات نماز تہجد بمعہ وتر گیارہ رکعت پڑھا کرتے تھے) آپ چار رکعت پڑھتے ان کی خوبی اور درازی نہ پوچھو (کہ کیسی تھی۔ غرض کہ بہت عمدہ اور لمبی پڑھتے) پھر چار رکعت پڑھتے۔ ان کی خوبی اور درازی بھی نہ پوچھو۔ پھر

تین رکعت (وتر) پڑھتے۔ عائشہ کہتی ہیں۔ میں نے عرض کی۔
یارسول اللہ! کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں فرمایا
کہ میری آنکھیں سو جاتی ہیں۔ میرا دل نہیں سوتا۔ اس حدیث
کو بخاری مسلم نے روایت کیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھا کرتے تھے اور وہ بھی ایک سلام سے۔ اس حدیث میں لفظ یصلّی اربعاً آیا ہے یعنی چار رکعت پڑھتے۔ اس لفظ کو ام المومنین رضی اللہ عنہا نے دو دفعہ فرمایا ہے۔ معلوم ہوا کہ چار رکعت ایک سلام سے پڑھتے تھے۔ پھر چار رکعت ایک سلام سے۔ ورنہ دو دفعہ کہنے کی حاجت نہ تھی۔ یوں کہہ دیتے یصلی ثمانیۃ۔ کہ آٹھ رکعت پڑھتے۔ چونکہ آپ نے ایسا نہیں فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ ایک سلام سے جتنی رکعتیں پڑھیں ان کا ذکر کیا۔ چار رکعت ایک سلام سے۔ پھر چار رکعت ایک سلام سے۔ پھر تین وتر ایک سلام سے۔ وہوالمطلوب۔

(فائدہ) اس حدیث کی مزید بحث مسئلہ تراویح[1] میں آئے گی۔ انشاء اللہ۔

۲۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ اَنَّہٗ رَقَدَ عِنْدَ
رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاسْتَیْقَظَ
فَتَسَوَّکَ وَتَوَضَّاَ وَھُوَ یَقُوْلُ

---

[1] کتاب التراویح۔ قیمت ایک روپیہ۔ کتب خانہ ماہ طیبہ کوٹلی لوہاراں (سیالکوٹ)
[2] حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَ النَّھَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ۔ فَقَرَءَ ھٰؤُلَاءِ الْاٰیَاتِ حَتّٰی خَتَمَ السُّوْرَۃَ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ فَاَطَالَ فِیْھِمَا الْقِیَامَ وَ الرُّکُوْعَ وَ السُّجُوْدَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَامَ حَتّٰی نَفَخَ فَعَلَ ذٰلِکَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ سِتَّ رَکَعَاتٍ کُلُّ ذٰلِکَ یَسْتَاکُ وَیَتَوَضَّأُ وَیَقْرَءُ ھٰؤُلَاءِ الْاٰیَاتِ ثُمَّ اَوْتَرَ بِثَلَاثٍ فَاَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ فَخَرَجَ اِلَی الصَّلٰوۃِ۔ (الحدیث۔ رواہ مسلم۔ (ص۲۶۱ جلد ا)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جاگے اور مسواک کی اور وضو کیا۔ اور آیت اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ الخ پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ سورت ختم کی پھر کھڑے ہوئے اور دو رکعت نماز پڑھی جس میں قیام و رکوع و سجود بہت لمبا کیا۔ پھر آپ سو گئے۔ یہاں تک کہ خراٹے لئے۔ پھر اسی طرح تین بار کیا۔ چھ رکعتوں میں ہر دفعہ مسواک اور وضو کرتے۔ اور یہ آیتیں پڑھتے۔ پھر آپ نے تین رکعت وتر پڑھے۔ پھر مؤذن نے اذان دی۔ تو آپ نماز کے لیے (مسجد کی طرف) نکل گئے۔ اسکو مسلم نے روایت کیا۔

اس حدیث سے بھی وتر تین رکعت بیک سلام ثابت ہیں۔ کیونکہ

پہلے دو دو رکعت میں سلام اور سوجانا بیان ہوا ہے۔ اگر وتروں میں بھی دو رکعت پر سلام ہوتا تو ابن عباس بیان فرماتے۔ مگر آپ نے یہی فرمایا کہ تین رکعت وتر پڑھے جس سے معلوم ہوا کہ وتر تین رکعت بیک سلام ہیں۔

۳- عن ابن عباسٍ رضی اللّٰہ عنہ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَءُ فِي الْوِتْرِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَ قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ وَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ فِي رَكْعَةٍ۔ (رواہ الترمذی ص۶۱ جلد ۱)

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وتروں میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى اور قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ رکعت رکعت میں پڑھا کرتے تھے۔

یعنی ایک سورت ایک رکعت میں جس سے معلوم ہوا کہ وتر تین رکعت ہیں۔ ایک رکعت میں سورۃ اعلیٰ، دوسری میں کافرون۔ تیسری میں اخلاص پڑھنا چاہیئے۔

ترمذی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

وَالَّذِيْ اخْتَارَهٗ اَكْثَرُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ مَنْ بَعْدَهُمْ اَنْ يَّقْرَءَ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَ قُلْ يٰاَيُّهَا

الْكٰفِرُوْنَ وَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ يَقْرَءُ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ مِّنْ ذَالِكَ بِسُوْرَةٍ۔

یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر اصحاب اور ان کے بعد والوں نے اسی کو اختیار کیا ہے کہ تین رکعت وتر میں یہ تین سورتیں پڑھے۔ ہر ایک رکعت میں ایک سورت۔

۴۔ عن ابی بن کعب قال كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَءُ فِي الْوِتْرِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ بِقُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ وَ فِي الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَلَا يُسَلِّمُ اِلَّا فِيْ اٰخِرِهِنَّ وَيَعْنِيْ بَعْدَ التَّسْلِيْمِ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ ثَلٰثًا۔ (رواہ النسائی صـ ۱۷۵) اس حدیث کی سند حسن ہے)۔ آثار السنن صـ ۱۱)

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی پہلی رکعت میں سورہ اعلیٰ، دوسری میں کافرون تیسری میں قل ہو اللہ احد پڑھتے تھے اور سلام نہیں پھیرتے تھے مگر وتروں کی آخری رکعت میں اور سلام کے بعد سبحان الملک القدوس تین بار فرماتے۔ اس کو نسائی نے روایت کیا۔

معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام تین رکعت وتر ایک سلام سے پڑھتے تھے۔

۵- عن عبد اللہ بن ابی قیس قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ بِكَمْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْتِرُ قَالَتْ بِاَرْبَعٍ وَّثَلَاثٍ وَسِتٍّ وَّثَلَاثٍ وَّ ثَمَانٍ وَّ ثَلَاثٍ وَّ عَشْرَةٍ وَّ ثَلَاثٍ وَّ لَمْ يَكُنْ يُوْتِرُ بِاَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَلَا اَنْقَصَ مِنْ سَبْعٍ۔

(رواہ احمد و ابوداؤد والطحاوی) مشکوٰۃ صہ ۱۰۴

عبد اللہ بن قیس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کتنے وتر پڑھا کرتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ چار رکعت اور تین چھ رکعت اور تین۔ آٹھ رکعت اور تین۔ دس رکعت اور تین۔ آپ کی نماز وتر تیرہ رکعت سے (معہ تہجد) زیادہ اور سات رکعت سے کم نہیں ہوتی تھی۔ اس حدیث کو امام احمد و ابوداؤد و طحاوی نے روایت کیا۔

اس حدیث میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور علیہ السلام کے وتر تین رکعت ہی بیان کیے۔ نماز تہجد چار رکعت ہوتی تو بھی وتر تین رکعت اگر تہجد چھ رکعت ہوتی تو بھی وتر تین رکعت۔ آٹھ رکعت یا دس رکعت تہجد ہوتی۔ تو بھی وتر تین ہی رکعت فرمائے۔

(۶) امام طحاوی شرح معانی الآثار میں مسور بن مخرمہ سے لائے ہیں
قَالَ دَفَنَّا اَبَا بَكْرٍ لَيْلًا فَقَالَ عُمَرُ اِنِّيْ لَمْ اُوْتِرْ فَقَامَ

وَصَفَفْنَا وَرَاءَهٗ فَصَلّٰی بِنَا ثَلٰثَ رَکْعَاتٍ لَمْ یُسَلِّمْ اِلَّا فِیْ اٰخِرِھِنَّ۔

مسور بن مخرمہ فرماتے ہیں کہ ہم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو رات کو دفن کیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے وتر نہیں پڑھے۔ وہ کھڑے ہوئے۔ ہم نے ان کے پیچھے صف باندھی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ہم کو تین رکعت وتر پڑھائے اور نہ سلام پھیرا۔ مگر آخر میں۔ آثار السنن صد ۱۲ جلد ۲ میں ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔ اس حدیث سے بھی تین رکعت وتر بیک سلام ثابت ہوئے۔

(۷) مؤطا امام محمد کے صد ۱۴۵ میں امام ابوجعفر (باقر) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ مَابَیْنَ صَلٰوۃِ الْعِشَاءِ اِلٰی صَلٰوۃِ الصُّبْحِ ثَلٰثَ عَشَرَۃَ رَکْعَۃً ثَمَانَ رَکْعَاتٍ تَطَوُّعاً وَثَلٰثَ رَکْعَاتِ الْوَتْرِ وَرَکْعَتَیِ الْفَجْرِ۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز کے درمیان صبح کی نماز تک تیرہ رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ آٹھ رکعت تو نفل (تہجد) اور تین رکعت وتر اور دو رکعت سنت فجر۔

یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی بروایت عائشہ رضی اللہ عنہا آئی ہے۔

قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلٰثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً مِنْهَا الْوِتْرُ وَ رَكْعَتَا الْفَجْرِ۔ بخاری صد ۱۵۳ جلد ۱)

یعنی حضور علیہ السلام رات کو تیرہ رکعت نماز پڑھتے تھے۔ وتر (کی تین رکعت) اور فجر کی (سنتوں کی) دو رکعت انہی میں سے ہوتی تھی۔ اس حدیث سے بھی وتر تین رکعت ہی ثابت ہوئے۔

(۸) مؤطا امام محمد کے اسی صفحہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا۔

مَا اُحِبُّ اَنِّيْ تَرَكْتُ الْوِتْرَ بِثَلَاثٍ وَ اَنَّ لِيْ حُمْرَ النَّعَمِ۔

کہ میں نہیں چاہتا یعنی مجھے محبت نہیں کہ میں تین رکعت وتروں کو چھوڑ دوں اور مجھے سرخ اونٹ ملیں۔

(۹) مؤطا امام محمد کے صفحہ ۱۴۶ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا۔ اَهْوَنَ مَا يَكُوْنَ الْوِتْرُ ثَلٰثُ رَكْعَاتٍ کہ ادنیٰ وتروں کا تین رکعت ہے۔

(۱۰) عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ الْوِتْرُ ثَلٰثُ رَكْعَاتٍ۔

(رواہ الطحاوی۔ نصب الرایہ صد ۲۷۸)

حضرت انس فرماتے ہیں کہ وتر تین رکعت ہیں۔ اسی کو طحاوی نے

روایت کیا۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ عنہ نے شرح معانی الآثار میں اور عبدالحیٔ لکھنوی نے تعلیق الممجد صد ۱۴۵ میں لکھا ہے کہ وتر یا فرض ہیں یا سنت۔ اگر فرض ہیں تو فرائض یا دو رکعتیں ہیں یا تین یا چار۔ اور اس بات پر اجماع ہے کہ وتر دو رکعت یا چار رکعت نہیں۔ تو ثابت ہوا کہ تین رکعت ہیں۔ اگر نماز وتر سنت ہے تو کوئی سنت ایسی نہیں جس کی مثل فرائض میں نہ ہو اور فرائض میں بجز نماز مغرب اور وتر پائے نہیں گئے اور مغرب تین رکعت ہیں۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ وتر تین رکعت ہیں۔ علامہ زیلعی نصب الرایہ صد ۱۸۰، ۲ جلد میں لکھتے ہیں۔

هٰذَا الَّذِیْ قَالَهٗ حَسَنٌ جِدًّا وَ قَدْ ذَكَرَ الْحَازِمِیُّ فِیْ كِتَابِهِ النَّاسِخَ وَ الْمَنْسُوْخَ مِنْ جُمْلَةِ التَّرْجِیْحَاتِ اَنْ یَكُوْنَ الْحَدِیْثُ مُوَافِقًا لِلْقِیَاسِ۔

یعنی امام طحاوی نے جو یہ کہا ہے۔ نہایت عمدہ ہے۔ حازمی نے کتاب ناسخ منسوخ میں ذکر کیا ہے کہ منجملہ ترجیحات کے یہ بھی ہے کہ ایک حدیث موافق قیاس ہو۔

تو جو موافق قیاس ہو گی اُسے ترجیح ہو گی تو ثابت ہوا کہ وتر کا تین رکعت ہونا موافق قیاس ہے جیسے کہ طحاوی نے لکھا۔ تو اسی کو ترجیح ہو گی۔ علاوہ اس کے تین رکعت وتر کے جواز میں کسی کو اختلاف نہیں۔ سب کا اتفاق ہے تو اتفاقی بات احوط بالعمل ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ حنفیہ کا مذہب نہایت احتیاط پر مبنی ہے۔

وتروں میں دو تشہد اور ایک سلام

ابن تیمیہ منتقی ص۶۷ میں حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔

قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ لَا يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ۔ (رواہ احمد)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ ان کے درمیان فصل نہیں کرتے تھے۔ یعنی دو رکعت پر سلام نہیں پھیرتے تھے۔

نسائی ص۱۷۵ جلد اوّل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے لایا ہے آپ فرماتی ہیں:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يُسَلِّمُ فِيْ رَكْعَتَيِ الْوِتْرِ۔

کہ حضور علیہ السلام وتر کی دو رکعتوں میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔ اس حدیث کو طبرانی نے معجم صغیر ص۲۰۶ میں اور امام محمد نے موطا ص۱۴۶ میں روایت کیا اور حاکم نے مستدرک جلد اوّل ص۳۰۴ میں بایں الفاظ روایت کیا ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُسَلِّمُ

فِی الرَّکْعَتَیْنِ الْاُوْلَیَیْنِ مِنَ الْوِتْرِ۔

کہ حضور علیہ السلام وتروں کی دو پہلی رکعتوں میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ پہلی دو رکعتوں میں تشہد تو بیٹھتے تھے لیکن سلام نہیں پھیرتے تھے۔ اگر پہلا تشہد نہ بیٹھتے تو ام المومنین سلام کی نفی کیوں فرماتیں۔ جب تشہد ہی نہیں تو سلام پھیرنے کا کیا شبہ ہو سکتا تھا۔ معلوم ہوا کہ تشہد تو بیٹھتے تھے لیکن اس تشہد میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔ اور جن حدیثوں میں آیا ہے کہ نہیں بیٹھتے تھے مگر آخیر میں ان کا مطلب یہ ہے کہ سلام پھیرنے کے لیے نہیں بیٹھتے تھے مزید توضیح کے لیے ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک ایسی حدیث پیش کرتے ہیں جس میں وتروں میں دو تشہد کی صریح ہے۔

سعد بن ہشام کہتے ہیں۔ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی کہ حضور علیہ السلام کے وتروں کے متعلق فرماؤ۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

كُنَّا نُعِدُّ لَهٗ سِوَاكَهٗ وَطُهُوْرَهٗ فَيَبْعَثُهُ اللّٰهُ مَاشَاءَ
اَنْ يَّبْعَثَهٗ مِنَ اللَّيْلِ فَيَتَسَوَّكَ وَ يَتَوَضَّاءُ وَ
يُصَلِّيْ تِسْعَ رَكْعَاتٍ لَا يَجْلِسُ فِيْهَا اِلَّا فِي الثَّامِنَةِ
فَيَذْكُرُ اللّٰهَ وَيَحْمَدُهٗ وَيَدْعُوْهُ ثُمَّ يُسَلِّمُ

تَسْلِيمًا يُسْمِعُنَا۔ الحديث۔ (رواہ مسلم صہ ۲۵ جلد ۱۔ نسائی صہ ۱۷۱ جلد ۱)

کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مسواک اور وضو کے لیے پانی تیار کرتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ جب چاہتا ان کو رات کو اٹھاتا تو آپ مسواک کرتے اور وضو کرتے اور نو رکعت نماز پڑھتے۔ نہ بیٹھتے مگر آٹھویں رکعت میں پس اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے اور اس کی حمد کرتے۔ اور دعا مانگتے (یعنی التحیات پڑھتے) پھر بغیر سلام کے اٹھ کھڑے ہوتے اور نویں رکعت ادا فرماتے۔ پھر بیٹھ جاتے اور اللہ کا ذکر اور حمد کرتے۔ اور دُعا مانگتے۔ پھر سلام پھیرتے۔ ایسا کہ ہمیں سنا دیتے۔ یعنی ذرا آواز سے سلام پھیرتے کہ ہم سُن لیں۔ یہ حدیث نسائی و ابوداؤد میں بھی ہے۔

نسائی کی روایت میں آیا ہے۔

فَلَمَّا كَبُرَ وَضَعُفَ اَوْتَرَ بِسَبْعِ رَكْعَاتٍ لَا يَقْعُدُ اِلَّا فِى السَّادِسَةِ ثُمَّ يَنْهَضُ وَلَا يُسَلِّمُ فَيُصَلِّى السَّابِعَةَ ثُمَّ يُسَلِّمُ تَسْلِيْمَةً ثُمَّ يُصَلِّى رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ۔

جب آپ بڑے ہوئے اور بدن مبارک میں ضعف آ گیا تو آپ سات رکعات پڑھتے۔ نہ بیٹھتے مگر چھٹی رکعت میں پھر اٹھ کھڑے ہوتے اور سلام نہ پھیرتے اور ساتویں رکعت پڑھتے۔ پھر سلام پھیرتے۔ پھر دو رکعت بیٹھ کر ادا فرماتے۔

ابوداؤد کی روایت یوں ہے۔

لَا يَجْلِسُ اِلَّا فِي الثَّامِنَةِ وَالتَّاسِعَةِ وَلَا يُسَلِّمُ اِلَّا فِي التَّاسِعَةِ فَلَمَّا اَسَنَّ وَاَخَذَ اللَّحْمَ اَوْتَرَ بِسَبْعِ رَكْعَاتٍ لَمْ يَجْلِسْ اِلَّا فِي السَّادِسَةِ وَالسَّابِعَةِ وَلَمْ يُسَلِّمْ اِلَّا فِي السَّابِعَةِ۔ (ابوداؤد ص ۱۳۵)

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وتر نماز میں دو بار تشہد بیٹھتے پہلے تشہد میں سلام نہ پھیرتے۔ آٹھویں رکعت میں بیٹھ کر تشہد پڑھتے اور بغیر سلام اُٹھ کھڑے ہوتے اور نویں رکعت میں سلام پھیرتے۔ اسی طرح چھٹی رکعت میں بیٹھتے اور بغیر سلام اٹھ کر ساتویں رکعت میں بعد تشہد سلام پھیرتے۔

دو تشہد تو ثابت ہو گئے۔ لیکن یہ شبہ باقی رہا کہ نماز ۹ رکعت یا سات رکعت تھی۔ تین رکعت نہ تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نماز تین رکعت ہی تھی لیکن یہاں نماز تہجد کو ملا کر نو رکعت یا سات رکعت کہا گیا۔ چھ رکعت تو آپ نے اسی طرح دو دو رکعت ادا فرمائی۔ پھر تین رکعت وتر دو تشہد اور ایک سلام سے ادا کئے۔ وتروں کی دوسری رکعت جو ساری نماز کی آٹھویں رکعت تھی۔ اس میں بیٹھے اور سلام نہ پھیرا۔ پھر وتروں کی تیسری رکعت جو ساری نماز کی نویں رکعت تھی، اس میں بیٹھ کر سلام پھیرا۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے یہی مطلب (عمدۃ القاری ص ۴۰۸ جلد ۳ میں بیان کیا ہے۔ اسی طرح چار رکعت تو آپ نے

مثنےٰ مثنےٰ یعنی دو دو رکعت پڑھی۔ پھر تین رکعت وتر دو تشہد کے ساتھ پڑھے، جملہ سات رکعت ہوگئی۔ وتر کی دوسری رکعت جو کہ سب نماز کی چھٹی رکعت تھی، اس میں بیٹھ کر سلام نہ پھیرا اور تیسری رکعت میں سلام پھیرا۔ جو ساتویں تھی۔ ہم نے جو بحوالہ عینی حدیث کا یہ مطلب بیان کیا ہے۔ اس میں حدیث صلوٰۃ اللیل مثنےٰ مثنےٰ میں اور ان احادیث میں جمع اور تطبیق ہے۔ اگر یہ مطلب نہ لیا جاوے تو لازم آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حکم تو دیں رات کی نماز میں دو دو رکعت پڑھنے کا اور خود اس کا خلاف کریں۔ اور نویں رکعت میں سلام پھیریں۔ حاشا جنابہ عن ذالک۔ اصل میں بات یہ ہے کہ سائل نے نماز وتر کا سوال کیا۔ ام المومنین نے وتر کی متقدمہ رکعات نفل کے جلوس و سلام کا بیان نہیں فرمایا۔ صرف وتر کے جلوس و سلام کا ذکر فرمایا کہ دوسری میں بیٹھتے تھے اور تیسری میں سلام پھیرتے تھے: تاکہ جواب مطابق سوال سائل ہو۔ دیکھو عینی شرح بخاری صہ ۴۰۸ جلد ۳ علاوہ اس کے حدیث سعد بن ہشام جس میں آٹھویں اور نویں رکعت میں دوبار تشہد کا ذکر ہے۔ یہی حدیث اسی سند کے ساتھ نسائی صہ ۱۷۵ میں آئی ہے جس کو ہم پیچھے لکھ آئے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وتروں کی پہلی دو رکعتوں میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔ یہ حدیث سعید عن قتادہ عن زرارہ بن اوفی عن سعد بن ہشام عن عائشہ ہے۔ اور وہ حدیث جس میں دو دو تشہد آٹھویں اور نویں میں۔ یا چھٹی اور ساتویں میں آیا ہے۔ وہ بھی سعید عن قتادہ عن

زرارہ عن سعد بن ہشام عن عائشہ ہے۔ چونکہ حدیث ایک دوسری کی تفصیل اور تفسیر ہوتی ہے اس لیے جس حدیث میں حضرت عائشہ نے فرمایا کہ آٹھویں میں بیٹھتے اور سلام نہ پھیرتے یا چھٹی میں بیٹھتے اور سلام نہ پھیرتے اس کا یہی مطلب ہے جو روایت لا یسلم فی رکعتی الوتر میں آپ نے بیان فرمایا۔ یعنی وتروں کی دوسری رکعت میں (جو ساری نماز کی آٹھویں یا چھٹی ہوتی ہے) آپ بیٹھتے اور تشہد پڑھتے لیکن سلام نہ پھیرتے۔ چونکہ یہ دونوں حدیثیں فی الحقیقت ایک ہی حدیث ہے۔ ایک ہی سند ہے۔ اس لیے کسی میں بلحاظ ساری نماز کے وتروں کی دوسری رکعت کو آٹھویں رکعت کہا گیا۔ اور کسی میں چھٹی اور کسی میں دوسری

علاوہ اس کے خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تصریح ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت سے زیادہ پر تشہد نہیں بیٹھتے تھے۔ چنانچہ مجمع الزوائد صہ ۱۹۸ میں لکھا ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ لَا یَزِیْدُ فِی الرَّکْعَتَیْنِ عَلَی التَّشَھُّدِ۔ (رواہ ابو یعلی)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشہد پر دو رکعتوں سے زیادہ نہیں کرتے تھے۔ یعنی ہر دو رکعت پر تشہد بیٹھتے تھے۔

تو اگر حدیث سعد بن ہشام سے یہ مطلب لیا جائے کہ نو رکعت یا سات رکعت ایک سلام اور دو تشہد سے بیٹھتے تھے تو اس حدیث کا خلاف لازم آتا ہے

اس لیے صحیح معنے وہی ہیں جو علامہ عینی نے بیان کئے جس سے احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر دو رکعت پر آپ تشہد بیٹھتے تھے تو ثابت ہوا کہ وتروں کی دوسری رکعت میں بھی تشہد بیٹھتے تھے۔

علاوہ اس کے صحیح مسلم صہ ۱۹۴ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک طویل حدیث میں آیا ہے۔ وَكَانَ يَقُوْلُ فِيْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ التَّحِيَّةُ۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ ہر دو رکعت میں التحیات ہے اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وتروں کی دوسری رکعت میں بھی تشہد ہے ورنہ حضور علیہ السلام الا الوتر فرما کر وتروں کو مستثنےٰ فرما دیتے۔ ابوداؤد و ترمذی کی روایت میں ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اَلصَّلٰوةُ مَثْنٰی مَثْنٰی اَنْ تَشَهَّدَ فِيْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ۔ الخ کہ نماز دو دو رکعت ہے یہ کہ تشہد پڑھے تو ہر دو رکعت میں۔ اسی طرح طبرانی نے کبیر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہر دو رکعت میں تشہد ہے جس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام ہر دو رکعت میں تشہد بیٹھتے تھے۔ تو ثابت ہوا کہ وتروں کی دو رکعت میں بھی تشہد بیٹھتے تھے۔

عن عائشہ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللہ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْمَا بَيْنَ اَنْ يَّفْرُغَ مِنْ

صَلٰوةِ الْعِشَاءِ اِلَى الْفَجْرِ اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُسَلِّمُ مِنْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَ يُوْتِرُ بِوَاحِدَةٍ۔

(متفق علیہ مشکوٰۃ باب صلوٰۃ اللیل)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر فجر تک گیارہ رکعت پڑھتے تھے۔ ہر دو رکعت میں سلام پھیرتے تھے اور ایک رکعت کے ساتھ وتر کر دیتے تھے۔

اس حدیث میں بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تصریح فرماتی ہیں کہ ہر دو رکعت میں سلام پھیر دیتے تھے تو معلوم ہوا کہ ہر دو رکعت میں تشہد بیٹھتے تھے اور سلام پھیر دیتے تھے۔ لیکن وتروں کی دوسری رکعت میں خود مائی صاحبہ نے فرما دیا کہ اس میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔

فثبت ما قلنا و للّٰہ الحمد فی الاولی و الاٰخرۃ

عن عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى فَاِذَا اَرَدْتَّ اَنْ تَنْصَرِفَ فَارْكَعْ رَكْعَةً تُوْتِرُ لَكَ مَا صَلَّيْتَ۔ (رواہ البخاری)۔

فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کی نماز دو دو رکعت ہے۔ پس جب پھرنے کا ارادہ ہے تو ایک رکعت پڑھ جو نماز

تو نے پڑھی ہے اس کو وتر کر دے گی - اس کو بخاری نے روایت کیا ۔ (ص ۱۳۵ جلد ۱)

اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ رات کی نماز دو دو رکعت ہے یعنی ہر دو رکعت پر تشہد اور سلام ہے لیکن جب ارادہ پھیرنے کا ہو (یعنی نماز ختم کرنے کا ارادہ ہو) تو ایک رکعت اور پڑھ کر آخری شفعہ کو تین کر دینے کا حکم صادر فرمایا۔ کہ اس میں سلام نہ پھیرے ایک رکعت اور پڑھے تاکہ ساری نماز طاق ہو جائے۔ اس بخاری کی حدیث سے بھی معلوم ہو گیا ۔ کہ وتر تین رکعت بہ دو تشہد و یک سلام ہیں ۔ کیونکہ نماز سے پھرنے کے ارادے پر ایک رکعت اور ملا دے۔

اب ہم صلوٰۃ اللیل مثنٰی مثنٰی کے معنے حدیث سے بیان کرتے ہیں ۔ صحیح مسلم ص ۲۵۷ میں ہے۔

فَقِیْلَ لِابْنِ عُمَرَ مَا مَثْنٰی مَثْنٰی قَالَ اَنْ تُسَلِّمَ فِیْ کُلِّ رَکْعَتَیْنِ ۔ حضرت عبد اللہ بن عمر نے جب حدیث صلوٰۃ اللیل مثنٰی مثنٰی روایت کی تو ان سے پوچھا گیا کہ مثنٰی مثنٰی کا کیا مطلب ہے ۔ تو آپ نے فرمایا کہ ہر دو رکعت پر سلام پھیرنا ۔

معلوم ہوا کہ رات کی نماز میں ہر دو رکعت میں تشہد و سلام ہے البتہ وتر پس اس میں دو رکعت پر سلام نہیں ۔ کما رواہ عائشہ رضی اللہ عنہا ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ۔ اَلْوِتْرُ ثَلٰثٌ کَوِتْرِ النَّھَارِ صَلٰوۃِ الْمَغْرِبِ ۔ (رواہ الطحاوی و سندہ صحیح) (آثار السنن ص ۱۲ جلد ۲)

امام محمد رحمۃ اللہ نے اس حدیث کو مؤطا صد ۱۴۶ میں روایت کیا ہے کہ وتر تین رکعت ہیں جیسے نماز مغرب۔ جو وتروں کی ہے۔ اسی طرح امام محمد نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا اَلْوِتْرُ کَصَلٰوۃِ الْمَغْرِبِ کہ وتر مثل نماز مغرب کی ہے۔ معلوم ہوا کہ تین رکعت اور دو تشہد اور ایک سلام سے وتر پڑھنے چاہئیں جس طرح نماز مغرب ہے۔ نماز مغرب دن کے وتر ہیں۔ اور نماز وتر رات کے وتر ہیں جس حدیث میں آیا ہے کہ نماز مغرب کے ساتھ مشابہت نہ کرو۔ اس کا یہ معنی نہیں کہ تین رکعت دو تشہد اور ایک سلام سے نہ پڑھو۔ بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ ایسا نہ کرو جس طرح نماز مغرب کے پہلے دو چار رکعت نہ پڑھو۔ تاکہ نماز مغرب کی مشابہت ٹوٹ جائے۔ اسی واسطے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تین رکعت وتر نہ پڑھو۔ بلکہ پانچ یا سات یا نو پڑھو۔ یعنی وتروں کے پہلے دو رکعت یا چار رکعت پڑھ لو تاکہ نماز مغرب کے ساتھ مشابہت نہ ہو۔ اگر یہ معنے نہ لیے جائیں تو لازم آتا ہے کہ خود ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھیں۔ کما مر۔ اور خود ہی تین رکعت وتر پڑھنے سے منع فرما دیں۔ حاشا جنابہ عن ذالک فاللازم باطل فکذا الملزوم۔

اور یہ جو بعض نے لکھا ہے کہ وہ میانہ قعدہ نہ بیٹھے تو مغرب کے ساتھ مشابہت نہیں رہتی، بالکل غلط ہے کیونکہ حدیث کا لفظ اس کا انکار کرتا ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

لا توتروا بثلث ولا تشبھو الصلوٰۃ المغرب

ولكن اوتروا بخمس او سبع او تسع

یعنی تین رکعت وتر نہ پڑھو۔ مغرب کے ساتھ مشابہت نہ کرو۔
لیکن پانچ یا سات یا نو پڑھو۔

اس سے تو صاف تین رکعت وتر پڑھنے کی ممانعت ہے۔ یہ ممانعت نہیں کہ درمیانی قعدہ نہ بیٹھو۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب صاف ہے کہ صرف تین رکعت وتر نہ پڑھو بلکہ پانچ یا سات یا نو پڑھو۔ یعنی وتروں کے پہلے دو رکعت یا چار رکعت یا چھ رکعت اور نفل پڑھو۔ تاکہ مغرب کے ساتھ مشابہت نہ ہو۔

علاوہ اس کے اس حدیث میں ایک رکعت وتر پڑھنے کا ذکر نہیں۔ اگر ایک رکعت کی اجازت ہوتی تو اوتروا بخمس او سبع او تسع میں اوتروا برکعۃ بھی ہوتا۔ اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں جو آیا ہے کہ ہم تین رکعت اکیلی کو دوست نہیں رکھتے۔ (دیکھو ہدایت السائل صہ ۲۵۸) اس سے بھی معلوم ہوا کہ اکیلی تین رکعت نہ پڑھے۔ بلکہ اس کے پہلے دو یا چار نفل ضرور پڑھے۔ مشابہت مغرب کا یہی معنی ہے۔

علاوہ اس کے نماز مغرب کی مشابہت تو اس طرح بھی نہیں کہ وتروں کی تیسری رکعت میں قرأت (ضم سورت ہے لیکن مغرب کی تیسری رکعت میں ضم سورۃ نہیں۔ تو مشابہت نہ رہی) اسی طرح ایک حدیث میں بھی آیا ہے جس کو امام طحاوی نے سند صحیح کے ساتھ ابوالعالیہ سے روایت کیا ہے۔

قَالَ عَلَّمَنَا اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ عَلَّمُوْنَا اَنَّ الْوِتْرَ مِثْلُ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ غَيْرَ اَنَّا نَقْرَءُ فِي الثَّالِثَةِ فَهٰذَا وِتْرُ اللَّيْلِ وَهٰذَا وِتْرُ النَّهَارِ۔

ابو العالیہ فرماتے ہیں ہم کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے صحاب نے سکھایا کہ وتر مثل نمازِ مغرب کی ہے۔ بجز اس کے کہ ہم تیسری رکعت (وتر) میں قرأت پڑھتے ہیں۔ پس یہ (وتر) رات کے وتر ہیں۔ اور وہ (مغرب) دن کے۔

(آثار السنن ص۳ جلد ۲)

موطا امام محمد کے ص ۱۴۳ میں ہے۔

عن ابن عمر قَالَ صَلٰوةُ الْمَغْرِبِ وِتْرُ صَلٰوةِ النَّهَارِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مغرب کی نماز دن کے نمازوں کی وتر ہے۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ نمازِ مغرب دن کے وتر ہیں۔ فليكن وتر الليل كذالك۔

اس سے زیادہ مفصل امام طحاوی نے عقبہ بن مسلم سے روایت کیا ہے اس نے کہا۔ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے وتروں کی بابت پوچھا تو آپ نے فرمایا۔ اَتَعْرِفُ وِتْرَ النَّهَارِ۔ کیا تو دن کے وتر کو جانتا ہے۔ میں نے کہا۔ نَعَمْ صَلٰوةَ الْمَغْرِبِ۔ یعنی ہاں! نمازِ مغرب کی دن کے وتر

ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ صَدَقْتَ وَاَحْسَنْتَ۔ تو نے سچ کہا۔ اور خوب کہا تو اس تشبیہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ رات کے وتر مثل مغرب کی نماز کے دو تشہد اور ایک سلام سے ہیں۔ اسی واسطے امام محمد علیہ الرحمۃ مؤطا صہ۱۴۳ میں فرماتے ہیں۔

قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٰذَا نَاخُذُ وَيَنْبَغِىْ لِمَنْ جَعَلَ الْمَغْرِبَ وِتْرَصَلٰوةِ النَّهَارِ كَمَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ اَنْ يَّكُوْنَ وِتْرُ صَلٰوةِ اللَّيْلِ مِثْلَهَا لَا يُفْصَلُ بَيْنَهُمَا بِتَسْلِيْمٍ كَمَا لَا يُفْصَلُ فِى الْمَغْرِبِ بِتَسْلِيْمٍ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ۔

امام محمد فرماتے ہیں کہ اسی پر ہمارا عمل ہے جو شخص مغرب کو دن کی نماز کے وتر بناتا ہے اُسے چاہیئے کہ رات کے وتر اسی کے مثل ہوں۔ ان میں سلام کے ساتھ فصل نہ کیا جائے جیسے کہ مغرب کی نماز میں سلام کے ساتھ فصل نہیں کیا جاتا۔ یہی قول امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے۔

اور وہ جو بعض روایات میں آیا ہے کہ ابن عمر وتروں کی دو رکعت میں فصل کیا کرتے تھے یہ آپ کا دوامی فعل نہ تھا بلکہ کسی ضرورت کے وقت ایسا کرتے تھے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر فتح الباری ج۲ صہ۵۳۶ میں حدیث ابن عمر کی شرح میں فرماتے ہیں۔

ظَاهِرُهٗ اَنَّهٗ كَانَ يُصَلِّي الْوِتْرَ مَوْصُوْلًا، فَاِنْ عَرَضَتْ لَهٗ حَاجَةٌ فَصَلَ ثُمَّ بَنٰى عَلٰى مَا مَضٰى۔

یعنی حدیث کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ وتر تین رکعت موصول پڑھا کرتے تھے۔ جب کوئی حاجت لاحق ہوتی تو فصل کرتے۔ پھر اس پہ بنا کرتے۔ اسی طرح قسطلانی شرح صحیح بخاری میں بھی ہے۔ معلوم ہوا کہ نماز مغرب کے ساتھ تشبیہ اسی امر میں ہے کہ تین رکعت دو تشہد اور ایک سلام سے وتروں کی نماز پڑھی جائے۔

علامہ ابن ترکمانی نے جواہر النقی صد۱۲ میں حدیث ابن عمر بحوالہ نسائی اور شیخ عبدالحئی لکھنوی نے تعلیق المجید صد۱۴۳ میں بحوالہ ابن ابی شیبہ لکھا ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الْمَغْرِبِ وِتْرُ صَلٰوةِ النَّهَارِ فَاَوْتِرُوْا صَلٰوةَ اللَّيْلِ۔

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مغرب کی نمازوں کے وتر ہیں پس رات کی نماز کو بھی وتر کرو۔

اس حدیث میں حضور علیہ السلام نے نماز مغرب کو دن کے وتر فرمایا۔ تو رات کے وتر بھی اسی طرح ہونے چاہئیں جس طرح کے دن کے وتر ہیں۔ یعنی دو تشہد اور ایک سلام سے۔ علاوہ اس کے اس حدیث میں رات کے

وتروں کے لیے امر ہے۔ اور امر بغیر قرینہ صارفہ کے وجوب کے لیے ہوتا ہے تو اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ وتر واجب ہیں۔ اس حدیث کی سند کو عراقی نے صحیح کہا۔ (التعلیق الممجد صر ۱۴۳ جلد ۲) جواہر النقی میں اس کی سند کو علی شرط الشیخین لکھا ہے۔ اس حدیث کو امام احمد نے مسند صر ۴۰۳ جلد ۲ میں اور طبرانی نے معجم صغیر صر ۲۲۴ میں بھی روایت کیا ہے۔

عَنْ ثَابِتٍ قَالَ صَلّٰى بِیْ اَنَسٌ اَلْوِتْرَ اَنَا عَنْ یَمِیْنِہٖ وَ اُمُّ وَلَدِہٖ خَلْفَنَا ثَلٰثَ رَکْعَاتٍ لَمْ یُسَلِّمْ اِلَّا فِیْ اٰخِرِھِنَّ ظَنَنْتُ اَنَّہٗ یُرِیْدُ اَنْ یُّعَلِّمَنِیْ۔

(رواہ الطحاوی واسنادہ صحیح۔ (آثار السنن صر ۱۳ جلد ۲)

ثابت کہتے ہیں کہ مجھے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے وتر پڑھائے میں آپ کی داہنی طرف کھڑا تھا۔ اور اس کی ام ولد ہمارے پیچھے تھی۔ تین رکعت (پڑھائے) نہ سلام پھیرا۔ مگر آخر میں میں نے گمان کیا کہ وہ میرے سکھانے کا ارادہ کرتے ہیں یعنی اس طرح وتر پڑھ کر مجھے سکھایا کہ اس طرح پڑھنے چاہئیں۔ اس کو طحاوی نے روایت کیا۔

عَنِ الْقَاسِمِ قَالَ وَرَاَیْنَا اُنَاسًا مُنْذُ اَدْرَکْنَا یُوْتِرُوْنَ بِثَلٰثٍ وَاِنَّ کُلًّا لَوَاسِعٌ وَّ اَرْجُوْا اَنْ لَّا یَکُوْنَ بِشَیْءٍ مِنْہُ بَاْسٌ۔ (رواہ البخاری)

"قاسم بن محمد فرماتے ہیں کہ ہم نے جب سے ہوش سنبھالا لوگوں کو تین رکعت وتر پڑھتے ہی دیکھا۔

اور یہ قاسم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں۔ ان کی ساری عمر کے مشاہدہ میں صحابہ و تابعین صرف تین ہی رکعت وتر پڑھتے تھے جس سے معلوم ہوا کہ آخر الامر وتر تین ہی رکعت تھے اور حضرت قاسم کا یہ فرمانا کہ ہر ایک (طرح وتر پڑھنا) واسع ہے۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ اس میں سے کسی پر (عمل کرنے سے) کوئی مضائقہ نہیں۔ یہ آپ کا اپنا خیال ہے جو آپ نے ظاہر کر دیا۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوالزناد سے انہوں نے فقہاء سبعہ سے روایت کیا کہ وتر تین رکعت بیک سلام ہیں۔ یعنی حضرت سعید بن المسیب و عروہ بن زبیر و قاسم بن محمد و ابوبکر بن عبدالرحمٰن و خارجہ بن زید و عبیداللہ بن عبداللہ و سلیمان بن یسار یہ سب یہی کہتے ہیں۔

اَنَّ الْوِتْرَ ثَلَاثٌ لَا یُسَلِّمُ اِلَّا فِیْ اٰخِرِهِنَّ

کہ وتر تین رکعت ہیں۔ نہ سلام پھیرا جائے مگر آخر میں۔

(آثار السنن صـ۱۳)

وَعَنْهُ قَالَ اَثْبَتَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِیْزِ الْوِتْرَ بِالْمَدِیْنَةِ بِقَوْلِ الْفُقَهَاءِ ثَلٰثًا لَا یُسَلِّمُ اِلَّا فِیْ اٰخِرِهِنَّ۔ (رواہ الطحاوی)

یعنی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے مدینہ شریف میں فقہاء کے

قول کے مطابق تین رکعت وتر ثابت رکھے۔ ان کی آخری رکعت سوا اور کسی رکعت میں سلام نہ پھیرا جائے۔

عَنْ حَبِيْبِ بْنِ الْمُعَلِّمِ قَالَ قِيْلَ لِلْحَسَنِ اِنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُسَلِّمُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِنَ الْوِتْرِ فَقَالَ كَانَ عُمَرُ اَفْقَهُ مِنْهُ كَانَ يَنْهَضُ فِي الثَّالِثَةِ بِالتَّكْبِيْرِ۔

(رواه الحاکم۔ (مستدرک صہ ۳۰۴ جلد ۱)

حسن بصری رضی اللہ عنہ کو کہا گیا۔ کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ وتر وں کی دو رکعتوں میں سلام پھیر دیا کرتے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ ان سے زیادہ فقیہہ تھے۔ وہ تیسری رکعت میں تکبیر کہہ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔

یعنی وہ سلام نہیں پھیرتے تھے بلکہ تکبیر کہہ کر تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے۔ معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تین رکعت وتر دو تشہد اور ایک سلام سے پڑھا کرتے تھے۔

اخیر میں ہم ایک ایسی حدیث پیش کرتے ہیں جو دو تشہد، اور ایک سلام اور تین رکعت میں صریح ہے۔ ملا علی قاری محدث رحمۃ اللہ شرح مسند امام صہ ۲۲۳ میں بحوالہ استیعاب ابن عبد البر لکھتے ہیں۔

وفی الاستیعاب لابن عبد البر بروایۃ حفص بن سلیمان عن ابان عن عیاش عن ابراهیم النخعی

عن علقمة عن عبد اللہ قَالَ اَرْسَلْتُ اُمِّیْ لِتَبِیْتَ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتَنْظُرَ کَیْفَ یُوْتِرُ فَبَاتَتْ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰی مَاشَآءَ اللّٰہُ اَنْ یُّصَلِّیَ حَتّٰی اِذَا کَانَ اٰخِرُ اللَّیْلِ وَ اَرَادَ الْوِتْرَ قَرَءَ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی فِی الرَّکْعَۃِ الْاُوْلٰی وَقَرَءَ فِی الثَّانِیَۃِ قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ ۔ ثُمَّ قَعَدَ ثُمَّ قَامَ وَلَمْ یَفْصِلْ بَیْنَھُمَا بِسَلَامٍ ثُمَّ قَرَءَ بِقُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ حَتّٰی اِذَا فَرَغَ کَبَّرَ ثُمَّ قَنَتَ فَدَعَا بِمَاشَآءَ اللّٰہُ اَنْ یَّدْعُوْ ثُمَّ کَبَّرَ وَ رَکَعَ ۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ کو بھیجا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رات رہ کر معلوم کرے کہ آپ وتر کس طرح پڑھتے ہیں تو وہاں رات رہی ۔ (اس نے دیکھا) کہ حضور علیہ السلام نے جو اللہ نے چاہا، نماز پڑھی یہاں تک کہ اخیر رات ہوئی ۔ آپ نے وتر پڑھنے کا ارادہ کیا تو آپ نے پہلی رکعت میں سورت اعلیٰ پڑھی اور دوسری میں کافرون، پھر آپ قعدہ بیٹھے ۔ پھر کھڑے ہوئے اور سلام نہ پھیرا ۔ پھر (تیسری رکعت) میں قل ہو اللہ پڑھی ۔ جب فارغ ہوئے تکبیر کہہ کر قنوت پڑھی اور

جو اللہ نے چاہا۔ دعا مانگی۔ پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا۔

اس حدیث کو ابن حجر نے اصابہ میں بھی ذکر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وتر تین رکعت بہ دو تشہد و یک سلام ہیں۔

یہ حدیث اگرچہ متاخرین کو ابان بن ابی عیاش کے واسطہ سے پہنچی ہے اور وہ ضعیف ہے لیکن علامہ زیلعی نصب الرایہ ص ۱۷۳ جلد ۱ میں بحوالہ احکام عبدالحق ابان بن ابی عیاش کو کان رجلاً صالحاً لکھتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے لیے پچھلے راوی کا ضعف کچھ مضر نہیں۔ یہ تو مسلم امر ہے کہ وتروں کے بارہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کا وہی مسلک ہے جو اس حدیث میں ہے۔ ابراہیم نخعی تک اس کے سب رجال ثقہ ہیں۔ اور امام صاحب کو ابراہیم نخعی سے لقا حاصل ہے۔ پس یہ روایت وتر کی اگر امام صاحب نے خود ابراہیم نخعی سے سُنی ہو تو اس میں کوئی استبعاد نہیں ہے۔ شیخ عبدالحق محدثِ دہلی شرح سفر السعادت کے ص ۲۴ میں لکھتے ہیں۔ پس از حکم متاخرین محدثین بہ ضعف حدیث لازم نہ آید ضعفِ دے در زمان امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ یعنی متاخرین محدثین اگر کسی حدیث کو (بسبب پچھلے راوی کے) ضعیف کہیں تو اس حدیث کا ضعف امام اعظم رحمۃ اللہ کے زمانہ میں لازم نہیں آتا۔

علاوہ اس کے اس حدیث کے اہم مطالب کے لیے شواہد صحیحہ موجود ہیں۔ چنانچہ ہر دو رکعت کے قعود پر احادیث قولی و فعلی پیچھے گزر چکیں۔ وتر کی دو رکعتوں میں سلام نہ پھیرنا بھی احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہو چکا۔ دعائے قنوت

قبل از رکوع کے لیے دلائل آگے آتے ہیں تو کیا یہ حدیث ان دلائل کی تائید بھی نہیں کر سکتی۔ بلکہ وہ دلائل جو ہم نے بیان کیے ہیں اس حدیث کو قوت پہنچاتے ہیں۔ نیز امام سیوطی رحمۃ اللہ نے تعقبات ص۱۴ میں لکھا ہے۔

وَ قَدْ صَرَّحَ غَيْرُ وَاحِدٍ بِاَنَّ مِنْ دَلِيْلٍ صِحَّةِ الْحَدِيْثِ قَوْلُ اَهْلِ الْعِلْمِ بِهٖ وَ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ اَسْنَادٌ يُعْتَمَدُ عَلٰى مِثْلِهٖ۔

یعنی صحتِ حدیث کی یہ بھی دلیل ہے کہ اہل علم کا اس پر عمل ہو۔ اگرچہ اس کی سند معتبر نہ ہو۔

علی قاری مرقاۃ ص۱۰۲ جلد ۲ میں ترمذی کی ایک ضعیف حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

قَالَ (الترمذی) وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ قَالَ النَّوَوِيُّ وَ اِسْنَادُهٗ ضَعِيْفٌ نَقَلَهٗ مِيْرَكُ فَكَاَنَّ التِّرْمِذِيَّ يُرِيْدُ تَقْوِيَةَ الْحَدِيْثِ بِعَمَلِ اَهْلِ الْعِلْمِ۔

ترمذی نے کہا ہے کہ اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ نووی کہتا ہے اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ میرک نے اس سے نقل کیا ہے کہ گویا امام ترمذی عملِ اہل علم سے حدیث کو قوت دینا چاہتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ اہلِ علم کے عمل کرنے سے حدیث کو قوت ہو جاتی ہے۔ چونکہ حدیث ابان بن ابی عیاش کی جو وتروں کے بارے میں ہے۔ اس پر علمائے احناف خصوصاً امام اعظم رحمۃ اللہ کا عمل ہے تو اس عمل کے سبب اس کو ایک قسم کی قوت حاصل ہو گی۔

وتروں میں دعائے قنوت

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی اَنَّہٗ سَاَلَہٗ عَنْ الْقُنُوْتِ فِی الْوِتْرِ فَقَالَ حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ قَالَ سُنَّۃٌ مَاضِیَۃٌ۔ اخرجہ الراج۔

(عمدۃ القاری شرح بخاری صہ ۲۲۴ جلد ۳)

عبدالرحمان بن ابی لیلی سے قنوت وتر کا سوال ہوا۔ تو انہوں نے کہا کہ مجھے براء بن عازب (صحابی) رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی اور فرمایا کہ (قنوت فی الوتر) سنّت ماضیہ ہے۔ یعنی قدیم سے اس پر عمل چلا آیا ہے۔

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ قَالَ عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَلِمَاتٍ اَقُوْلُھُنَّ فِیْ قُنُوْتِ الْوِتْرِ۔ اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ۔ الخ۔ (رواہ الترمذی وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ والدارمی مشکوٰۃ صہ ۱۱۲)

امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے مجھے کچھ کلمات سکھائے ہیں میں ان کو وتروں کی دعائے قنوت میں پڑھتا ہوں۔ وہ کلمات یہ ہیں۔ اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ۔ الخ

دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھے

عَنْ عَاصِمٍ الاحول قَالَ سَاَلْتُ اَنَسَ اَبْنَ مَالِكٍ عَنِ الْقُنُوْتِ فِی الصَّلٰوةِ كَانَ قَبْلَ الرَّكُوْعِ اَوْ بَعْدَهٗ قَالَ قَبْلَهٗ اِنَّمَا قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرَّكُوْعِ شَهْرًا اِنَّهٗ كَانَ بَعَثَ اُنَاسًا يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّاءُ سَبْعُوْنَ رَجُلًا فَاُصِيْبُوْا فَقَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرَّكُوْعِ شَهْرًا يَدْعُوْا عَلَيْهِمْ۔ (متفق علیہ۔ مشکوٰۃ ص ۱۰۵)

عاصم احول کہتے ہیں۔ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو قنوت کے متعلق پوچھا کہ نماز میں رکوع سے پہلے ہے یا پیچھے تو آپ نے فرمایا کہ رکوع سے پہلے۔ صرف ایک مہینہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد رکوع کے قنوت پڑھا ہے۔ ستر قاری حضور علیہ علیہ السلام نے تبلیغ کے لیے بھیجے تو وہ قتل کیے گئے۔ تو آپ نے رکوع کے بعد ایک مہینہ دعائے قنوت پڑھی۔ اور قاتلوں پر بددعا کی۔

اس حدیث میں مطلق نماز میں قنوت پڑھنے کا سوال ہے جو نماز وتر کو شامل ہے

حافظ ابن حجر فتح الباری جز ۴ صـ ۴ ۵ میں لکھتے ہیں۔

اَوْرَدَهَا فِي اَبْوَابِ الْوِتْرِ اَخْذًا مِّنْ اِطْلَاقِ اَنَسٍ فِيْ بَعْضِ الْاَحَادِيْثِ۔

کہ بخاری رحمۃ اللہ نے احادیث انس رضی اللہ عنہ کو جو قنوت کے بارہ میں ہیں۔ ابواب وتر میں اس لیے ذکر کیا۔ کہ انس کی بعض احادیث میں مطلق نماز میں قنوت پڑھنا آیا ہے۔

چونکہ وتر بھی نماز ہے اس لیے ابواب وتر میں اس کا ذکر کیا۔ علاوہ اس کے ابن حجر رحمۃ اللہ نے ان احادیث کے ابوابِ وتر میں لانے کی اور عجیب وجہ بیان کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ حدیث انس میں آتا ہے۔ كَانَ الْقُنُوْتُ فِي الْمَغْرِبِ وَ الْفَجْرِ۔ کہ فجر اور مغرب میں دُعائے قنوت۔ چونکہ نماز مغرب وتر نہار ہیں اور اس میں قنوت ثابت ہے تو رات کے وتروں میں بھی قنوت ثابت ہوا۔ کیونکہ دونوں نمازوں میں جامع وتریہ ہے۔

علی قاری رحمہ اللہ نے بھی مرقاۃ میں سوال قنوت فی الصلوٰۃ کو قنوت فی الوتر یا قنوت فی الفجر یا فی النازلہ پر حمل کیا ہے۔ بہرحال حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رکوع سے پہلے قنوت پڑھنا فرمایا۔ بلکہ جس شخص نے رکوع کے بعد کہا۔ اس کو آپ نے خطا کی نسبت کی۔ معلوم ہوا کہ دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھنا چاہیئے۔

عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُوْتِرُ فَیَقْنُتُ قَبْلَ الرَّکُوْعِ۔

(رواہ ابن ماجہ فی صہ۸۴ والنسائی فی صہ۱۷۵ واسنادہ صحیح۔ (آثار السنن صہ۱۶)

ابی بن کعب کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم وتروں میں دعائے قنوت سے پہلے پڑھا کرتے تھے۔ اس حدیث کو ابن ماجہ ونسائی نے روایت کیا۔

عَنْ عبدالرَّحْمٰنِ ابْنِ الْاَسْوَدِ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ کَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رضی اللّٰہُ عَنْہُ لَا یَقْنُتُ فِیْ شَیْءٍ مِنَ الصَّلَوَاتِ اِلَّا الْوِتْرَ فَاِنَّہٗ کَانَ یَقْنُتُ قَبْلَ الرَّکْعَۃِ۔ رواہ الطحاوی صہ۱۴۹ جلد۱۔

والطبرانی واسنادہ صحیح (آثار السنن صہ۱۷ جلد۲)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بجز وتروں کے اور کسی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے۔ وتر میں قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔ اس کو امام طحاوی نے روایت کیا۔

وَعَنْ عَلْقَمَۃَ اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ وَاَصْحَابَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانُوْا یَقْنُتُوْنَ فِی الْوِتْرِ قَبْلَ الرَّکُوْعِ۔

(رواہ ابن ابی شیبہ واسنادہ صحیح۔ (آثار السنن صہ۱۷)

علقمہ فرماتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب وتروں میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھا کرتے تھے۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ جوہر النقی صہ۲۱۲

میں اس کی سند کو صحیح علی شرط مسلم لکھا ہے۔

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يَقْنُتُ السَّنَةَ كُلَّهَا فِي الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّكُوْعِ۔

(اخرجہ محمد فی کتاب الآثار صہ ۴۲)

ابراہیم کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تمام سال وتروں میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھا کرتے تھے۔

عن حماد عن ابراهيم النخعي اَنَّ الْقُنُوْتَ فِي الْوِتْرِ وَاجِبٌ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ وَغَيْرِهٖ قَبْلَ الرُّكُوْعِ وَ اِذَا اَرَدْتَّ اَنْ تَقْنُتَ فَكَبِّرْ وَاِذَا اَرَدْتَّ اَنْ تَرْكَعَ فَكَبِّرْ اَيْضًا۔

(رواہ محمد فی کتاب الآثار صہ ۴۲)

ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ دعائے قنوت وتروں میں واجب ہے رکوع سے پہلے۔ رمضان اور غیر رمضان میں جب قنوت پڑھنے کا ارادہ ہو تو تکبیر کہو۔ جب تو رکوع کا ارادہ کرے پھر بھی تکبیر کہہ۔ اس کو امام محمد نے کتاب الآثار میں روایت کیا۔

وَقَدْ اَخْرَجَ الْخَطِيْبُ فِيْ كِتَابِ الْقُنُوْتِ لَهٗ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ فِي الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّكُوْعِ ذَكَرَهُ ابْنُ الْجَوْزِيِّ فِي التَّحْقِيْقِ وَسَكَتَ عَنْهُ۔

(کبیری شرح منیہ صہ ۳۹۶)

خطیب بغدادی نے کتاب القنوت میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے وتروں میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھی۔ اس کو ابن جوزی نے تحقیق میں ذکر کیا اور اس پر سکوت کیا۔ (زیلعی صہ ۲۷۹)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (رضی اللہ عنہ) قَالَ اَوْتَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِثَلٰثٍ فَقَنَتَ فِیْھَا قَبْلَ الرُّکُوْعِ۔

اخرجہ الحافظ ابونعیم فی الحلیۃ۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رکعت وتر پڑھے۔ اور رکوع سے پہلے ان میں قنوت پڑھی۔ اس کو ابونعیم نے حلیہ میں روایت کیا۔ (نصب الرایہ صہ ۲۷۹) (مرقاۃ صہ ۱۵۸)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُوْتِرُ بِثَلٰثِ رَکْعَاتٍ وَ یَجْعَلُ الْقُنُوْتَ قَبْلَ الرُّکُوْعِ۔

(اخرجہ الطبرانی فی معجمہ الوسط)

ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھا کرتے تھے اور قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔ اسکو طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا۔ (زیلعی صہ ۲۸۰)

دعائے قنوت کے وقت رفع الیدین کرنا

عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رضی اللہ عنہ اَنَّہٗ کَانَ یَقْرَءُ فِیْ اٰخِرِ رَکْعَۃٍ مِنَ الْوِتْرِ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ ثُمَّ یَرْفَعُ یَدَیْہِ فَیَقْنُتُ قَبْلَ الرَّکْعَۃِ۔

(رواہ البخاری فی جزء رفع الیدین صہ ۲۸)

عبداللہ رضی اللہ عنہ وتروں کی آخری رکعت میں قل ہو اللہ پڑھتے پھر ہاتھ اُٹھاتے اور رکوع کے پہلے قنوت پڑھتے۔ اس کو بخاری نے جزء رفع الیدین میں روایت کیا۔ آثار السنن صہ۱ میں لکھا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

عن جعفر حدثنی ابو عثمان قَالَ کُنَّا نَحْنُ وَعُمَرُ یَؤُمُّ النَّاسَ ثُمَّ یَقْنُتُ بِنَا عِنْدَ الرَّکُوْعِ یَرْفَعُ یَدَیْہِ حَتّٰی یَبْدُوَ کَفَّاہُ وَ یُخْرِجَ مَنْعَبَیْہِ۔

ابو عثمان کہتے ہیں عمر رضی اللہ عنہ ہماری امامت کرتے تھے۔ پھر رکوع کے وقت (یعنی رکوع سے پہلے) قنوت پڑھتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ آپ کی دونوں ہتھیلیاں ظاہر ہو جاتیں اور بازو جُدا ہو جاتے۔ اس کو امام بخاری نے رسالہ رفع الیدین کے صہ ۲۸ میں روایت کیا۔[1]

---

[1] قیام اللیل صہ ۱۳۴ میں رفع الیدین کی اور بہت روایتیں ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ كَانَ عُمَرُ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الْقُنُوْتِ۔

ابوعثمان کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ قنوت میں ہاتھ اٹھایا کرتے تھے۔ اس کو بخاری نے جزء رفع الیدین میں روایت کیا۔

عن ابراھیم النخعی قَالَ تُرْفَعُ الْاَيْدِيْ فِيْ سَبْعِ مَوَاطِنَ فِيْ افْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ وَ فِي التَّكْبِيْرِ الْقُنُوْتِ فِي الْوِتْرِ وَ فِي الْعِيْدَيْنِ وَ عِنْدَ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ وَ عَلَى الصَّفَا وَ الْمَرْوَةِ وَ بِجَمْعٍ وَّ عَرَفَاتٍ وَ عِنْدَ الْمَقَامَيْنِ عِنْدَ الْجَمْرَتَيْنِ۔ (رواہ الطحاوی وسندہ صحیح صہ ۳۹۱)

ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ سات جگہ میں ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں۔ نماز کے افتتاح میں یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت اور وتروں کی قنوت کے وقت۔ اور دونوں عیدوں میں اور حجر اسود کے چومنے کے وقت۔ اور صفا و مروہ پر اور مزدلفہ اور عرفات میں اور جمروں کے پاس کھڑے ہونے کے وقت۔ اس کو طحاوی نے روایت کیا۔

دعائے قنوت کے الفاظ

عَنْ خَالِدِ بْنِ اَبِيْ عِمْرَانَ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْا عَلٰى مُضَرَ اِذْ جَاءَهُ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاَوْمَا اِلَيْهِ اَنِ اسْكُنْ

فَسَكَتَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللهَ لَمْ يَبْعَثْكَ سَبَّابًا وَلَا لَعَّانًا وَإِنَّمَا بَعَثَكَ رَحْمَةً لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ الآيہ۔ ثُمَّ عَلَّمَهُ الْقُنُوْتَ اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَخْضَعُ لَكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّكْفُرُكَ اَللّٰهُمَّ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَإِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْا رَحْمَتَكَ وَنَخَافُ عَذَابَكَ إِنَّ عَذَابَكَ الْجِدَّ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ۔

(اخرجہ ابو داؤد فی المراسیل۔ نصب الرایہ زیلعی صہ ۲۸۴)

خالد بن ابی عمران کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مضر پر بد دعا فرماتے تھے کہ جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور اشارہ کیا کہ ٹھہرو۔ حضور علیہ السلام خاموش ہو گئے۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کی۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے آپ کو برا کہنے والا اور لعنت کرنے والا (بناکر) نہیں بھیجا بلکہ اس نے آپ کو رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ آپ کے لیے امر (الٰہی) میں کچھ[1] (دخل) نہیں۔ پھر جبریل علیہ السلام نے یہ

---

[1] ذاتی طور پر الا ماشاء اللہ۔

دُعائے قنوت سکھائی۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ الخ امام طحاوی نے شرح معانی الآثار صـ۱۴۷ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ کہ آپ نے فجر کی نماز میں بعد رکوع کے یہ دعا پڑھی۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَ نَسْتَغْفِرُکَ وَ نُثْنِیْ عَلَیْکَ الْخَیْرَ کُلَّہٗ وَ نَشْکُرُکَ وَلَا نَکْفُرُکَ وَ نَخْلَعُ وَ نَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ اَللّٰھُمَّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَلَکَ نُصَلِّیْ وَ نَسْجُدُ وَ اِلَیْکَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ وَ نَرْجُوْا رَحْمَتَکَ وَ نَخْشٰی عَذَابَکَ اِنَّ عَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ۔

امام نووی نے بھی اذکار صـ۲۹ میں اس حدیث کو نقل کیا ہے صاحب حصن حصین نے اس دُعا کو اذکار وتر میں لکھا ہے۔ امام طحاوی نے متعدد روایات بیان کی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ صبح کی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے۔ پھر ان کی تطبیق اس طرح کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جنگ کے موقعہ پر تو صبح میں قنوت پڑھتے اور بغیر جنگ کے نہ پڑھتے تو معلوم ہوا کہ صبح کی نماز میں قنوت نازلہ تھی۔ فقہا علیہم الرحمۃ نے وتروں کے لیے اس قنوت کو پسند کیا۔ اور یہ تصریح فرمادی کہ بجز قنوت ماثورہ اور کوئی دُعا قنوت وتر کے وقت نہیں۔ جو چاہے پڑھے لیکن اس وقت کے ساتھ اگر قنوت حسن رضی اللہ عنہ ضم کرے تو بہتر ہے۔

(فتح القدیر و کبیری) قنوت حسن رضی اللہ عنہ یہ ہے جس کو ابوداؤد نے

صہ ۳۶ ۵ باب القنوت فی الوتر میں لکھا ہے۔

عَنْ اَبِیْ الْحَوْرَاءِ قَالَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَلِمَاتٍ اَقُوْلُھُنَّ فِی الْوِتْرِ قَالَ ابْنُ جَوَّاسٍ فِیْ قُنُوْتِ الْوِتْرِ اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ وَ عَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَ تَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَ بَارِکْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّمَا قَضَیْتَ اِنَّکَ تَقْضِیْ وَ لَا یُقْضٰی عَلَیْکَ وَ اِنَّہٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَ لَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَ تَعَالَیْتَ۔

علامہ علی قاری مرقاۃ صہ ۱۵۶ میں اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں و ظَاھِرُہُ الْاِطْلَاقُ فِیْ جَمِیْعِ السَّنَۃِ کَمَا ھُوَ مَذْھَبُنَا۔ اس حدیث کا ظاہر سارے سال میں (قنوت وتر پڑھنے کو) مطلق ہے۔ جیسے ہمارا مذہب ہے۔ یعنی شافعیہ کے نزدیک رمضان شریف کے نصف اخیر میں قنوت وتر پڑھنا چاہیئے۔ لیکن امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تمام سال میں وتروں میں قنوت ہے۔ اور یہ حدیث امام صاحب کی مؤید ہے۔

وتروں کا وقت

نماز عشاء کے بعد صبح صادق تک ہے۔

عَنْ خَارِجَةَ بْنِ حُذَافَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اَنَّ اللّٰهَ اَمَدَّكُمْ بِصَلٰوةٍ هِيَ خَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ حُمُرِ النَّعَمِ الْوِتْرُ جَعَلَهُ اللّٰهُ لَكُمْ فِيْمَا بَيْنَ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ اِلٰى اَنْ يَّطْلُعَ الْفَجْرُ۔

(رواہ الترمذی و ابوداؤد۔ مشکوٰۃ ص۱۱۲)

خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر نکلے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک نماز کے ساتھ (یعنی زیادہ کر کے) تمہاری مدد کی۔ وہ نماز تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے وہ نماز وتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو عشاء کی نماز اور طلوع فجر کے درمیان مقرر کیا ہے۔ یعنی نماز عشاء کے بعد طلوع فجر سے پہلے اس کا وقت ہے۔ اس حدیث کو ترمذی، ابوداؤد نے روایت کیا۔

معلوم ہوا کہ فرض عشاء سے پہلے وتر جائز نہیں۔ وتروں کا وقت بعد عشاء ہے۔ دوسری حدیث عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی وجوب وتر کے بیان میں گزری ہے۔ فانظر ثمہ۔

وتروں کا افضل وقت

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَافَ اَنْ لَّا يَقُوْمَ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ فَلْيُوْتِرْ اَوَّلَهٗ وَ مَنْ طَمِعَ اَنْ يَّقُوْمَ اٰخِرَهٗ فَلْيُوْتِرْ اٰخِرَ اللَّيْلِ فَاِنَّ صَلٰوةَ اٰخِرِ اللَّيْلِ مَشْهُوْدَةٌ وَ ذٰلِكَ اَفْضَلُ.

(رواہ مسلم مشکوٰۃ صہ ۱۰۳)

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا اس نے فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص ڈرتا ہو کہ آخیر رات کو جاگ نہیں سکے گا وہ پہلی رات وتر پڑھ لے اور جو شخص اخیر رات کو جاگنے کا طمع رکھتا ہے (یعنی اس کو یقین ہے کہ ضرور جاگ سکے گا) تو اسے چاہیئے کہ اخیر رات کو وتر پڑھے کیونکہ اخیر رات کی نماز مشہودہ ہے یعنی رحمت کے فرشتے یا رات و دن کے فرشتے اس وقت حاضر ہوتے ہیں۔ اور یہ (اخیر رات میں وتر پڑھنا) افضل ہے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا۔

علی قاری مرقاۃ صہ ۱۵۲ میں لکھتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا وتروں کے فوت ہونے کے خوف سے وتروں کا پہلی رات میں پڑھ لینے کا امر کرنا دلیل ہے اس امر کی کہ وتر واجب ہیں۔ اور اسی طرف گئے ہیں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ مِنْ كُلِّ اللَّيْلِ اَوْتَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ مِنْ اَوَّلِ اللَّيْلِ وَ اَوْسَطِہٖ وَ اٰخِرِہٖ وَ انْتَھٰی وِتْرُہٗ اِلَی السَّحَرِ۔

متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ ص۱۰۳)

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ رات کے ہر (حصّہ) میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر پڑھے ہیں رات کے اوّل میں۔ اور اس کے درمیان میں اور اخیر میں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر آخر میں سحر کے وقت مقرر اور ثابت ہُوئے۔

نووی شرح صحیح مسلم میں اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔ فِيْہِ اسْتِحْبَابُ الْاِيْتَارِ اٰخِرُ اللَّيْلِ کہ اس حدیث میں دلیل ہے کہ وتر پچھلی رات کو پڑھنا مستحب ہے۔

سونے سے پہلے وتر پڑھنا

عَنْ اَبِیْ ھُرَيْرَۃَ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اَوْصَانِیْ خَلِيْلِیْ بِثَلٰثٍ صِيَامِ ثَلٰثَۃِ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَھْرٍ وَ رَكْعَتَیِ الضُّحٰی وَ اَنْ اُوْتِرَ قَبْلَ اَنْ اَنَامَ۔

متفق علیہ۔ مشکوٰۃ ص۱۱۳)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا اس نے مجھے میرے دوست یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتوں کی وصیت فرمائی۔ ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھنے کی اور دو رکعتیں نماز ضحےٰ پڑھنے کی اور سونے سے پہلے نماز وتر پڑھ لینے کی۔

اس کو بخاری مسلم نے روایت کیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سونے سے پہلے بھی وتر پڑھ لینے درست ہیں۔ اگرچہ پہلی رات افضل ہیں۔

علامہ علی قاری نے مرقاۃ میں بحوالہ ابن حجر لکھا ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ چونکہ پہلی رات احادیث کے حفظ کرنے میں مشغول رہتے تھے۔ اور رات کا بہت حصہ اس شغل میں گزر جاتا تھا تو ان کو اخیر رات جاگنے کا یقین نہیں ہوتا تھا اس لیے حضور علیہ السلام نے ان کو تاکید فرمائی کہ وتر رات کے پہلے حصہ میں سونے سے پہلے پڑھ لیا کرو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ دوسرا سبب ہو۔ واللہ اعلم۔

وتروں کی تینوں رکعتوں میں قرأت پڑھنا

عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ سَأَلْنَا عَائِشَةَ بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ يُوْتِرُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ يَقْرَءُ فِي الْأُوْلٰى بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى وَفِي الثَّانِيَةِ بِقُلْ

يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ وَ فِي الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَ الْمُعَوِّذَتَيْنِ ۔ رواہ الترمذی و ابو داؤد و النسائی و رواہ احمد عن ابی بن کعب و الدارمی عن ابن عبّاس وَلَمْ يَذْكُرُو الْمُعَوِّذَتَيْنِ ۔ (مشکوٰۃ صد ۱۰۴)

ابن جریج کہتے ہیں ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کس شے کے ساتھ (یعنی کن سورتوں کے ساتھ) حضور علیہ السلام وتر کیا کرتے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھتے تھے ۔ دوسری میں قل یاایہا الکفرون تیسری میں قل ہو اللہ احد اور معوذتین ۔ اس کو ترمذی نے، ابوداؤد و نسائی نے روایت کیا ۔ اور احمد نے ابی بن کعب سے اور دارمی نے ابن عباس سے یہی حدیث روایت کی ۔ لیکن انہوں نے معوذتین کا ذکر نہیں کیا اور تین رکعت وتر کے بیان میں حدیث ۳ و ۴ میں بھی وتروں کی قرأت کا بیان ہے ۔

وتروں کی تینوں رکعتوں میں پڑھنا

عن ابن عبّاسٍ رضی اللّٰہُ عنہ قَالَ بِتُّ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَامَ فَاَوْتَرَ فَقَرَءَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

وَسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى ثُمَّ رَكَعَ وَسَجَدَ ثُمَّ قَامَ فَقَرَءَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَقُلْ يَاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ثُمَّ رَكَعَ وَسَجَدَ وَقَامَ فَقَرَءَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ثُمَّ قَنَتَ وَدَعَا ثُمَّ رَكَعَ۔

اخرجہ فی کتاب الحجج علیٰ ما نقلہ العلامہ وصی احمد السورتی فی شرحہ علی المنیہ ۔ص۴۰۴

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رات گزاری۔ تو حضور علیہ السلام رات کو اُٹھے آپ نے دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر آپ اُٹھے تو آپ نے وتر پڑھے۔ آپ نے الحمد شریف اور سورۃ اعلیٰ پڑھی۔ پھر رکوع اور سجدہ کیا۔ پھر کھڑے ہوئے اور الحمد شریف اور سورت کافرون پڑھی۔ پھر رکوع و سجدہ کیا۔ پھر کھڑے ہوئے پھر فاتحہ اور قل ہو اللہ احد پڑھی۔ پھر قنوت پڑھی اور دعا کی۔ پھر رکوع کیا۔ اس حدیث کو امام محمد نے کتاب الحج میں روایت کیا۔

(تعلیق المجلی ص۴۰۴)

اس حدیث سے علاوہ فاتحہ پڑھنے کے چند امور مستفاد ہوئے۔

۱۔ یہ کہ وتر تین رکعت پڑھے۔

۲۔ یہ کہ تیسری رکعت میں حضور علیہ السلام نے دعائے قنوت پڑھی۔

۳- یہ کہ قنوت رکوع سے پہلے پڑھی۔ وللہ الحمد

وتروں کے بعد دو نفل بیٹھ کر پڑھنا

عَنْ ثَوْبَانَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ ھٰذَا السَّھَرَ جَھْدٌ وَ ثِقْلٌ فَاِذَا اَوْتَرَ اَحَدُکُمْ فَلْیَرْکَعْ رَکْعَتَیْنِ فَاِنْ قَامَ مِنَ اللَّیْلِ وَ اِلَّا کَانَتَا لَہٗ۔

رواہ الدارمی والطحاوی و الدارقطنی۔

(آثار السنن صد ۲۲ جلد ۲) ۔ مشکوٰۃ صد ۱۰۵)

فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ رات کا جاگنا بہت مشکل اور بھاری ہے ۔جب تم میں سے کوئی وتر پڑھے تو چاہیئے کہ دو رکعت (نفل وتروں کے بعد) پڑھے ۔ اگر رات کو اٹھا تو بہتر ورنہ یہ دو رکعتیں اس کے لیے کافی ہوں گی ۔یعنی یہ دو رکعت نماز تہجد کی جا بجا ہو جائے گی ۔ اس کو دارمی و طحاوی و دارقطنی نے روایت کیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وتروں کے بعد دو نفل پڑھنے چاہئیں۔

(۲) یہ بھی ثابت ہوا کہ سونے سے پہلے وتر پڑھنے درست ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ

يُصَلِّيْهِمَا بَعْدَ الْوِتْرِ وَهُوَ جَالِسٌ يَقْرَءُ فِيْهِمَا - اِذَا زُلْزِلَتِ وَ قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ -

رواه احمد والطحاوی واسنادہ حسن - (آثار السنن صہ ۲۲ جلد ۲)

ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وتروں کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے بیٹھ کر۔ اور ان دونوں رکعتوں میں اذا زلزلت اور قل یا یہا الکفرون سورتیں پڑھتے تھے - اس کو احمد وطحاوی نے روایت کیا -

اس حدیث سے ان دو رکعتوں کا بیٹھ کر پڑھنا ثابت ہوتا ہے نیز حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں جو کہ صحیح مسلم کے صہ ۲۵۶ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وتروں کی کیفیت میں آئی ہے - لکھا ہے - ثُمَّ يُصَلِّىْ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ مَا يُسَلِّمُ وَهُوَ قَاعِدٌ - ام المومنین فرماتی ہیں - پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد اس کے کہ وتروں کا سلام پھیرتے دو رکعت (نفل) بیٹھ کر پڑھتے - اسی طرح نسائی میں آیا ہے -

ثُمَّ يُصَلِّىْ رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ -

پھر آپ دو رکعت نماز پڑھتے - در آں حال کہ آپ بیٹھتے ہوتے یعنی بیٹھ کر پڑھتے -

---

وتروں کے بعد کیا پڑھے

مشکوٰۃ شریف کے صـ ۱۱۰ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَلَّمَ فِي الْوِتْرِ قَالَ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ ۔

(رواہ ابوداؤد والنسائی)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب وتروں کا سلام کہتے تو سبحان الملک القدوس پڑھتے۔

نسائی کی روایت میں ہے کہ تین بار سبحان الملک القدوس پڑھتے اور تیسری بار میں آواز بلند کرتے۔ نووی نے اذکار صـ ۲۴ میں اس حدیث کی اسناد کو صحیح فرمایا۔

فائدہ ۔ ملّا علی قاری علیہ الرحمۃ مرقاۃ صـ ۱۵۸ جلد ثانی میں مظہر سے نقل کرتے ہیں کہ یہ حدیث ذکر جہر کے جواز بلکہ استحباب پر دلالت کرتی ہے جب کہ ریا سے اجتناب ہو کہ ذکر جہر میں دین کا اظہار اور سامعین کو تعلیم ہے اور ان کو غفلت سے بیدار کرنا ہے۔ اور جہاں تک ذکر جہر کا آواز پہنچے وہاں تک ذکر کی برکت کا پہنچانا ہے۔

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ

يَقُوْلُ فِيْ اٰخِرِ وِتْرِهٖ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ ۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وتر (نماز) کے آخر میں یہ دُعا پڑھتے تھے ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ الخ اس حدیث کو ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے روایت کیا ۔ (مشکوٰۃ صہ ۱۰۴)

مرقاۃ میں علی قاری فرماتے ہیں کہ نسائی کی بعض روایات میں آیا ہے کہ نماز سے فارغ ہو کر لیٹنے کے وقت آپ یہ دُعا پڑھتے ۔ واللہ اعلم ۔

سواری پر سے اُتر کر وتر پڑھے

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يُصَلِّيْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ وَيُوْتِرُ بِالْاَرْضِ وَيَزْعَمُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ كَذَالِكَ ۔ (اخرجہ الطحاوی صہ ۲۴۹ جلد ۱)

ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنی سواری پر نماز پڑھتے تھے ۔ اور وتر زمین پر (اتر کر) ادا کرتے ۔ اور یہ گمان کرتے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے ۔

عن مجاهد اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُصَلِّيْ فِي السَّفَرِ عَلٰى بَعِيْرِهٖ اَيْنَ مَا تَوَجَّهَ بِهٖ فَاِذَا كَانَ فِي السَّحَرِ نَزَلَ فَاَوْتَرَ ۔ (طحاوی)

مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر سفر میں اپنے اونٹ پر نماز پڑھتے تھے ۔ جدھر وہ جاتا جب سحر ہوتی تو آپ اتر کر وتر پڑھتے ۔ اسی کو طحاوی نے روایت کیا ۔

حضور علیہ السلام سے جو سواری پر وتر پڑھنا آیا ہے ، امام طحاوی فرماتے ہیں کہ یہ وتروں کے مؤکد ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے ۔

ایک رات میں دو بار وتر نہ پڑھے

عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا وِتْرَانِ فِيْ لَيْلَةٍ ۔ رواہ الخمسۃ الا ابن ماجہ واسنادہ صحیح ۔

طلق فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ایک رات میں دو وتر نہیں ہیں ۔

(آثار السنن صہ ۲۲)

عَنْ اَبِيْ جَمْرَةَ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ الْوِتْرِ فَقَالَ اِذَا اَوْتَرْتَ اَوَّلَ اللَّيْلِ فَلَا تُوْتِرْ اٰخِرَهٗ وَ اِذَا

اَوْتَرْتَ اٰخِرَهٗ فَلَا تُوْتِرْ اَوَّلَهٗ قَالَ وَسَاَلْتُ عَائِذَ بْنَ عَمْرٍو فَقَالَ مِثْلَهٗ ۔ (رواہ الطحاوی)

ابن حمرہ فرماتے ہیں۔ میں نے ابن عباس سے وتروں کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ جب تو پہلی رات کو وتر پڑھ لے تو پچھلی رات نہ پڑھ۔ اور جب پچھلی پڑھ لے تو پہلی رات نہ پڑھ۔ کہا اس نے، میں نے عائذ بن عمرو کو بھی پوچھا۔ اس نے بھی ایسا ہی کہا۔ اس کو طحاوی نے روایت کیا۔ واللہ اعلم۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہ نماز مدلل کا پہلا حصّہ مکمل ہوا۔ امید ہے کہ ناظرین مؤلف کے حق میں دُعائے خیر فرماویں گے۔ کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ اس کتاب کو مقبول فرمائے اور میری بخشش کا ذریعہ ہو۔ آمین!

ابویوسف محمد شریف عفا اللہ عنہ

السَّنَدُ وَالْاِجَازَۃ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ اِسْنَادُ الْحَمْدِ وَ نِہَایَۃُ سَلَاسِلَ الصَّمَدِ صَلِّ عَلٰی حَبْلِکَ الْمَوْصُوْلِ الْمُتَّصِلِ الْغَیْرِ الْمُنْقَطِعِ مُرْسَلِکَ الْمَرْفُوْعِ بِوَصْلِکَ فَوْقَ کُلِّ مُرْتَفِعٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ خَیْرِ اٰلٍ وَّصَحْبٍ رُوَاۃِ عِلْمِہٖ وَّ حَدِیْثِہٖ طُرُقِ الْوُصُوْلِ اِلٰی سَاحَتِہِ الرَّحْبِ وبعد فَسَلَامٌ عَلَیْکَ اَیُّھَا الْفَاضِلُ الْمَوْلَوِیْ اَبَا یُوْسُفَ محمد شریف الحنفی الفنجابی السیالکوتی سَاَلْتَنِیْ الْاِجَازَۃَ ظَنًّا مِنْکَ اِنِّیْ اَھْلٌ لِذٰلِکَ وَلَسْتُ ھُنَالِکَ وَلٰکِنِ الرَّحْمٰنُ یَدَاہُ مَبْسُوْطَتَانِ فَاَجَزْتُکَ عَلٰی بَرَکَۃِ اللّٰہِ وَ بَرَکَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ اَوَّلًا بِالصِّحَاحِ السِّتَّۃِ وَ مِشْکٰوۃِ الْمَصَابِیْحِ وَسَائِرِکُتُبِ الْحَدِیْثِ الْمُتَدَاوِلَۃِ وَ ثَانِیًا بِالسِّلْسِلَۃِ الْعَلِیَّۃِ الْعَالِیَۃِ الْقَادِرِیَّۃِ الْبَرَکَاتِیَّۃِ وَ وَصِیَّتِیْ لَکَ التَّمَسُّکُ التَّامُّ بِمَذْھَبِ اَھْلِ السُّنَّۃِ وَ مُجَانَبَۃِ اَھْلِ الْبِدَعِ

وَالْفِتْنَةِ وَصَرْفِ الْعُمْرِ فِیْ حِمَایَةِ السُّنَنِ وَ اِعَانَةِ اَرْبَابِهَا وَ زِکَایَةِ الْفِتَنِ وَ اِهَانَةِ اَصْحَابِهَا لَاسِیَّمَا الدِّیَابِنَةِ فَاِنَّهُمُ الْفَرَاعِنَةُ وَ اَضَرُّ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ مِنْ اِبْلِیْسِ اللَّعِیْنِ اَعَاذَنَا اللّٰهُ وَ اِیَّاکَ مِنْ شَرِّهِمْ اَجْمَعِیْنَ فَذٰلِكَ اَعْظَمُ الْقُرْبِ وَ اَرْضٰی مَرْضَاةٍ لِلنَّبِیِّ وَ الرَّبِّ وَ اَنْ لَا تَنْسَانِیْ مِنْ دَعْوَتِكَ الصَّالِحَةِ الْمُتَوَافِرَةِ بِالْعُفُوِّ وَ الْعَافِیَةِ فِی الدِّیْنِ وَ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَکَانَ ذٰلِكَ لِسِتٍّ بَقِیْنَ مِنَ المحرم الحرام سنة الف و ثلٰثمائة و ثمان و ثلٰثین من هجرة سیّد الانام عَلَیْهِ وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ افضل الصَّلٰوۃِ وَالسَّلَامِ قَالَهٗ بفمہ و امر برقم عبد المصطفٰی احمد رضا القادری البرکاتی البریلوی عفی عنہ بجاہ النّبی الاُمّی صلّی اللہ تعالٰی علیہ و اٰلہٖ وصحبہٖ وَ بارك وسلّم۔ امین۔ مہر

ابو یوسف محمد شریف